مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، یونیورسٹی آف جموں، جموں

ایم۔اے اردو

سمسٹر اول

مضمون: ترجمہ کا فن	یونٹ: I - IV
کورس نمبر: 106	سبق: 1۔14

پروفیسر (ڈاکٹر) شہاب عنایت ملک
کورس کوآرڈی نیٹر، ایم اے اردو، سی، ڈی، او، ای
صدر شعبہ اردو، جموں یونیورسٹی، جموں

ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ
انچارج ٹیچر، اردو
سی، ڈی، او، ای، جموں یونیورسٹی، جموں

© جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا کوئی حصہ کسی شکل میں جموں یونیورسٹی کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

زیراہتمام نظامت فاصلاتی تعلیم، جموں یونیورسٹی، جموں

مضمون نگار:

1۔ ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ پی.جی کالج راجوری۔

2۔ ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سی، ڈی، او، ای، جموں یونیورسٹی، جموں۔

اڈیٹنگ/ پروف ریڈنگ

ڈاکٹر پرشوتم پال سنگھ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سی، ڈی، او، ای، جموں یونیورسٹی، جموں۔

نظرثانی:۔

ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پی.جی کالج راجوری

Syllabus and Courses of Study in the Subject of Urdu under NON-CBCS Scheme (CDOE)

SEMESTER- I

COURSE CODE URD-106

Examination to be held in December 2025, 2026 and 2027

Title : The Art of Translation **ترجمے کا فن**
Duration of Examination: 2:30 hours

Credits: 4
Maximum Marks : 100
(a) Semester Exam: 70
(b) Internal Assessment 30

Objectives:
The purpose of this course is to provide the knowledge of Translation and art of translation to the students, so that students could get their livelihood in the government as well as in private sector.

Unit - I

۱۔ ترجمہ کا فن اور اس کی قسمیں
۲۔ ترجمہ کی اہمیت اور ضرورت
۳۔ ترجمہ کے اصول اور مسائل

Unit - II

۱۔ ترجمہ کے فروغ میں فورٹ ولیم کالج، قدیم دلی کالج اور دارالترجمہ عثمانیہ کی خدمات
۲۔ ادبی ترجمہ، تکنیکی اور سائنسی تراجم میں فرق

Unit - III

۱۔ منظوم ترجمہ
۲۔ نثری ترجمہ
۳۔ صحافتی ترجمہ
۴۔ ترجمے میں اصطلاح سازی کی اہمیت، اصول اور مسائل

Unit - IV

۱۔ ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ

۲۔ نظم نثر (اقتباس)

۳۔ اردو کے نثری اور منظوم ترجمے میں فرق

Mode of Examination:-

There Are four units in the course No:-106Mode of the examination:-The term end examination shall carry 70% marks in each course the format of the question paper is given below.Term End Examination would be of 70 marks. Two short type questions from Unit I and II having 7 marks each be asked. Two descriptive type questions from Unit III and IV of 14 marks each be asked. Two short type questions from Unit III and IV having 7 marks each be asked. 14 objectives type questions of 14 marks carrying 1 mark each be also asked from Unit III and IV.

Books Prescribed.

۱۔ ڈاکٹر قمر رئیس — ترجمہ کا فن اور روایت (تاج پبلیشنگ ہاؤس دہلی، ۱۹۷۶ء)

۲۔ ڈاکٹر خلیق انجم — فن ترجمہ نگاری (سرسید بک ڈپو علی گڑھ، ۱۹۹۰ء)

۳۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام — دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات (دہلی ۱۹۹۰ء)

۴۔ ڈاکٹر مجید بیدار — دارالترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات

۵۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی — ترجمہ روایت اور فن (اسلام آباد ۱۹۸۵ء)

۶۔ وحیدالدین سلیم — وضع اصطلاحات (اورنگ آباد ۱۹۱۲ء)

۷۔ مرزا حامد بیگ — مغرب سے نثری تراجم (مقتدرا قومی زبان اسلام آباد (۱۹۸۸ء)

۸۔ پروفیسر ظہورالدین — فن ترجمہ نگاری

فہرست

یونٹ اول

سبق نمبر۱:۔ ترجمہ کا فن اور اس کی قسمیں ____ 5

سبق نمبر۲:۔ ترجمہ کی اہمیت اور ضرورت ____ 25

سبق نمبر۳:۔ ترجمہ کے اصول اور مسائل ____ 36

یونٹ دوم

سبق نمبر۴:۔ ترجمہ کے فروغ میں فورٹ ولیم کالج، قدیم دلی کالج اور دارالترجمہ عثمانیہ کی خدمات ____ 51

سبق نمبر۵:۔ ادبی ترجمہ، تکنیکی اور سائنسی تراجم میں فرق ____ 63

یونٹ سوم

سبق نمبر۶:۔ منظوم ترجمہ ____ 71

سبق نمبر۷:۔ نثری ترجمہ ____ 83

سبق نمبر۸:۔ صحافتی ترجمہ ____ 92

سبق نمبر۹:۔ ترجمے میں اصطلاح سازی کی اہمیت، اصول اور مسائل ____ 100

یونٹ چہارم

سبق نمبر۱۰:۔ ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ ____ 110

سبق نمبر ۱۱:۔ نظم نثر (اقتباس) ______ 123
سبق نمبر ۱۲:۔ اردو کے نثری اور منظوم ترجمے میں فرق ______ 131
سبق نمبر ۱۳:۔ اردو میں ادبی ترجمے کی روایت ______ 139
سبق نمبر ۱۴:۔ ترجمے کے تقاضے اور مترجم کی خصوصیات ______ 1153

سبق نمبرا۔ ترجمہ کافن اوراس کی قسمیں

ساخت

1.0 اغراض ومقاصد

1.1 تعارف

1.2 ترجمہ کافن

1.2.1 ترجمہ کی اقسام

1.2.2 زبانی ترجمہ

1.2.3 تحریری ترجمہ

1.2.4 علمی ترجمہ

1.2.5 ادبی ترجمہ

1.2.6 علمی وادبی ترجمہ میں فرق

1.2.7 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کوجانچیں)

1.3 عمومی جائزہ

1.4 آپ نے کیاسیکھا؟

1.5 فرہنگ

1.6 خودجانچ سوالات

1.7 مشقی سوالات

1.7.0 مشقی سوالات کے جوابات

1.8 جواباتِ سرگرمی

1.9 امدادی کتب

1.0 اغراض ومقاصد

ترجمہ کے فن اوراس کی اقسام کے مطالعے کا بنیادی مقصد آپ کو یہ سمجھانا ہے کہ ترجمہ محض لفظوں کی تبدیلی کا عمل نہیں بلکہ ایک تخلیقی، فکری، لسانی اور ثقافتی ذمہ داری ہے۔ اس مطالعے کے ذریعے آپ کو یہ ادراک ہوتا ہے کہ زبانوں کے باہمی رشتے، مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کا تبادلہ اور عالمی سطح پر علم وادب کی ترسیل ترجمے ہی کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔ ترجمے کی مختلف اقسام لفظی، آزاد، ادبی، فنی وتکنیکی، علمی، مشینی اور سمعی وبصری سے واقفیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ ہر قسم کی نوعیت، خصوصیات اور عملی استعمال کو سمجھ سکیں اور مناسب مواقع پر درست طریق کار اختیار کر سکیں۔

اس سبق کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ آپ میں لسانی مہارت، ادبی شعور اور ثقافتی آگہی پیدا کی جائے تاکہ آپ اصل متن کے معنی، اسلوب اور فضا کو برقرار رکھتے ہوئے ہدف زبان میں مؤثر اور بامعنی اظہار کر سکیں۔ ترجمے کے دوران سامنے آنے والے لغوی، معنوی، اسالیبی اور ثقافتی مسائل کو سمجھنا اور ان کا حل تلاش کرنا اسی تربیت کا حصہ ہے۔ مزید یہ کہ آپ میں ترجمے کے تنقیدی شعور کو فروغ دینا بھی اہم ہے تاکہ وہ معیاری اور کمزور ترجمے میں فرق کر سکیں اور عملی مشقوں کے ذریعے خود بہتر ترجمہ کر سکیں۔

ترجمہ نظریات، جیسے مساوات کے نظریے، مقصدیت (Skopos)، گھریلو اور اجنبی بنانے (Domestication & Foreignization) کی حکمتِ عملیوں سے واقفیت پیدا کرنا بھی اس مطالعے کا مقصد ہے، کیونکہ جدید نظریات ترجمے کے عمل کو زیادہ سائنسی اور مؤثر بناتے ہیں۔ مجموعی طور پر اس موضوع کے اغراض ومقاصد یہ ہیں کہ آپ نہ صرف ترجمے کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھیں بلکہ عملی طور پر معیاری ترجمہ کرنے کی مہارت بھی حاصل کریں۔

1.1 تعارف

زبان انسانی تہذیب کا بنیادی ستون ہے اور مختلف زبانیں بولنے والی اقوام کے درمیان افہام وتفہیم کا واحد مؤثر ذریعہ ترجمہ ہے۔ ترجمہ وہ فنی، فکری اور علمی عمل ہے جس کے ذریعے ایک زبان کے معنی، جذبات، اسلوب اور ثقافتی رنگ کسی دوسری زبان میں منتقل کیے جاتے ہیں۔ اس عمل میں محض لفظی تبدیلی کافی نہیں ہوتی بلکہ مترجم کو دونوں زبانوں کے ساختی، معنوی اور ثقافتی پہلوؤں پر گہری نظر رکھنی پڑتی ہے۔ اسی لیے ترجمہ کو ایک باقاعدہ فن تسلیم کیا جاتا ہے جو لسانیات، ادب، ثقافت اور تخلیقی شعور کے امتزاج سے وجود میں آتا ہے۔

اس سبق میں ترجمہ کے بنیادی مفہوم کے ساتھ ساتھ اس کی ضرورت، اہمیت اور مختلف اقسام کا مطالعہ شامل ہے۔ لفظی ترجمہ، آزاد ترجمہ، ادبی ترجمہ، فنی وتکنیکی ترجمہ، علمی ترجمہ، سمعی وبصری ترجمہ اور جدید دور کے مشینی ترجمے تک، ہر طریقے اور شعبے کی نوعیت اور استعمال کا جائزہ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ آپ ترجمے کو محض زبان کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک عمیق فکری عمل کے طور پر سمجھ سکیں۔ اس سبق کا مقصد یہ بھی ہے کہ آپ

ترجمہ نگاری کی عملی اور نظری بنیادوں کو جانیں، ترجمہ کرتے ہوئے پیش آنے والی مشکلات سے واقف ہوں، اور معیاری ترجمہ کے لیے درکار اوصاف کو سمجھ سکیں۔

یوں یہ سبق نہ صرف ترجمہ کے فنی پہلوؤں کو واضح کرتا ہے بلکہ آپ میں لسانی حساسیت، تخلیقی بصیرت اور ثقافتی آگہی کو بھی فروغ دیتا ہے، تاکہ وہ مستقبل میں بہتر اور بامقصد ترجمہ کرنے کی صلاحیت حاصل کر سکیں۔ ترجمہ کا میدان بہت وسیع ہے، اس کے ذریعے نئے نئے امکانات اور اضافے تشکیل پاتے ہیں، اس میں فلسفے جیسی پیچیدہ بحثوں سے لے کر شعر و ادب جیسی نازک اور دلکش اصناف ادب کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ پہلے پہل تو ترجمے کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی اور اسے محدود اور ثانوی حیثیت سے جانا جاتا تھا، ابتداء میں ترجمے کی ضرورت محض دینی ابلاغ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے محسوس کی جاتی تھی مگر بتدریج سائنس اور ادب بھی اس کے حصار میں آنے لگے اور آہستہ آہستہ اسے اہمیت دی جانے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج ترجمہ باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر چکا ہے اور موضوعات اور نوعیت کے اعتبار سے ترجمہ کی متعدد اقسام وجود میں آچکی ہیں۔ اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ ترجمہ کی مختلف اور متعدد اقسام سے متعارف ہوں گے۔ ترجمہ کی مختلف قسموں کے درمیان پائے جانے والے باریک فرق سے واقف ہوں گے۔ موضوعات کے اعتبار سے ترجمہ کی مختلف قسموں کے لئے اختیار کئے جانے والے اسالیب سے روشناس ہوں گے۔

1.2 ترجمہ کا فن

بعض نقادوں نے ترجمہ کو نگینہ جڑنے کا فن قرار دیا ہے جس میں کافی مہارت و ریاضت درکار ہوتی ہے۔ ایک زبان کے معانی اور مطالب کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جائے کہ اصل عبارت کی خوبی اور مطلب جوں کا توں باقی رہے اس کے لئے دونوں زبانوں پر عبور اور قدرت درکار ہے۔ ترجمہ وہ کنجی ہے جس کے ذریعہ علوم وفنون کے خزانے کھلتے ہیں۔

ترجمہ فقط ایک زبان کے خیالات کو دوسری زبان میں پلٹ دینے کا نام نہیں بلکہ خیالات و احساسات کو ترتیب و تنظیم کے ساتھ منتقل کرنے کا نام ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ترجمے میں اصل کی ساری خوبیاں پوری طرح پیدا کرنا مشکل ہے لیکن بہت سی خوبیاں سموئی جاسکتی ہیں۔ بے شک ترجمے کا فن ایک مشکل فن ہے۔ اس کے لئے ایک خاص صلاحیت، خاص ڈسپلن اور کچھ خاص اور مستند معلومات درکار ہوتی ہیں۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ کامیاب ترجمے کے لئے مترجم کو درج ذیل شرطیں پوری کرنی چاہئے۔

(الف) مترجم کو دونوں زبانوں پر قدرت ہونی چاہئے۔ ہر زبان کی اپنی باریکیاں، خوبیاں اور نفاستیں ہوتی ہیں۔ ان کی پوری سمجھ ہونی چاہئے۔ یہی نہیں بلکہ ترجمہ کرتے وقت ایک زبان کی خوبیوں کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی صلاحیت بھی ضروری ہے۔

(ب) مترجم کو اصل تخلیق اور ترجمے والی زبان دونوں کے محاروں اور کہاوتوں پر یکساں قدرت ہونی چاہئے۔

(ج) مترجم اپنی مادری زبان کے تہذیبی پہلوؤں سے یقیناً واقف ہوتا ہے لیکن جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس کی تہذیبی فضا سے واقفیت ضروری ہے۔

اگر ترجمہ کسی غیر تخلیق یعنی علم وفن کی کسی تصنیف کا ہو رہا ہے تو اس کے لئے اس فن یا علم کی اصطلاحات کا علم بھی ضروری ہے اور یہ علم اصل زبان اور ترجمہ والی زبان دونوں کا ہونا چاہئے۔ کامیاب ترجمہ وہ ہے جو اصل کے مطابق ہو یا بڑی حد تک اصل سے ملتا جلتا ہو۔ کامیاب ترجمے میں تخلیقی پہلو بھی ہونا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مترجم اصل کی جگہ اس کے برابر کوئی نظم یا ناول لکھ دے بلکہ مترجم اصل فن پارے کو اپنی زبان میں دوبارہ جنم دیتا ہے اور وہ بھی اس طرح نہیں کہ پہلے وہ اصل فن پارے کو مار ڈالے اور پھر اس کو اپنی زبان میں دوبارہ زندہ کرے۔ خلاقانہ ترجمہ وہ ہے جو اصل فن پارے کی شخصیت کو منہدم نہیں کرتا اور ترجمہ والی زبان میں پہلے سے موجود ادب سے مختلف معلوم ہوتا ہے لیکن قابل قبول اور قابل فہم ہوتا ہے۔ مشہور نقاد محمد حسن عسکری نے فرانسیسی اور انگریزی زبانوں سے کئی عمدہ ترجمے کئے۔ ان کا خیال تھا کہ ترجمے میں ترجمہ پن کا ہونا کوئی عیب نہیں ترجمہ دراصل مترجم کو دوطرفہ جنگ میں مبتلا کرتا ہے یہ جنگ اس زبان سے بھی ہوتی ہے جس سے ترجمہ کیا جا رہا ہے اور اس زبان سے بھی جس میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ بعض لوگوں نے ترجمہ کو تخلیق کا درجہ دیا تاہم یہ ایک لمبی بحث ہے سب سے اہم بات صرف یہ ہے کہ ترجمے کے عمل کو جاری رہنا چاہئے تاکہ ترجمے والی زبان اور اس زبان کے ادب اور اس کے بولنے والوں کو علوم کے سرمائے سے مالا مال کیا جا سکے۔

عام طور پر شاعری کا ترجمہ سب سے مشکل مانا جاتا ہے۔ اس لئے کہ شاعری کی اضاف میں فن کی نازک خوبیاں بہت ہوتی ہیں، جن کے ترجمے میں دشواری پیش آتی ہے۔ پھر یہ کہ اکثر زبانوں کی شاعری میں اضاف الگ الگ ہوتی ہیں۔ ان کے موضوعات اور فنی تقاضے بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ ان کو ترجمے میں قائم رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً اردو زبان میں غزل، مرثیہ اور ریختی جیسی اصناف ہیں۔ انگریزی یا جرمن زبان میں ان کا وجود نہیں۔ اس لئے ان زبانوں میں ان اصناف کا کامیاب ترجمہ کرنا بہت مشکل ہوگا۔ اس مشکل پر قابو پانے کے لئے شاعری کے ترجمے میں بالعموم دو طریقے برتے جاتے ہیں۔

ایک شعری تخلیق کی ہر سطر کا لفظی ترجمہ کر کے اس کے مفہوم یا شاعر کے تجربے کی کیفیت کو ادا کرنا۔ دوسرا شعری تخلیق یا نظم کے مطالعے سے مترجم کے ذہن میں جو تاثر پیدا ہو، معنوی اور جمالیاتی شاعر کے جس تجربے کی ترسیل ہوا اپنے الفاظ میں اس کی بارآفرینی کر کے یعنی اس نظم کے خیال یا تجربے کو دوبارہ اس طرح جنم دئے کہ وہ اپنے آپ میں ایک تخلیق کا درجہ اختیار کر لے۔ ولیری کے مطابق مترجم کی وفاداری اصل شاعر یا اس کی تخلیق سے نہیں بلکہ اس تاثر سے ہوگی جو وہ تخلیق مترجم کے اندر پیدا کرے گی۔

1.2.1۔ ترجمہ کی اقسام

دور حاضر میں فن ترجمہ نگاری نے غیر معمولی ترقی کی ہے، اس فن میں بے شمار نئے میدان متعارف ہوئے ہیں۔ موضوعات اور نوعیت

کے اعتبار سے ترجمہ کی متعدد اقسام وجود میں آچکی ہیں۔ اس سبق میں ہم ترجمہ کی مختلف اقسام پر ایک نظر ڈالیں گے اور ان کے درمیان پائے جانے والے باریک فرق سے واقف ہوں گے تاکہ دوران ترجمہ ان فرق کو ملحوظ رکھ سکیں نیز ترجمہ کی ان مختلف اقسام کے لئے مطلوبہ اسلوب اور اوصاف سے متعارف ہوں گے۔

ماہرین فن نے ترجمہ کو دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

1-زبانی ترجمہ

2-تحریری ترجمہ

1.2.2۔زبانی ترجمہ

زبانی ترجمہ یہ ہے کہ اصل زبان کے الفاظ کو مترجم فی البدیہ مطلوبہ زبان میں زبانی طور پر نقل کرتا ہے، چاہے یہ الفاظ تقریری طور پر ادا کئے گئے ہوں یا تحریری طور پر متن کی شکل میں موجود ہوں۔ ماہرین فن کے مطابق یہ ترجمہ کی مشکل ترین شکل ہے جس میں مترجم کو کوئی وقفہ نہیں ملتا جس میں وہ اپنے ترجمہ کو مرتب کرے یا اس پر غور اور نظر ثانی کر سکے کیوں کہ ترجمہ کی اس قسم میں تقریر کا ایک حصہ ختم ہوتے ہی یا کبھی دوران تقریر ہی مترجم کو ترجمہ کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے البتہ ترجمہ کی اس قسم میں تحریری ترجمہ کی سی باریکی اور اسلوب کی پابندی کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ مترجم کو تقریر کے خلاصہ یا خوائے کلام کو منتقل کر دینا کافی ہوتا ہے۔ زبانی ترجمہ کی بھی ذیلی کئی قسمیں ہیں:

تحریری زبان کا ترجمہ

ترجمہ کی اس قسم میں مترجم اصل زبان میں تحریر شدہ خطبہ یا کوئی لکھا ہوا متن دیکھ کر فوراً برجستہ اسے زبانی طور پر مطلوبہ زبان میں منتقل کر دیتا ہے، اس منتقل کرنے میں مترجم کو کوئی وقفہ نہیں ملتا جس میں وہ اپنے ترجمہ کو مرتب کرے یا اس پر غور اور نظر ثانی کر سکے بلکہ متن دیکھ کر وہ ترجمہ کرتا چلا جاتا ہے۔

مسلسل ترجمہ

ترجمہ کی اس قسم میں دو الگ الگ زبانیں بولنے والے افراد کی دو جماعتوں کے درمیان مترجم کو ترجمہ کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں، ترجمہ کی یہ شکل بین الاقوامی سیمناروں، کانفرنسوں یا علمی مجالس میں ملتی ہے، اس طریقہ کار میں پہلے ایک گروپ کا آدمی تقریر کرتا ہے یا رائے اور تجویز پیش کرتا ہے جسے مترجم دوسرے گروپ کی زبان میں منتقل کرتا ہے، اس پر دوسرا گروپ اپنی زبان میں تقریر کا جواب دیتا ہے یا اس رائے و تجویز پر تبصرہ کرتا ہے، اس تبصرہ یا جواب کو مترجم پھر پہلی زبان میں منتقل کرتا ہے۔

اس ترجمہ میں مترجم کو اپنی سماعت کو مکمل طور پر مقرر کی طرف مرکوز رکھنا پڑتا ہے، ایک ایک لفظ کے مفہوم کو، اس کے سیاق وسباق کو سمجھنا پڑتا ہے، پھر پوری حاضر دماغی کے ساتھ فوراً دوسری زبان میں پیش کرنا ہوتا ہے تا کہ اس زبان کے سامعین اس پر اپنا جواب دے سکیں، پھر یہ اسے پہلی زبان میں منتقل کرے گا۔ جس پر پہلا گروپ فوراً جائزہ لے گا کہ اس کی بات صحیح طور پر دوسری زبان کے سامعین تک پہنچی یا نہیں اور اس کا صحیح جواب ملا یا نہیں۔ اس طرح سے ترجمہ کی یہ قسم غیر معمولی ذمہ دارنہ فریضہ ادا کرتی ہے کہ مترجم پوری ذمہ داری کے ساتھ ترجمہ کرے کیوں کہ اس موقع پر ذرا سی لغزش بھی مترجم کیے لیے سبکی کا باعث بن سکتی ہے کیوں کہ یہاں ترجمہ کے ساتھ ہی ساتھ دونوں زبانوں پر سامعین کی جانب سے تنقیح بھی ہوتی جاتی ہے۔

متوازی ترجمہ:۔

ترجمہ کی اس قسم میں مقرر تقریر کرتا رہتا ہے اور مترجم متوازی طور پر فوراً حاضرین کی زبان میں اس تقریر کو منتقل کرتا رہتا ہے، ترجمہ کی یہ شکل بین الاقوامی سمیناروں یا اجتماعات میں پیش آتی ہے جہاں بیرونی مہمانوں کی تقریروں کا مقامی زبان میں ترجمہ کرنا ہوتا ہے، جس میں مقرر تقریر کرتا رہتا ہے اور مترجم کے ترجمہ کے لئے کوئی وقفہ نہیں دیتا اور مترجم متوازی طور پر فی البدیہ فوراً حاضرین کی زبان میں اس تقریر کو منتقل کرتا رہتا ہے۔

مسلسل ترجمہ اور متوازی ترجمہ کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ مسلسل ترجمہ میں گفتگو کرنے والا اپنی گفتگو کے دوران وقفہ دیتا ہے تا کہ مترجم ترجمہ کر سکے، جب کہ متوازی ترجمہ میں ایسا نہیں ہوتا، مسلسل ترجمہ میں مترجم مقرر کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے، تقریر کے اہم نکات کو نوٹ کرتا ہے، پھر جملوں کو بعجلت ممکنہ ہی سہی لیکن مرتب کر کے حاضرین کی زبان میں منتقل کرتا ہے، اس کے برخلاف متوازی ترجمہ میں مترجم ساتھ میں نہیں بیٹھتا بلکہ وہ اپنی کیبن میں بیٹھا مقرر کی تقریر ہیڈ فون کی مدد سے سنتا ہے اور مالک کی مدد سے مطلوبہ زبان کے سامعین تک پہنچاتا ہے جسے وہ لوگ بھی ہیڈ فون کی مدد سے سنتے ہیں۔ زبانی ترجمہ کی مذکورہ بالا قسموں کے بعد اب ہم تحریری ترجمہ کا تعارف کراتے ہیں، اور موضوعات کے اعتبار سے اس کی متعدد قسموں کی تفصیلات بیان کرتے ہیں۔

1.2.3۔تحریری ترجمہ

تحریری ترجمہ یہ ہے کہ متن کو مطلوبہ زبان میں تحریری طور پر منتقل کیا جائے، یہ ترجمہ بعض پہلوؤں سے آسان سمجھا جاتا ہے کیوں کہ اس میں ترجمہ نگار کو جملوں کی ساخت اور الفاظ کی بندش کے لئے وافر وقت مل جاتا ہے کہ وہ اپنے تحریر شدہ ترجمہ کے مواد پر اچھی طرح غور اور نظر ثانی کر لے، اس میں حذف واضافہ کر لے، الفاظ کے نوک پلک درست کر دے اور ترجمہ میں جس قدر ممکن ہو سکے حسن پیدا کرنے کی کوشش کرے لیکن ساتھ ہی ساتھ ترجمہ کی یہ قسم مشکل ترین بھی ہے کہ اس میں مترجم کو نہایت باریک بینی کے ساتھ متن کے اسلوب کی رعایت کرتے ہوئے الفاظ کو مطلوبہ زبان میں منتقل کرنا اور اسے ضبط تحریر میں لانا ہوتا ہے تا کہ مستقبل میں کوئی اس کے ترجمہ پر انگلی نہ اٹھا سکے اور قاری جب بھی اس

کے ترجمہ کو پڑھے اس کے ترجمہ شدہ مواد کے بارے میں اچھا تاثر لے سکے۔

تحریری ترجمہ کی ذیلی اقسام:

تحریری ترجمہ کا تعارف جان لینے کے بعد اب ہم اس کی قسموں کے متعلق جانکاری حاصل کرتے ہیں۔موضوعات اور اسلوب کے اعتبار سے بھی تحریری ترجمہ کی بھی کئی ذیلی اقسام ہیں۔

1.2.4۔علمی ترجمہ

علمی ترجمہ سے مراد مختلف فنی اور تکنیکی علوم کی کتابوں کا ترجمہ کرنا ہے جن میں ان علوم کے متعلقہ مباحث اور ان علوم کی معلومات پائی جاتی ہیں، مثلاً ریاضی، طبیعات، کیمیا، حیاتیات، جغرافیہ، طب، ہندسہ اور اس طرح کے بے شمار دیگر علوم کی کتابوں کا ترجمہ شامل ہے۔علمی ترجمہ ایک نازک عمل ہے جس کے لئے مترجم میں حسب ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے کہ دونوں زبانوں پر گہری نظر ہو۔جس علمی موضوع پر کتاب ہے اس موضوع پر بنیادی واقفیت ہو۔متعلقہ موضوع پر دونوں زبانوں کی فنی اصطلاحات پر دسترس حاصل ہو۔حسن تعبیر پر قدرت حاصل ہو۔

یہ بات فن ترجمہ نگاری کے ماہرین کے نزدیک مسلم ہے کہ علمی ترجمہ اگر ایسا شخص کر رہا ہو جو اس موضوع کا ماہر ہو، متعلقہ موضوع کی اصطلاحات سے واقف ہو تو پھر علمی ترجمہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں، مثلاً کوئی طبیب جو عربی اور اردو دونوں زبانوں پر قدرت رکھتا ہو، طبی اصطلاحات سے واقف ہو تو وہ بآسانی طب کی کسی بھی کتاب کا ترجمہ کر سکتا ہے بمقابلہ اس شخص کے جو طب سے نا آشنا ہو اور صرف عربی اور اردو زبان پر عبور رکھتا ہو، کیونکہ فن سے واقفیت کی وجہ سے عام مترجم کے مقابلہ میں طبیب زیادہ واضح اور بے تکلف اسلوب میں مناسب اصطلاحات اور تعبیرات کے ذریعہ مفہوم واضح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔علمی کتابیں فنی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ مختلف اشکال، تصاویر، نقشوں، جدولوں اور اشاروں پر ہوتی ہیں جن کو ماہر فن ہی زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے اور زیادہ آسانی سے دوسری زبان میں منتقل کر سکتا ہے۔

1.2.5۔ادبی ترجمہ

ادبی ترجمہ سے مراد ادبی شہ پاروں مثلاً ناول، افسانہ، ڈرامہ، مضامین اور ان سب سے بڑھ کر شاعری کی متعدد اصناف سخن کا ترجمہ کرنا ہے۔ادبی تراجم ان کتابوں یا ادب پاروں کے ہوتے ہیں جن کے لکھنے والے زبان و ادب کے فنکار مانے جاتے ہیں۔ادبی ترجمہ، ترجمہ نگاری کی ایک مشکل ترین قسم ہے جس میں الفاظ کے ساتھ ساتھ متن کی روح اور کیفیات، ادیب کے احساسات اور جذبات کو بھی مطلوبہ زبان میں منتقل کرنا ہوتا ہے تاکہ قاری پر وہی اثر مرتب ہو سکے جو اصل متن پڑھنے کے بعد ہوتا ہے۔ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا یقیناً آسان

نہیں ہے کیونکہ ہر زبان کی اپنی ضروریات اور خصوصیات ہوتی ہیں۔ ہر زبان کے محاورے، استعارے، مزاج، تراکیب اور طرز ادا مختلف ہوتا ہے، ہر زبان کا اپنا پس منظر اور حسن و آہنگ ہوتا ہے، اسی طرح ہر زبان کا طرز ادا مختلف ہوتا ہے، ہر زبان کے الفاظ میں معنی کی وسعت کی مشکلات بھی پائی جاتی ہیں، کبھی کبھی کسی زبان کے الفاظ میں وسعت اور گہرائی اس قدر ہوتی ہے کہ دوسری زبان میں اس کا متبادل ڈھونڈنا ناممکن ہو جاتا ہے، جس سے مفہوم میں وہ تاثیر پیدا ہی نہیں ہوتی۔ پھر ایک اور مشکل اس وقت آتی ہے جب ایک زبان کے محاورے اور ضرب الامثال کا ترجمہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ ہر زبان اور ماحول کے اپنے محاورے اور ضرب الامثال ہوتے ہیں۔

بہترین ترجمہ وہ ہے جس میں متن کے ساتھ ساتھ دوسری زبان کا اصل متبادل بھی پیش کیا گیا ہو۔ ترجمہ اصل متن کے لب و لہجے کی ترجمانی کر رہا ہو اس میں متن کے مفہوم کے ساتھ اس کا ذائقہ بھی منتقل ہو جائے۔ کسی بھی بہترین ادبی نمونے کا ترجمہ کرنا یقیناً انتہائی مشکل کام ہوتا ہے۔ کسی بڑے شاعر کے کلام کا نثر میں ترجمہ اس سے بھی مشکل کام ہے۔ ادبی تراجم میں نہایت احتیاط اور پابندی ضروری ہوتی ہے تاکہ کہیں حقیقی فنکار کی تخلیقی روح مسخ نہ ہو جائے۔

ظ۔ انصاری اپنے مضمون ترجمے کے بنیادی مسائل میں کہتے ہیں:

"ادبی ترجمے میں مترجم پر مصنف کے خیالات کی پابندی فرض ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ و محاورات اور اس کے اسلوب بیان کی تقلید فرض نہیں ہوتی۔ کیوں کہ تصرف کے بغیر ترجمے میں کام نہیں چل سکتا اور اس بات میں جس قدر آزادی سے کام لیا جائے گا ترجمہ اسی قدر تصنیف سے قریب ہوگا۔"

لہٰذا ادبی ترجمہ میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ کلام یا عبارت کی اصل روح کو مسخ کئے بغیر ناگزیر تصرفات کر کے تراجم کئے جائیں۔ ادبی ترجمہ اپنی ساخت کے اعتبار سے بنیادی طور پر دو خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ نثر
۲۔ نظم

ادبی نثر کے ترجمہ کے دوران مترجم کو حسب ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

ادبی عبارت کا ترجمہ ادبی عبارت کے ذریعہ ہی ہو، اس طور پر کہ اصل متن کی پوری تصویر اس میں واضح ہو، کسی پہلو میں جھول نہ ہو۔ ادب پارہ کا ترجمہ اس طرح کیا جائے کہ گویا مترجم خود اس کا تخلیق کار ہو۔

ادبی ترجمہ میں صرف زبان دانی کافی نہیں بلکہ مترجم میں ادبی ذوق اور ادب کی چاشنی پائی جائے۔ جب تک مترجم اہل زبان کی سی واقفیت نہ رکھتا ہو، اس وقت تک کسی زبان کے ادب پارہ کا ترجمہ اس کے لئے درست نہیں۔ مترجم کو چاہئے کہ زبان کے ساتھ ساتھ اہل زبان کی تہذیب و ثقافت اور مزاج سے بھی واقفیت رکھتا ہو۔

مذکورہ بالا امور میں سے کوئی ایک پہلو بھی اگر چھوٹ جائے تو یہ نہ صرف متن کی روح کو مجروح کرے گا بلکہ صاحب متن اور خود کے

ساتھ بھی زیادتی شمار ہوگا۔

نظم و شعر:

جہاں تک شاعری کا تعلق ہے یہ ترجمے میں سب سے مشکل قسم کہی جاسکتی ہے۔ یہاں کئی لغزشیں ہونے کے امکانات رہتے ہیں۔اس میں جتنی محنت ایک شاعر اپنے اشعار کے لئے کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ کاوشیں مترجم کو کرنی پڑتی ہیں۔ غالباً یہی وجہ یہ کہ جتنے اچھے ترجمے نثری شہ پاروں کے ہوئے ہیں، اتنے اچھے شعری ترجمے نہیں ہوسکے ہیں۔

شعری ترجمے میں اچھے شعر کے تمام لوازمات اوران کے نازک مراحل سے مترجم کو گزرنا پڑتا ہے۔وہ ایک اچھے شاعر سے زیادہ ذمہ داریاں نبھاتا ہے۔اسے شاعر کے دل و دماغ میں سفر کرکے ان کیفیات سے گزرنا پڑتا ہے جن کے تحت شعر کہا گیا ہے۔شاعر کے محسوسات کو گرفت میں لانے کے لئے مترجم کو ترجمے کی زبان کے سرمایہ الفاظ کو کھنگالنا پڑتا ہے،صوتی آہنگ کے لئے الفاظ کی ایک ایک آواز کو ناپنا اور تولنا پڑتا ہے،غرض ایک لمبی تراش خراش،تلاش اور کاوش کے بعد روح کو صحیح قالب ملتا ہے۔

ایسے موقعوں پر ہیئت یا فارم کا صحیح فیصلہ کرنا بھی اہمیت رکھتا ہے۔عربی میں اور اردو میں غزل، نظم، رباعی، مثنوی، مرثیہ،قصیدہ وغیرہ مختلف اصناف سخن ہیں۔ان میں سے ہر ایک کی اپنی الگ الگ خصوصیات اور اپنا الگ الگ طرز بیان ہے۔ظاہر ہے کہ ہر ادب میں یہ اصناف رائج نہیں ہیں اس لئے ترجمے والی زبان میں مروج اصناف میں سے اپنے مقصد کے لئے کسی ایک کو اس طرح چننا چاہئے کہ وہ سارے تقاضے پورے کرے۔شعری ترجمے میں مرکزی خیال کو گرفت میں لے کر اسے متعلقہ زبان میں ظاہر کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔ ہمیں اس تاثر کو بھی پیش کرنا ہوگا جو اصل کو پڑھ کر قاری کے ذہن میں قائم ہوتا ہے۔

اس لئے بلاشبہ شاعری کا ترجمہ ایک کٹھن راستہ ہے جسے عبور کرنے کے لئے ترجمے کے اصولوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے،شاعری کے ترجمہ کرنے کا عمل بہت مشکل ہے جب کہ کسی نثری پارے کا ترجمہ بھی کچھ آسان نہیں ہوتا لیکن شاعری میں پیچیدگیوں کے کئی اسباب ہیں مثلاً۔شاعری میں شاعر الفاظ کو بارہا علامت،اشارے، کنایے اور استعارتی معنوں میں استعمال کرتا ہے۔بسا اوقات الفاظ حقیقی معنوں میں کچھ اور مفہوم دیتے ہیں جبکہ مجازی معنوں میں ان کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔شاعری میں شاعر کا اپنا ایک خاص لہجہ (Tone) ہوتا ہے۔اسی طرح شاعری مخصوص موڈ سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر نظم کا ایک اندرونی آہنگ ہوتا ہے۔جس سے اُس کا صوتی تاثر بنتا ہے۔ان تمام پہلوؤں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے تا کہ شاعری کا ترجمہ S.Language سے T. Language میں کامیابی کے ساتھ ہو سکے۔

ادبی ترجمہ بالخصوص شاعری کے ترجمے میں محض معنی کی تبدیلی یا ترسیل سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں کیونکہ لفظ معنی کے ساتھ مخصوص ثقافتی اور تہذیبی فضا وابستہ ہوتی ہے۔صحیح ترجمہ نہ ہونے کی صورت میں کسی لفظ کے حقیقی معنی کے گم ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔لسانیاتی قواعد کی رو سے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے Source Language اور Target Language کے مابین ہم پلہ لفظ (Words Equivlent) کے

طریقہ کار کو آزمایا جاتا ہے۔متبادل ہم پلہ لفظ نہ ملنے کی صورت میں مستعار لفظ (Borrow words) کا طریقہ اپنانا پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ Source Language سے شاعری کے آہنگ کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بھی کڑی آزمائش ہے۔جبکہ شاعری میں تمثیل، Images، علامت، تلمیح، استعارے کو ہو بہو منتقل کرنا بھی مشکل کام ہے۔جس کے لئے کبھی کبھی مترجم کو شارح بننا پڑتا ہے حالانکہ ترجمہ اور تشریح دو الگ راستے ہیں۔

شاعری کا ترجمہ کرتے وقت ضروری ہے کہ مترجم کسی نظم کو جسے وہ ترجمہ کرنا چاہتا ہے اسے گہرائی سے پڑھے اور اس عمل سے بار بار گزرے تاکہ شاعرانہ Images، شاعری کے آہنگ، اس کے صوتی تاثر، شاعری کے لہجے میں سرشار ہو جائے۔شاعری کی زبان سے آشنائی حاصل کرے تاکہ وہ شاعر کی زبان اور الفاظ کے حقیقی مفہوم تک پہنچ سکے۔

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا یقیناً آسان نہیں ہے۔کیونکہ ہر زبان کی اپنی ضروریات اور خصوصیات ہوتی ہیں۔ہر زبان کے محاورے، استعارے، مزاج، تراکیب اور طرز ادا مختلف ہوتے ہیں۔ہر زبان کا اپنا پس منظر اور حسن و آہنگ ہوتا ہے۔اس طرح ہر زبان کا طرز ادا مختلف ہوتا ہے۔ہر زبان کے الفاظ میں وسعت اور تنگی کی مشکلات بھی پائی جاتی ہیں۔کبھی کبھی کسی زبان کے الفاظ میں وسعت اور گہرائی اس قدر ہوتی ہے کہ وہ دوسری زبان میں اس کا متبادل ڈھونڈنا ناممکن ہو جاتا ہے جس سے مفہوم میں وہ تاثیر پیدا ہی نہیں ہوتی۔

پھر ایک اور مشکل اس وقت آتی ہے جب ایک زبان کے محاورے اور ضرب الامثال کا ترجمہ کرنا پڑتا ہے۔کیونکہ ہر زبان اور ماحول کے اپنے محاورے اور ضرب الامثال ہوتی ہیں۔مترجم اس وقت بھی مشکلات کا شکار ہوتا ہے جب وہ آزادی سے اپنی زبان کے محاسن کو دوسری زبان میں منتقل نہیں کر پاتا۔وہ مصنف کی طرح آزاد نہیں ہوتا کہ اپنی فکر کے مطابق اسلوب، الفاظ اور استعارے استعمال کرے۔

بہترین ترجمہ وہ ہے جس میں متن کے ساتھ ساتھ دوسری زبان کا اصل متبادل بھی پیش کیا گیا ہو۔اصل متن کے لب و لہجے کی ترجمانی کر رہا ہو اس میں متن کے مفہوم کے ساتھ اس کا ذائقہ بھی منتقل ہو جائے۔کسی بھی بہترین ادبی نمونے کا ترجمہ کرنا یقیناً انتہائی مشکل کام ہوتا ہے۔کسی بڑے شاعر کے کلام کا نثر میں ترجمہ اس سے بھی مشکل کام ہے۔

1.2.6۔علمی و ادبی ترجمہ میں فرق

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ علمی ترجمہ اور ادبی ترجمہ میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ علمی ترجمہ میں متن میں پائی جانے والی دقیق اصطلاحات اور فنی مباحث کو مطلوبہ زبان میں واضح عبارتوں میں غیر مبہم شکل میں منتقل کرنا مقصود ہوتا ہے، جب کہ ادبی ترجمہ میں متن کی خوبصورتی اور نظامِ استعارات و تشبیہات کے معیار اور الفاظ کے آہنگ کو برقرار رکھنا ہوتا ہے کہ ترجمہ میں بھی اصل متن کی کی تاثیر پیدا ہو سکے۔

قانونی ترجمہ:

قانوی ترجمہ سے مراد کسی بھی زبان میں پائی جانے والی قانونی دستاویزات، وثیقہ جات، عدالتی احکامات، قانونی معاہدات، حلف نامے اور عدالتی کاروائیوں کا ترجمہ ہے۔ اہل فن کے مطابق ترجمہ کی تمام اقسام میں یہ قسم سب سے زیادہ نازک اور مشکل سمجھی جاتی ہے اور زیادہ وقت طلب اور وسیع تجربہ چاہتی ہے۔

مترجم کے لئے لسانی مہارت کے ساتھ قانونی متون کے ترجمہ میں دونوں نظام ہائے قانون T.L&S.L کی باریکیوں پر نظر ہونی چاہئے اور دونوں زبانوں کی قانونی اصطلاحات کا تقابلی مطالعہ ہونا چاہئے کیونکہ قانونی ترجمہ میں جو اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں وہ اس قانونی نظام کی عکاس ہوتی ہیں جن کا پورے نظام کو سمجھے بغیر صرف ڈکشنری کی مدد سے ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا کے کسی بھی قانون کی زبان میں بنیادی طور پر حسب ذیل خصوصیات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں۔ باریکی اور گہرائی کسی بھی قانون کی زبان میں مستعمل الفاظ اپنے اندر بے پناہ گہرائی رکھتے ہیں اور مسئلہ کا بہت باریکی سے احاطہ کرتے ہیں۔

سادگی و بے تکلفی: کسی بھی قانون کی زبان میں مستعمل الفاظ سادہ، بے تکلف اور مسجع ومقفی عبارتوں سے پاک ہوتے ہیں۔ کسی بھی قانون کی زبان میں مستعمل الفاظ اپنے مفہوم ومطالب کی ادائیگی میں نہایت واضح اور ہر طرح کے ابہام واشتباہ سے خالی ہوتے ہیں۔

قانونی ترجمہ میں مترجم کو حسب ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ قانونی مترجم کے لئے ضروری ہے کہ دوران ترجمہ ہمیشہ مروجہ مماثل اصطلاح کو تلاش کرے یعنی اصل زبان S.L کی کسی بھی قانونی اصطلاح کا مطلوبہ زبان میں رائج اصطلاح میں ترجمہ کرے کہ جس میں نہ تو لغوی طور پر کوئی ابہام ہو اور نہ ہی اصطلاحی طور پر کوئی اشتباہ ہو۔ مطلوبہ زبان میں مروجہ اصطلاح مل جانے کی صورت میں مترجم کو اپنی طرف سے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں رہتی بلکہ قانونی اصطلاح کے ترجمہ میں اسی اصطلاح کو استعمال کرے۔

اگر مطلوبہ زبان میں مروجہ اصطلاح نہ مل سکے تو پھر مترجم کو چاہئے کہ حسب ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرے۔ لفظی متبادل کا استعمال کرے اگر وہ صحیح مفہوم ادا کر رہا ہو۔ متن کا توضیحی ترجمہ کرے اور اصطلاح کو متن کی عبارت میں ہی قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کردے جس سے اس اصطلاح کا مطلب قاری کو سمجھ میں آجائے۔ متن میں اس اصطلاح کو من وعن نقل کردے اور حاشیہ میں اس کی تشریح کردے یا پھر اجتہاد سے کام لیتے ہوئے نئی اصطلاح ایجاد کرے۔ قانونی زبان بذات خود ایک اصطلاح ہے جس کا اطلاق مندرجہ ذیل اسالیب پر ہوتا ہے۔

قانون کی تدریس کی زبان: یعنی وہ زبان جو قانون کی تدریس میں یا اس موضوع پر لکھے جانے والے مقالات، مباحث اور علمی مضامین میں استعمال ہوتی ہے۔

عدالتی زبان: یعنی وہ زبان جو قانون سازی اور دستور کی تدوین میں استعمال ہوتی ہے نیز وہ ملکی و ریاستی قوانین جو پارلیمانی ومقننہ کی سطح پر منظور ہوتے ہیں اس میں استعمال کی جانے والی زبان، دستاویزات اور معاہدات کی مختلف دفعات اور شقوں کی ترتیب وتدوین میں استعمال

کی جانے والی زبان بھی قانونی زبان کہلاتی ہے۔

مذہبی ترجمہ:۔ مذہبی ترجمہ سے مراد مذہبی کتابوں یا دینی عقائد وتعلیمات اور مذہبی عبارتوں کا ترجمہ ہے، ترجمہ کی یہ قسم بھی وقت طلب اور گہرائی کی حامل ہے جس میں نہایت اہتمام اور باریک بینی کے ساتھ سلیس اسلوب میں مذکورہ بالا موضوعات پر مشتمل مذہبی متون کو اصل زبان سے مطلوبہ زبان میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔ مذہبی ترجمہ نگاری میں لسانی مہارت کے ساتھ ساتھ اس مذہب اور مذہبی کتابوں پر عبور، اس مذہب کی تشریحات، مصادر و ماخذ پر نظر، اس مذہب کی مخصوص اصطلاحات کا گہرا علم اور ان مذاہب کی ثقافت وتہذیب سے واقفیت ضروری ہے۔

چنانچہ اگر صرف زبان دانی اور جملوں کی نحوی وصرفی ساخت کی بنیاد پر مذہبی عبارتوں کا ترجمہ کیا جائے اور دیگر مستند مصادر کو دوران ترجمہ ملحوظ نہ رکھا جائے تو ایسا ترجمہ بسا اوقات مذہبی انتشار کا سبب بن جاتا ہے اور مذہب پر مثبت کے بجائے منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ مذہبی کتابوں کے ترجمے کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھی جائے کہ مذہبی صحیفوں یا قانون کی کتابوں میں قطعاً خود سے نہ تو کچھ بڑھایا جا سکتا ہے اور نہ ہی کمی کی جا سکتی ہے۔ لہذا ایسی کتابوں کا لفظی ترجمہ ہی کیا جانا چاہیئے۔

خودکار یا مشینی ترجمہ:

مشینی ترجمہ سے مراد وہ ترجمہ ہے جس میں یہ عمل کمپیوٹر کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اس میں ترجمہ کے لئے بنایا گیا کمپیوٹر پروگرام از خود متن کو پڑھتا ہے، اس کا تحلیل وتجزیہ کرتا ہے، جملوں کی نشست و برخاست دیکھتا ہے اور پھر اس متن کو مطلوبہ زبان میں منتقل کرتا ہے یہ تمام عمل انسانی مدد کے بغیر خودکار طور پر کمپیوٹر کے سافٹ ویر کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔

مشینی ترجمہ دور جدید کی ایجاد ہے۔ دنیا کی تقریبا ہر بڑی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے سوفٹ ویئرز موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سوفٹ ویئرز کے ذریعے کسی نہ کسی حد تک ترجمے میں مدد تو مل سکتی ہے مگر حقیقی طور پر ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ زبان اور اس کی باریکیاں، سیاق وسباق، تعبیرات کی نزاکت ولطافت کے برتاؤ کے لیے دو اور دو چار کی طرح کوئی حسابی فارمولہ نہیں ہے، اس طرح کے حسابی عمل میں کمپیوٹر کی مہارت اور سبک رفتاری تو واضح ہے لیکن ترجمہ کا عمل اس قبیل سے تعلق نہیں رکھتا کمپیوٹر کی ترجمہ کاری اس لئے ناکام ثابت ہوئی ہے۔

شاعری سے قطع نظر نثری ترجمہ نگاری کے دوران بھی دو قسم کے مواد سے وابستہ پڑتا ہے۔ ایک سادہ نثر اور دوسری نظریاتی، ادبی تہذیبی اور تاریخ پس منظر رکھنے والا نثری سرمایہ۔ سادہ نثر جو بالکل ابتدائی ساخت کے جملوں پر مشتمل ہو، کمپیوٹر ان کا ترجمہ تو کرسکتا ہے یا ڈکشنری کی طرز پر مفردات کا متبادل لفظ تلاش کرسکتا ہے، لیکن ادبی تخلیقات کی زبان میں معانی سادہ اور واضح نہیں ہوتے بلکہ وہاں بہت سے استعارات وکنایات اور بین السطور Between The Lines ہوتے ہیں جہاں تک کمپیوٹر کی رسائی نہیں ہوتی۔ ایسے میں کمپیوٹر کی بے بسی واضح ہے۔

بہر حال ترجمہ کے لئے ایجاد ہونے والے ان سوفٹ ویئرز کا وجود اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ دنیا بھر میں ترجمے کی اہمیت اجاگر ہو رہی ہے۔ آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہمارے ہاں ایسے ماہر مترجمین تیار کئے جائیں جو بیک وقت اردو اور دیگر زبانوں کی وسیع تفہیم رکھتے ہوں۔ اپنی اور دوسری زبان کے علمی، ادبی اور تہذیبی پس منظر سے واقف ہوں تاکہ دوران ترجمہ دونوں زبانوں کے پس منظر سے واقف رہ

کر ترجمہ کاری کی نزاکتوں سے عہدہ برآ ہوں تاکہ ہم دیگر زبانوں میں ہونے والے علمی کام سے اپنے آپ کو ہم آہنگ رکھ سکیں۔

ترجمے کے اسالیب: موضوعات کے اعتبار سے ترجمہ کی مختلف قسموں کو جاننے کے بعد یہاں اسلوب کے لحاظ سے ترجمے کی درج ذیل اقسام بیان کی جاتی ہیں:

1۔ لفظی ترجمہ

2۔ بامحاورہ ترجمہ

1۔ لفظی ترجمہ:

کسی عبارت یا تحریر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ لفظی ترجمہ کہلاتا ہے اگر یہ بات کہی جائے کہ صحیح ترجمہ وہ ہے جو لفظ بہ لفظ کیا جائے اور خود سے اس میں کوئی کمی بیشی نہ کی جائے، مذہبی، فنی یا سائنسی کتابوں کے ترجمے کرتے ہوئے پیش نظر رکھی جائے تو یہ سو فیصد درست نظر آتی ہے۔ مذہبی صحیفوں یا قانون کی کتابوں میں خود سے نہ تو کچھ بڑھایا جا سکتا ہے اور نہ ہی کمی کی جا سکتی ہے لہذا ایسی کتابوں کا لفظی ترجمہ ہی کیا جانا چاہئے۔

2۔ بامحاورہ ترجمہ:۔

ایسا ترجمہ جو مصنف کی تحریر کے مفہوم کو رواں، عام فہم انداز، بلا تکلف روزمرہ کی زبان میں بیان کرے، بامحاورہ ترجمہ کہلاتا ہے۔ ادبی تراجم میں بامحاورہ ترجمہ کا استعمال عبارت کے حسن اور اس کے تاثر کو برقرار رکھنے میں معاون ہوتا ہے۔ بامحاورہ ترجمے کے لئے نہ صرف دونوں زبانوں سے واقفیت ہونا لازمی ہے بلکہ اس کی تہذیب و معاشرت و محاورات اور ضرب الامثال سے آشنائی بھی ضروری ہے۔

بامحاورہ یا آزاد ترجمہ کرتے وقت مترجم کی طرف سے حذف و اضافہ کا عمل نمایاں ہوتا ہے۔ لہذا اس نوع کے تراجم کا مطالعہ کرنے کے بعد قاری اصل فن پارہ کا محض ایک ہلکا سا تاثر ہی قبول کر سکتا ہے۔ اس کے برخلاف لفظی ترجمہ کا فریضہ اگر احسن طریق سے انجام پا جائے تو ایسی صورت میں قارئین تک اصل تخلیق کی ترسیل کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

آزاد اور لفظی ترجمہ مغربی اصطلاح ہے، دونوں طریق کار کے مطابق اصل متن کو دوسری زبان (T.L) کے توسط سے قارئین تک اس خوشبو کو پہنچانا ہے جو معنوی اور ظاہری صورت میں وحدت تاثر کو قابو میں رکھے۔ اس طرح آزاد ترجمے میں تخلیقی اور جمالیاتی طرز عمل کو اپنایا جاتا ہے جبکہ لفظی ترجمہ میں مترجم اصل متن اور تخلیق کار سے وفاداری نبھاتا ہے۔

فن ترجمہ نگاری میں شاعری کے ترجمے میں بہت سی مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ جنہیں آسان بنانے کے لئے آندرے لی غیور نے مختلف قسم کے طریقوں سے حل بتایا ہے۔

1۔ Phonemic Translation صوتی ترجمہ: اس قسم کے ترجمہ میں Source Language کے صوتی تاثر کو Target Language میں از سر نو تخلیق (Reproduce) کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

2۔ ہو بہو لفظی ترجمہ Literal Translation: اس حکمت عملی میں لفظ بہ لفظ ترجمے پر زور دیا جاتا ہے۔ اگر چہ اس قسم سے ترجمے کی روح کو نقصان پہنچتا ہے۔

3۔ شاعری کا نثری ترجمہ Poetry into Prose: ترجمے کی اس قسم میں شعر کو نثر میں ڈھالا جاتا ہے، اس قسم میں ترجمے کا ابلاغ آسان ہو جاتا ہے۔

4۔ موزوں روم کے ساتھ ترجمہ Rhymed Translation: ترجمے کی اس قسم میں مترجم کو ترجمہ کے علاوہ مزید دوسری پابندیاں اٹھانا پڑتی ہیں یعنی الفاظ کو منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ آہنگ، موسقیت اور بحور کا بھی خیال رکھا جائے۔ اس طرح کے ترجمے میں اصل کا محض خاکہ بنانا ممکن ہے۔

5۔ تشریحی ترجمہ Interpretation Translation: اس قسم کے ترجمہ میں S. L کا متن (Text) بحال رہتا ہے مگر ہئیت تبدیل ہو جاتی ہے کیونکہ مترجم نظم کی نقل تخلیق کرتا ہے جس میں نظم کا عنوان اور خیال اور اس کا اختتامیہ ایک سا ہوتا ہے۔

ترجمہ کی انواع واقسام کی بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اب جبکہ ترجمہ کو باقاعدہ فن کا درجہ حاصل ہو گیا ہے اور اس کی متعدد اقسام وجود میں آ چکی ہیں، نیز اس حوالے سے بہت سے اصول وضوابط اور نظریات بھی سامنے آ چکے ہیں۔ لہذا مترجمین کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوران ترجمہ ان اقسام کو ملحوظ رکھیں اور ان اقسام کے مطابق ان کے اصول وضوابط اور ترجمے کے علمی نظریات کو مدنظر رکھیں۔

1.2.7 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1۔ ترجمہ ایک زبان کے متن کو دوسری زبان میں __________ کرنے کا عمل ہے۔

2۔ لفظ بہ لفظ ترجمے کو __________ ترجمہ بھی کہا جاتا ہے۔

3۔ جس ترجمے میں مفہوم کو اصل متن پر ترجیح دی جائے، اسے __________ ترجمہ کہتے ہیں۔

4۔ محاوروں اور روزمرہ کے مطابق کیا گیا ترجمہ __________ ترجمہ کہلاتا ہے۔

5۔ ترجمے کے فن میں مترجم کے لیے دونوں زبانوں پر __________ ضروری ہے۔

1.3 عمومی جائزہ

ترجمے کا فن اس زمانے میں وجود میں آیا تھا جب دوسرے ملکوں اور قوموں کے حالات جاننے کی کوشش میں کسی ایک ملک کے لوگوں نے سیاح کے شوق میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک کے سفر کا آغاز کیا تھا۔ جب یہ سیاح کسی دوسرے ملک میں پہنچتا تو اس ملک کی زبان خود سیکھتا یا کسی ایسے آدمی کا سہارا لیتا جو اس ملک کی زبان اور سیاح کی زبان دونوں سے واقف ہوتا۔

ترجمے کے فن کا محرک دوسرے ملکوں کے حالات اور ان کی علمی فتوحات کی تلاش تھی۔ جب بھی کوئی قوم علمی اور فنی دنیا میں قدم رکھتی تو عام طور سے اس کی پہلی منزل تلاش ہوتی یعنی وہ یہ جاننے کی کوشش کرتی کہ دوسری قوموں اور ملکوں نے علمی اور فنی میدانوں میں کیا کوشش کی۔ یہ ایک ایسی کھڑکی ہے جس سے جھانک کر ایک زبان کے لوگ دوسری زبان کے سماجی گروہوں یا قوموں کے حالات کی واقفیت حاصل کرتے رہے ہیں۔ انگریزی میں ترجمے کی فن پر تھیوڈر ساوری نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس کے مطابق ترجمے کے فن، اصول اور اس کے طریق کار ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ ترجمے میں اصل متن کے الفاظ کا ترجمہ ہونا چاہئے۔

۲۔ ترجمہ اصل متن کے معانی و مفاہم پر مشتمل ہو۔

۳۔ ترجمہ بالکل اصل تصنیف کی طرح پڑھا جانا چاہئے۔

۴۔ ترجمے میں اصل تصنیف کے اسلوب کی جھلک ہونی چاہئے۔

۵۔ ترجمے کو ترجمے ہی کی طرح پڑھا جانا چاہئے۔

۶۔ ترجمے میں اصل متن سے حذف واضافہ ممکن نہیں۔

۷۔ نظم کا ترجمہ منظوم یا نثر میں ہوسکتا ہے۔ یہاں ترجمے کے تین اقسام کا ذکر کریں گے جن سے ترجمے کے دوران عموماً سابقہ پڑتا ہے۔

۱۔ **لفظی ترجمہ:** یہ ایک عام روایتی اور رسمی ترجمہ ہوتا ہے جس میں عبارت ومفہوم ومطالب کے گہرے احساس اور شعور کے بغیر لفظ بہ لفظ ترجمہ کر دیا جاتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ ایک ناقص ترجمہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس سے ترجمے کا مقصد ادا نہیں ہوتا۔

۲۔ **بامحاورہ ترجمہ:**۔ اس قسم کے ترجمے میں مترجم، ترجمے کے تقاضوں، اصول وضوابط مضمون کی گہرائی اور اسلوب کی صفائی کا خیال رکھتا ہے۔ اس میں زبان وبیان کے لسانی شعور واحساس کے دوش بدوش مضمون کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مضمون کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ یہ ایک کامیاب ترجمہ کہلاتا ہے۔

۳۔ **آزاد ترجمہ:**۔ یہ ترجمہ مضمون کے عین مطابق نہیں ہوتا بلکہ فکر وخیال کی کچھ آزادی کے ساتھ اظہار میں بھی آزادی برتی جاتی ہے اس میں ہوتا یہ ہے کہ ایک پیراگراف پڑھ لیا جاتا ہے اور اس کے مفہوم کو اپنے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ خیال یہ رکھا جاتا ہے کہ پیش کردہ متن کے معانی ومفاہیم ادا ہو جائیں۔ ایسے ترجمے ادبی اعتبار سے عمدہ سمجھے جاتے ہیں۔

مختلف علوم وفنون کے تراجم کے دوران اصطلاحوں کے آجانے سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے، کیونکہ اصطلاح کا ترجمہ کوئی آسان مرحلہ نہیں مختلف علوم وفنون کی اصطلاحوں میں فرق ہوتا ہے۔ مخصوص علم کے جس نوع کی اصطلاح درکار ہے ویسی اصطلاح تراشنا ایک صاحب علم، ماہر فن اور زبان پر قدرت رکھنے والی شخصیت ہی کا کام ہے۔ وہ زبانیں جو موضوع کے مزاج اور اس کے سرشت سے لگاؤ نہیں کھا سکتیں ان سے مدد نہیں لی جاسکتی۔

1.4 آپ نے کیا سیکھا؟

اس سبق کے مطالعے سے آپ کو یہ سمجھنے کا موقع ملا کہ ترجمہ دراصل دو زبانوں، دو ثقافتوں اور دو فکری دنیاوں کے درمیان ایک بامعنی رابطہ ہے۔اس سبق نے واضح کیا کہ ترجمہ محض الفاظ کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا میکانکی عمل نہیں بلکہ ایک فنی، فکری اور ادبی سرگرمی ہے جس میں مترجم کو اصل متن کے معنی، جذبے، اسلوب اور ثقافتی پس منظر کو پوری وفاداری کے ساتھ منتقل کرنا ہوتا ہے۔آپ نے ترجمے کی مختلف اقسام جیسے لفظی، آزاد، ادبی، فنی، تکنیکی اور سمعی و بصری ترجمے کی خصوصیات کو بھی سمجھا اور یہ جانا کہ ہر قسم کا استعمال مخصوص ضرورت اور موقع سے وابستہ ہے۔اس سبق نے نہ صرف ترجمے کے عملی مسائل اور ان کے ممکنہ حل سے آگاہی فراہم کی بلکہ لسانی مہارت، تنقیدی سوچ اور ثقافتی آگہی کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ یوں اس مطالعے کے ذریعے آپ نے ترجمہ کو ایک تخلیقی اور علمی فن کے طور پر سمجھا اور معیاری ترجمہ کرنے کی بنیادی صلاحیت اور شعور حاصل کیا۔

1.5 فرہنگ

۱۔ فنی : کسی فن یا ہنر سے متعلق؛ مہارت پر مبنی۔
۲۔ فکری : سوچ، ذہن اور فکر سے متعلق۔
۳۔ لسانی : زبان سے متعلق؛ زبان کا مطالعہ یا خصوصیات۔
۴۔ ثقافتی : تہذیب، رواج، عادات اور معاشرتی روایات سے متعلق۔
۵۔ اسلوب : اندازِ بیان؛ لکھنے یا بولنے کا مخصوص طریقہ۔
۶۔ ترسیل : پیغام یا مفہوم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا۔
۷۔ مفہوم : کسی لفظ یا جملے کا مطلب یا معنی۔
۸۔ مشینی ترجمہ : کمپیوٹر یا سافٹ ویئر کے ذریعے کیا گیا ترجمہ۔
۹۔ تنقیدی : جائزہ لینے، پرکھنے یا غلطی و خوبی تلاش کرنے سے متعلق۔
۱۰۔ ساختی : جملے یا زبان کی بناوٹ اور ترتیب سے متعلق۔
۱۱۔ معنوی : معنی سے متعلق؛ وہ پہلو جو معنی کو متاثر کرے۔
۱۲۔ جواز : کسی چیز کے قابلِ قبول یا درست ہونے کی دلیل۔
۱۳۔ ترجمانی : کسی بات کی وضاحت یا معنی بیان کرنا۔
۱۴۔ ترجمہ نگاری : ٹیکسٹ یا مواد کا ترجمہ کرنے کا عمل۔

۱۵۔ فضا : ماحول، کیفیت، یا مجموعی احساس۔

۱۶۔ وسعتِ نظر : گہرا اور وسیع فکری نقط ؟ نظر؛ کھلے ذہن کا ہونا۔

۱۷۔ گہرائی : مضمون یا خیال میں سنجیدگی اور باریکی۔

۱۸۔ اجنبی بنانے (Foreignization): ترجمے میں اصل ثقافت اور زبان کے رنگ کو برقرار رکھنا۔

۱۹۔ گھریلو بنانے (Domestication) : ترجمے کو قاری کی زبان اور ثقافت کے مطابق ڈھالنا۔

۲۰۔ مقصدیت (Skopos) : ترجمے کے مقصد اور ہدف کو سامنے رکھ کر ترجمہ کرنا۔

1.6 خود جانچ سوالات

۱۔ ترجمہ نگاری کے فن پر مدلل بحث کیجئے

۲۔ ترجمہ نگاری کی اقسام پر روشنی ڈالئے

۳۔ ترجمہ نگاری کے ارتقاء پر اظہار خیال کیجئے

1.7 مشقی سوالات

۱۔ ترجمہ کو محض لفظی تبدیلی کے بجائے ایک فنی اور فکری عمل کیوں کہا جاتا ہے؟

____

____

____

____

____

____

۲۔ ترجمے کی دو بنیادی اقسام کے نام لکھیں۔

____

____

____

۳۔ ادبی ترجمہ اور فنی ترجمہ میں بنیادی فرق کیا ہے؟

۴۔ ترجمے میں ثقافتی پس منظر کا خیال رکھنا کیوں ضروری ہے؟

۔ مشینی ترجمہ کیا ہے اور اس کی کیا حدود ہیں؟

1.7.0 مشقی سوالات کے جوابات

سوال1: ترجمہ کو محض لفظی تبدیلی کے بجائے ایک فنی اور فکری عمل کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: ترجمہ کو صرف لفظی تبدیلی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس عمل میں مترجم کو نہ صرف اصل متن کے معنی سمجھنے ہوتے ہیں بلکہ اس کے پس منظر، جذبات، اسلوب اور ثقافتی رنگ کو بھی محسوس کرنا پڑتا ہے۔ مترجم کو دونوں زبانوں پر عبور حاصل ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اسی مفہوم کو ہدف زبان میں اس انداز سے منتقل کر سکے کہ متن کی روح برقرار رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمہ ایک تخلیقی، فنی اور فکری سرگرمی تسلیم کیا جاتا ہے۔

سوال2: ترجمے کی دو بنیادی اقسام کے نام لکھیں۔

جواب: ترجمے کی دو بنیادی اقسام لفظی ترجمہ اور آزاد ترجمہ ہیں۔ لفظی ترجمے میں الفاظ اور جملوں کو زیادہ سے زیادہ اصل ترتیب میں دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے، جب کہ آزاد ترجمہ میں اصل مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے زبان کو رواں، فطری اور بامحاورہ بنایا جاتا ہے۔ دونوں اقسام مخصوص مواقع پر مفید ثابت ہوتی ہیں۔

سوال3: ادبی ترجمہ اور فنی ترجمہ میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب: ادبی ترجمہ اُس وقت کیا جاتا ہے جب متن کا تعلق ادب، تخلیقی اظہار، جذبات اور اسلوب سے ہو۔ اس میں مترجم کو نہ صرف معنی بلکہ جذباتی فضا، اسلوب اور ادبی لطافت کو بھی وفاداری کے ساتھ منتقل کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس فنی یا تکنیکی ترجمہ سائنسی، پیشہ ورانہ یا تکنیکی متن کے لیے استعمال ہوتا ہے، جہاں بنیادی اہمیت درست اصطلاحات، واضح معلومات اور تکنیکی سچائی کو دی جاتی ہے۔ اس میں جذباتی پہلو کم اور معلوماتی پہلو زیادہ ہوتا ہے۔

سوال4: ترجمے میں ثقافتی پس منظر کا خیال رکھنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: ہر زبان اپنے ساتھ ایک مخصوص تہذیب، روایات اور معاشرتی اقدار لیے ہوتی ہے۔ جب کسی عبارت کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو اس میں موجود الفاظ، محاورے، اشارے اور ثقافتی حوالہ جات دوسری زبان میں براہِ راست منتقل نہیں ہو سکتے۔ اگر مترجم ثقافتی پس منظر کو نظرانداز کرے تو معنی میں بگاڑ آ سکتا ہے اور قاری اصل مقصد نہیں سمجھ سکے گا۔ اسی لیے ترجمہ کرتے وقت دونوں ثقافتوں کو سامنے رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔

سوال5: مشینی ترجمہ کیا ہے اور اس کی کیا حدود ہیں؟

جواب: مشینی ترجمہ وہ ہے جو کمپیوٹر، موبائل ایپلی کیشنز یا خودکار سافٹ ویئرز کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ جدید دور میں ترجمے کو تیز اور سہل بناتا ہے، مگر اس کی حدود بھی واضح ہیں۔ مشینی ترجمہ زبان کے اسلوب، جذبات، محاورات، ثقافتی معنویت اور ادبی لطافت کو انسان کی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ اکثر مواقع پر یہ لفظی ترجمہ تو کر دیتا ہے مگر اصل مفہوم یا جذبہ منتقل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اسی لیے پیچیدہ اور

ادبی متون کے لیے انسانی ترجمہ ناگزیر ہے۔

1.8 جواباتِ سرگرمی

1 ۔منتقل

2 ۔پابند

3 ۔معنوی

4 ۔آزاد

5 ۔عبور

1.9 امدادی کتب

1۔	اردو میں ترجمے کی روایت	قمر رئیس
2۔	فن ترجمہ نگاری۔	خلیق انجم
3۔	اردو میں ترجمے کی روایت۔	مرزا حامد بیگ
4۔	ترجمہ نگاری: فن، روایت، اصول و مسائل۔	ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ۔

سبق نمبر۲۔ترجمہ کی اہمیت وضرورت

ساخت

2.0 اغراض ومقاصد
2.1 تعارف
2.2 ترجمہ کی اہمیت وضرورت
2.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
2.3 عمومی جائزہ
2.4 آپ نے کیا سیکھا
2.5 فرہنگ
2.6 خود جانچ سوالات
2.7 مشقی سوالات
2.7.0 مشقی سوالات کے جوابات
2.8 جواباتِ سرگرمی
2.9 امدادی کتب

2.0 اغراض ومقاصد

اس سبق کا مقصد آپ کو ترجمہ کی اہمیت وضرورت کے متعلق اہم اور نادر معلومات بہم پہنچانا ہے۔دنیا ادب میں ترجمہ کی اہمیت کیا ہے؟ دیگر زبانوں کا ترجمہ اپنی زبان میں یا کسی اور زبان میں کیوں کیا جاتا ہے؟کسی زبان کے ادب کو ہمارے لئے جاننا کیوں ضروری ہے اور ایسی کیا وجہ ہے کہ ترجمہ دن بدن اہمیت کا حامل ہوتا چلا جارہا ہے۔ہمیں قدم قدم پر دیگر زبانوں کے ادب کو سمجھنے کے لئے ترجمہ کی ضرورت کیوں درپیش آتی ہے۔ترجمہ تہذیب،تمدن اور لسانی نظام کو سمجھنے میں کیوں معاون ثابت ہوتا ہے۔ترجمہ کے بغیر ہم کسی دوسری زبان کے ادب،تہذیب وتمدن اور

لسانی نظام کو کیوں اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ دنیا کی دوسری زبانوں کے ادب میں کیا لکھا جا رہا ہے اور اس کا کیا معیار ہے۔ ان مذکورہ نکات کو اُبھارنا ہی اس سبق کے مقصد میں شامل ہے۔

2.1 تعارف

دنیا میں رہنے بسنے والے انسان جس وجود کی بنا پر ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں۔ ان میں رنگ و نسل کے امتیاز، جغرافیائی بندشوں اور سیاسی تفرقوں سے بھی زیادہ بڑی وجہ زبان کا فرق ہے۔ زبان یوں تو انسان اور انسان کے درمیان ارتباط کا اہم ترین ذریعہ ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ زبانوں کا اختلاف اس ارتباط کے لئے سب سے بڑی رُکاوٹ بن جاتی ہے۔ اس رُکاوٹ کو دور کرنے اور نوع انسان کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں ترجمہ بنیادی رول ادا کرتا آیا ہے اور ترجمے ہی کی بدولت آج دنیا گلوبل ولیج (Global Village) بن سکی ہے۔

ترجمہ بنیادی طور پر ایک زبان میں موجود علمی، مذہبی یا ادبی سرمائے کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ اس سرمائے کی منتقلی دو صورتوں میں ممکن ہے۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم کسی زبان کے اس نوع کے سرمائے کی جانکاری مقررہ ضرورتوں یا مخصوص سماجی و ثقافتی تقاضوں کے مطابق دوسری زبان میں پیش کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی زبان کے اس طرح کے سرمائے بعینہ دوسری زبان میں منتقل کیا جائے۔ پہلی صورت کو ہم محض استفادہ کہہ سکتے ہیں اگر چہ علم کے پھیلاؤ کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ تاہم اس میں بھی جگہ جگہ دو زبانوں کے باہمی فرق سے پیدا شدہ مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور منتقلی کی دوسری صورت سے ہی مدد لینا پڑتی ہے۔ دوسری صورت ترجمے کی ہے جس میں زبان میں موجود معنی و مطلب ہی نہیں بلکہ خود زبان کے اسالیب اور اظہار کے طریقہ کار اور بے شمار ایسی کیفیات بھی منتقل ہوتی ہیں جو زبان کے پس پردہ ہوتی ہیں۔ اس طرح ترجمہ ایک مشکل فن ہے جو اس لحاظ سے ناگزیر ہے کہ اس کے طفیل علم و آگہی اور فکر و فن کی دولت انسانوں کی مشترکہ میراث بن جاتی ہے۔ اس کی بدولت ایک انسانی گروہ کے تجربات سے دوسرے انسانی گروہ فیض حاصل کر پاتے ہیں، عقیدے، علوم، افکار، زندگی کے رویئے، تسخیر فطرت کے خوابوں کی تعبیریں، سائنس اور ٹیکنالوجی میں انسان کی کامیابیاں اس کے ذریعے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتی رہی ہیں اور یوں علوم و فنون کے خزانے سب کے لئے کھلتے رہے ہیں۔

2.2 ترجمہ کی اہمیت اور ضرورت

علم جب کتابوں کی صورت میں مرتب ہو جاتا ہے تو پھر وہ کسی ایک قوم یا ملک کی میراث نہیں رہتا بلکہ دوسری قومیں اور دور دراز کے خطوں کے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس مشترکہ میراث سے مختلف زبانوں کے جاننے والے لوگ ترجمہ کے ذریعہ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے جب ہم دنیا کے مختلف ملکوں اور خطوں کی زبان و ادب کی تاریخ پڑھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ تمام اہم زبانوں میں ترجمے کی روایت بہت قدیم ہے۔ یہ ترجمے کی روایت ہی ہے جس کے سبب قدیم دور میں عرب اور ہندوستان کی سائنس، طب، ریاضی، ادب اور فلسفے کی

کتب کے تراجم یونانی اور لاطینی زبانوں میں ہوئے اور یورپی اقوام نے ان تراجم کی روشنی میں اپنی صلاحیتوں کو نکھارا اور ان علوم کو مزید آگے بڑھایا اور پھر یہ علوم یورپی قوموں کی مسلسل تحقیق و جستجو کے نتیجے میں پوری دنیا کے سامنے آئے۔ سقراط اور افلاطون جیسے مفکرین کے خیالات ترجمہ کے ذریعہ ہی پوری دنیا سے متعارف ہوئے۔ اسی طرح بوعلی سینا، ابن رشد اور ابونصر فارابی کے کارناموں کو عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اسی طرح بعد کے زمانے میں والٹیر نے شیکسپیر کا ترجمہ فرانسیسی میں کیا اور پاسترناک نے روسی زبان میں اہم ادبی شاہکاروں کے تراجم کر کے اپنی زبان کی بیش بہا خدمت کی۔ یوں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تمام انسانی علوم کے ارتقا اور فروغ میں تراجم کی اہمیت مستقل اور مسلم ہے۔

تراجم کو دو خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حصے میں وہ تراجم آتے ہیں جو اردو زبان کے ارتقاء کے ابتدائی دور میں سامنے آئے۔ ان میں مذہبی کتب، تمثیلیں، داستانیں، تاریخیں اور شاعری کے آزاد تراجم شامل ہیں یا پھر وہ ماخوذ کتب جنہیں کسی تخلیق کے نفس مضمون کو لے کر اردو میں اس صنف ادب یا پھر کسی دوسری صنف میں منتقل کر دیا گیا۔

شعری تخلیقات کا ترجمہ حالانکہ بہت ہی مشکل کام سمجھا جاتا ہے پھر بھی اردو میں شعری تخلیقات کے کم ترجمے نہیں ملتے ہیں۔ بیشتر ترجمے عربی، فارسی سنسکرت اور انگریزی زبانوں سے ہوئے ہیں۔ عربی زبان کے بیشتر شعری سرمائے کا ترجمہ مدرسوں سے وابستہ لوگوں نے کیا ہے۔ فارسی زبان سے دیوان حافظ کا ترجمہ کوثر چاند پوری نے کیا اور اس کی شرح اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ سنسکرت کے بھی کئی شاعروں کی تخلیقات کے تراجم اردو میں ہوئے ہیں۔

مترجم کو دو زبانوں اور دو قوموں کے درمیان لسانی اور ثقافتی سفیر کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ دو قوموں اور تہذیبوں کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ اس اہم ذمے داری کے حامل شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ ترجمے کی بنیادی شرطوں سے واقف ہو تبھی وہ اپنا کام ایمانداری سے انجام دے سکے گا۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ اصل تصنیف کی زبان، اس کے ادب اور قومی تہذیب سے اچھی طرح واقف ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس زبان پر بھی مکمل قدرت رکھتا ہو جس میں وہ ترجمہ کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ نئے یا اجنبی تہذیب کے خیالات کے اظہار کے لئے مناسب الفاظ منتخب کر سکے اور ضرورت پڑنے پر نئے الفاظ نئی اصطلاحیں اور تراکیب وضع کر سکے۔ تراجم کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ یعنی اس کا کام اصل تصنیف کے ترجمے تک محدود رہے، تشریح و توضیح، تحریف و تخفیف اور حذف و اضافہ کرنا اس کا کام نہیں۔ ڈاکٹر جانسن نے لکھا تھا کہ ترجمے کو اصل سے بہتر بنانے کی کوشش کسی بھی طرح اچھی بات نہیں ہے، اسے قابل تعریف نہیں کہا جا سکتا۔ مترجم کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ تصنیف کی فنی اور معنوی اہمیت کے پیش نظر اسے ترجمے کی زبان میں پوری ایمانداری سے منتقل کرنے کی کوشش کرے۔

ترجمے کا بنیادی مقصد علم کی ترسیل ہے۔ یہ علم کس قسم کا ہے، اس کی بنیاد پر ترجمے کے کئی مقاصد گنائے جا سکتے ہیں۔ پروفیسر محمد حسن اپنے مضمون ''ترجمہ: نوعیت اور مقصد میں لکھتے ہیں کہ بنیادی طور پر ترجمے کے تین مقاصد ممکن ہیں پہلا معلوماتی دوسرا تہذیبی اور تیسرا جمالیاتی، معلوماتی مقصد کے ضمن میں سائنسی، بشری یا سماجی علوم کی کتب کے تراجم آجاتے ہیں۔ ان تراجم کی کامیابی اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ

کتاب میں فراہم کردہ معلومات کو کتنی کامیابی کے ساتھ بغیر کسی غلطی کے صاف اور سادہ زبان میں اس طرح منتقل کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو اسے سمجھنے میں کسی طرح کی الجھن کا شکار نہ ہونا پڑے۔

ترجمے کی دوسری ضرورت تہذیبی ہے یعنی کسی معاشرے اور اس کی تہذیب کو سمجھنے کے لئے لوگ اس سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بھی ترجمے کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں افسانوی اور غیر افسانوی ادب کا ترجمہ آتا ہے۔ اس کے علاوہ سماجی اور تہذیبی علوم سے متعلق ایسی کتابوں کے ترجمے کو بھی اسی دائرے میں رکھا جاسکتا ہے جن میں مختلف تہذیبوں اور تہذیبی مظاہر کا تفصیلی مطالعہ یا مشاہدہ کیا گیا ہو۔

ترجمے کا تیسرا مقصد جمالیاتی احساس کی تسکین یا جمالیاتی انبساط ہے۔ یعنی انسان کے احساس جمال کی تسکین کے لئے فنون کی تفہیم ہونی چاہئے ظاہر ہے کہ فنون لطیفہ میں صرف شاعری ایسی چیز ہے جس کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ ترجمہ کی ضرورت عام طور چار وجوہات کی بنا پر پڑتی ہے۔ اول مذہبی یا دینی اشاعت کی خاطر جس کے نتیجے میں قرآن پاک یا انجیل کا دنیا کی مختلف زبانوں میں بے شمار ترجمے ہوئے ہیں۔ دوم ترقی یافتہ ملکوں یا قوموں کے علوم وفنون سے واقفیت پانے یا دلانے کی غرض سے جس کی بدولت یہ علوم آج عالم انسان کی مشترکہ میراث بنے ہیں۔ سوم کسی زبان کے تحریری مواد میں اضافہ کرنے کے لئے جس کی بدولت وہ زبان اس قابل بن سکے کہ ہر طرح کے اظہار کے قابل بن جائے اور چہارم کسی نوع کی گھٹن کے ماحول میں تازہ ہواؤں کے دریچے وا کرنے کے لئے۔

اس لحاظ سے ترجمے کی تین موٹی قسمیں متعین کی جاسکتی ہیں علمی ترجمہ، مذہبی کتابوں یا دینی نوعیت کے مواد کا ترجمہ اور ادبی ترجمہ۔ علمی ترجمہ کی ذیل میں تمام سائنسی علوم وفنون نیز سماجی علم کی کتابیں یا تحریریں آتی ہیں۔ اس قسم کے ترجمے میں سب سے اہم مسئلہ اصطلاحات تلاش کرنے یا انہیں وضع کرنے کا ہوتا ہے۔ لیکن ایک آسانی یہ ہے کہ یہاں ترجمہ سافہیا طبعی (Content) کا مقصود ہوتا ہے۔ علمی ترجمے میں متعلقہ علوم سے واقفیت لازمی ہے۔ مذہبی نوعیت کے تحریری مواد کے ترجمے میں عقیدے کی بہ نسبت محتاط رہنا اولین شرط ہے۔ ورنہ اچھے خاصے مسلمان پر حکم کنز بھی صادر ہوسکتا ہے۔ ادبی ترجمہ با محاورہ کے علاوہ زبان کی اظہار کے جمالیاتی کیف کو بھی منتقل کرنے کا نام ہے۔ اس لئے سب سے بڑا مشکل فن ہے۔ کیونکہ یہ اس تخلیقی تجربے کا ترجمہ ہے جس کا وجود زبان سے باہر نہیں بلکہ زبان کی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔

اسی طرح ترجمہ تین طرح سے ہوسکتا ہے ایک لفظی ترجمہ جس میں متراجم اصل زبان کے قریب رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرا آزاد ترجمہ جس میں اصل زبان اور اس کے قریب سے آزادی برت کر اس میں موجو مواد کو دوسری زبان میں ڈھالنے کا من مانا طریقہ اپنایا جائے اور تیسرا تخلیقی ترجمہ جس کا دوسرا نام ادبی ترجمہ بھی ہے۔ یہ اس لحاظ سے مشکل ہے کہ اس میں وجدانی کیفیت کے باہم ارتباط سے پیدا شدہ وہ صورت منتقل کرنا پڑتی ہے جو واضح اور آسانی سے گرفت میں آنے والی نہیں ہوتی۔ اس لئے بعض لوگ اس طرح کے ترجمے کو باز تخلیقی یعنی (Recreation) بھی کہتے ہیں۔

ترجمہ وہی شخص کرسکتا ہے جو اصل زبان (Source Language) اور ہدفی زبان TargetLanguage دونوں پر برابر قدرت رکھتا ہو۔زبانوں کو جاننے کا مطالعہ بڑا پیچیدہ ہوتا ہے کسی زبان کے الفاظ اور اس کے قواعد کو جاننا ہی زبان دانی نہیں ہوتی۔زبان کسی قوم یا خطے کی سماجی ثقافتی اور فکری کروٹوں کی بھی حاصل ہوتی ہے۔اس لئے اس قوم کی پوری تہذیب کا علم جب تک نہ ہو تب تک اس کی زبان پر قدرت رکھنے کا دعوی بے بنیاد ہے۔ترجمہ کار دو زبانوں کے درمیان ایک پل کا کام دیتا ہے اس لئے اس پل کے دونوں سرے الگ الگ کناروں پر مضبوط بنیادوں پر استوار ہونے چاہئیں۔

ترجمہ اصل متن کی مخصوص وضع کو منتقل کرنے کا نام ہے۔اس اعتبار سے مترجم،مصنف یا تخلیق کار کا مطیع ہوتا ہے۔یعنی اصل متن سے وفاداری اس راہ میں بنیادی شرط ہے لیکن یہ وفاداری آسانی سے نبھائی نہیں جاسکتی کیونکہ اس میں خوبصورتی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا احتمال ہر وقت رہتا ہے۔کانٹ نے اسی لئے کہا ہے کہ ترجمہ اس عورت کی طرح ہے جو اگر خوبصورت ہے تو وفاداری نہیں اور اگر وفادار ہے تو بدصورت ہے تاہم مترجم کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اعتدال کی راہ اختیار کرے تخلیقی یا ادبی ترجموں میں اس بات کا خیال رکھنا لازمی ہے کہ الفاظ کے پس پردہ معنی کی کئی جہتیں ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ آہنگ، اسلوب، جملوں کی ساخت بذات خود جمالیاتی قدر رکھتی ہے۔اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ترجمے میں اصل تخلیق کی یہ ساری جمالیاتی اور معنوی کیفیت آجائیں۔ ہر چند ایک ناممکن امر ہے لیکن اس راہ میں یہی اصول مسافر کو منزل یاب کرسکتا ہے۔

ترجمہ کاری محض ایک فن ہی نہیں بلکہ ایک قومی خدمت بھی ہے۔یہی وہ سرگرمی ہے جس کی بدولت کوئی بھی ترقی پذیر قوم ترقی یافتہ قوموں کے تجربوں سے آشنا ہوتی ہے اور ان سے فیض حاصل کرتی ہے۔اس کی بدولت سقراط اور افلاطون جیسے حکماء کے افکار عربوں نے یونان کی تہذیبی کھنڈروں سے نکال کر مشرق ومغرب کے سامنے رکھے۔اس کے ذریعے عربوں کے علوم وافکار مغربی دنیا تک پہنچے اور ترقی پا گئے۔اسی کے طفیل چھوٹی اور جدید زبانیں وسعت پا گئیں اور ان میں لسانی تشکیل کا عمل جاری رہا۔ترجمہ کا وجود نہ ہوتا تو دنیا گونگے بہروں کی دنیا ہوتی اور منارہ بابل کی طرح شاید نیست ونابود ہوچکی ہوتی۔

2.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1- ترجمہ کن زبانوں کے درمیان فکری رابطے کا ذریعہ بنتا ہے؟

(الف) صرف مقامی زبانوں کے درمیان (ب) صرف عالمی زبانوں کے درمیان

(ج) مختلف زبانوں اور تہذیبوں کے درمیان (د) صرف ادبی زبانوں کے درمیان

2- ترجمے کے ذریعے کس چیز کو فروغ حاصل ہوتا ہے؟

(الف) لسانی تعصب (ب) ثقافتی تبادلہ (ج) فکری جمود (د) ادبی محدودیت

3- ترجمہ علم کے کس دائرے کو وسعت دیتا ہے؟

(الف) صرف ادب (ب) صرف سائنس (ج) علم و آگہی کے تمام شعبے (د) صرف فلسفہ

4۔ کسی زبان کی ترقی میں ترجمے کا کیا کردار ہے؟

(الف) زبان کو کمزور کرتا ہے (ب) زبان کو محدود کرتا ہے

(ج) زبان کو وسعت اور استحکام دیتا ہے (د) زبان پر منفی اثر ڈالتا ہے

5- ترجمے کی سب سے بڑی ضرورت کس دور میں محسوس کی جاتی ہے؟

(الف) قدیم دور میں (ب) متوسط دور میں

(ج) جدید عالمی دور میں (د) صرف ادبی دور میں

6- ترجمے کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(الف) اصل متن کو بدل دینا (ب) مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا

(ج) زبان کو مشکل بنانا (د) صرف الفاظ کی نقل کرنا

2.3 عمومی جائزہ

قوموں کی ترقی میں ترجمے بہت اہم رول ادا کرتے ہیں۔ یہی وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے دوسری زبانوں میں موجود علوم وفنون تک ایک ایسے شخص کی رسائی بھی ممکن ہوجاتی ہے جو اپنی مادری زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہیں جانتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ترجمہ کیوں کیا جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کو کوئی خاص زبان نہیں آتی اور وہ چاہتا ہے کہ اس زبان میں موجود مواد سے استفادہ کرے۔ مجبوراً وہ کسی ایسے شخص سے ربط پیدا کرتا ہے جو اس زبان سے واقف ہے ادبی تخلیقات کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں زبان کی نزاکتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ علامتیں، محاروے، روزمرہ، استعارے اور کنائے بھی ہوسکتے ہیں اور چونکہ ہر زبان کی اپنی کچھ منفرد خصوصیات ہوتی ہیں اس لئے اکثر و بیشتر دشواری پیش آتی ہے۔ لیکن اگر مترجم اصل زبان اور ترجمے کی زبان سے بخوبی واقف ہو تو وہ دشواریوں پر قابو پاسکتا ہے۔ پھر بھی اصل زبان کا ترجمہ، ترجمے

کی زبان میں در ماند پڑسکتا ہے اگر اصل مواد اسی نوعیت کا ہے تو یہاں صرف مفہوم سے حسن غرض ہوتی ہے تاکہ پڑھنے والا اصل متن ہی کی طرح ترجمہ شدہ متن سے استفادہ کر سکے۔ اسی لئے علمی ترجمے کا سب سے عام اور اہم اصول یہ ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت اصل مفہوم کا ترجمہ مقصود ہونا چاہئے۔ ادبی تخلیقات میں یہ مسئلہ بھی ہوتا ہے کہ استعمال کے گئے لفظ کے مفہوم کی کئی سطحیں ہوسکتی ہیں لیکن علمی مضامین میں ادبیات کی طرح اظہار کی پیچیدگی نہیں ہوتی۔

ادب انسان و کائنات کے درمیان رشتوں کا محسوساتی اور اکتشافی اظہار اور انسانی جبلتوں وخواہشوں اور ان کے وجدان کا مظہر ہوتا ہے۔ اعلیٰ ادب کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ اس میں انسانی زندگی اور کائنات کا گہرا مطالعہ ومشاہدہ ہو اس میں زندگی اور اس کے مظاہر کی معنویت اور مقصدیت شامل ہو۔ اس لئے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ دنیا میں اعلیٰ ادب کے ابتدائی نمونے مذہبی اور الہامی کتابوں کی صورت میں ملتے ہیں کسی تہذیب میں تصور انسان اور تصور کائنات بڑی حد تک ان الہامی کتب سے ہی قائم ہوتا ہے۔ ادبی ترجمے کی معنویت اور اہمیت وافادیت کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ ایک معنی جہت یعنی خیال وتصور کی سطح پر اور دوسری لفظی جہت یعنی زبان اور اسلوب کی سطح پر۔

1-معنی جہت:۔

اس جہت کے تحت ایک قوم دوسری قوم کے خیالات، نظریات تخیلی نیرنگیوں اور جمالیاتی واخلاقی قدروں سے استفادہ کرتی ہے۔ یا باہم دوقوموں سچائیوں اور صداقتوں کی توثیق کر کے یکجہتی و یگانگت کو مستحکم کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے ادبی ترجمہ تہذیبی نشوونما کا باعث ہوتا ہے۔

2 لفظی جہت:۔

اس جہت کے تحت ایک زبان دوسری زبان کے ادب سے وسعت و گہرائی اور فکری بلندی کی خصوصیات حاصل کرتی ہے اور ایک زبان دوسری زبان کی ذیلی ساخت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ نئے خیالات اور نئے احساسات کو بیان کرنے کے لئے زبان میں نئے اسلوب پیدا ہوتے ہیں، زبان میں نئے نئے الفاظ شامل ہوتے ہیں یا ان سے آشنائی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ایک زبان میں استحکام اور خواعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ ایک ترقی یافتہ زبان کے معنی یہ ہیں کہ اس میں ہر قسم کے خیالات وتصورات کو بیان کرنے کی صلاحیت ہو۔ ادبی ترجمے کے وسیلے سے زبان کو ترقی حاصل ہوتی ہے۔

2.5 آپ نے کیا سیکھا؟

ترجمہ کے مطالعے سے یہ بنیادی حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ ترجمہ محض زبانوں کا باہمی تبادلہ نہیں، بلکہ تہذیبوں، خیالات، احساسات اور علمی روایات کا ایک ایسا پُل ہے جو مختلف قوموں کو باہم جوڑتا ہے۔ ترجمہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ انسانی تجربات اور علم کی ترسیل سرحدوں کی محتاج نہیں ہوتی۔ ایک زبان میں تخلیق ہونے والا ادب، فلسفہ یا سائنسی فکر، ترجمے کے وسیلے سے پوری انسانیت کا مشترکہ سرمایہ بن جاتا ہے۔ ترجمہ یہ احساس بھی پیدا کرتا ہے کہ کسی بھی معاشرے کی فکری ترقی، بین الثقافتی ربط، علمی وسعت اور عالمی مکالمے میں شرکت اسی وقت ممکن ہے جب وہ دوسری زبانوں کے ساتھ مؤثر ترسیل کا رشتہ قائم کرے۔ یوں ترجمہ نہ صرف ذہنی اُفق وسیع کرتا ہے بلکہ علمی وتہذیبی ہم آہنگی کے نئے در وا کرتا ہے۔

2.6 فرہنگ

۱۔	اجنبی	:	نا آشنا، غیر، جسے پہچان نہ ہو۔
۲۔	جغرافیائی بندشیں	:	زمین یا خطے سے متعلق وہ رکاوٹیں جو لوگوں کو ایک دوسرے سے دور رکھتی ہیں۔
۳۔	ارتباط	:	تعلق، رشتہ، باہمی رابطہ۔
۴۔	گلوبل ولیج	:	عالمی گاؤں، وہ تصور جس کے مطابق دنیا ایک چھوٹے گاؤں کی طرح باہم جڑی ہوئی ہے۔
۵۔	سرمایہ علمی وادبی	:	کسی زبان یا قوم کا علمی، فکری یا ادبی ذخیرہ۔
۶۔	اسالیب	:	اندازِ بیان، اظہار کے طریقے۔
۷۔	کیفیات	:	حالتیں، وہ باریک معنی اور جذبات جو لفظوں کے پیچھے ہوتے ہیں۔
۸۔	موروثی	:	وراثت میں ملنے والا، نسل در نسل منتقل ہونے والا۔
۹۔	استفادہ	:	فائدہ اٹھانا، کسی چیز سے نفع حاصل کرنا۔
۱۰۔	مفکرین	:	بڑے سوچنے اور فکر کرنے والے لوگ۔
۱۱۔	ماخوذ	:	کسی اصل سے لیا گیا۔
۱۲۔	تراکیب	:	الفاظ کا جوڑ۔
۱۳۔	تحریف	:	تبدیلی یا بگاڑ، اصل معنی میں ردوبدل کرنا۔
۱۴۔	تخفیف	:	کمی، کمی کرنا یا کم کرنا۔
۱۵۔	جمالیاتی	:	خوبصورتی سے متعلق، حسن یا ذوقِ جمال سے متعلق۔
۱۶۔	تہذیبی مظاہر	:	کسی معاشرے کی روایات، رسومات اور تمدنی پہلو۔
۱۷۔	اصطلاحات	:	مخصوص شعبے یا علم کے خاص الفاظ
۱۸۔	بامحاورہ	:	محاورے کے مطابق، زبان کے قدرتی انداز کے مطابق۔
۱۹۔	فاعل/ مافیہا	:	وہ مواد یا معنی جو کسی تحریر کے اندر پوشیدہ ہوں۔

2.7 خود جانچ سوالات

۱۔ ترجمے کی اہمیت پر اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔

۲۔ ترجمے کی ضرورت پر بحث کیجئے۔

۳۔ اردو میں ادبی ترجموں پر اپنی رائے قلم بند کیجئے۔

2.7.0 مشقی سوالات

۱۔ دنیا کی مختلف زبانوں کے ادب اور علوم کو سمجھنے کے لیے ترجمہ کیوں ناگزیر سمجھا جاتا ہے؟

۲۔ ترجمہ کس طرح مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان رابطے اور فہم کا ذریعہ بنتا ہے؟

۳۔ علمی، مذہبی اور ادبی سرمائے کی ترسیل میں ترجمہ کیا بنیادی کردار ادا کرتا ہے؟

۴۔ دنیا کے فکری و سائنسی ارتقا میں تاریخی طور پر تراجم کی کیا خدمات رہی ہیں؟

2.7.1 مشقی سوالات کے جوابات

۱۔ دنیا کی مختلف زبانوں کے ادب اور علوم کو سمجھنے کے لیے ترجمہ کیوں ناگزیر سمجھا جاتا ہے؟

جواب: دنیا میں بے شمار زبانیں بولی جاتی ہیں، اور ہر زبان میں علم، ادب، تاریخ اور فلسفے کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے۔ چونکہ ہر شخص تمام زبانیں نہیں سیکھ سکتا، اس لیے ترجمہ وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے مختلف زبانوں میں موجود علمی و ادبی سرمائے تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔ ترجمہ کے بغیر انسان دوسری قوموں کے علوم، سوچ، تجربات اور نظریات سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ترجمہ علم کے پھیلاؤ اور فہمِ انسانی کا بنیادی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ ترجمہ کس طرح مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان رابطے اور فہم کا ذریعہ بنتا ہے؟

جواب: ہر زبان اپنے اندر ایک مکمل تہذیب، ثقافت اور طرزِ فکر سموئے ہوتی ہے۔ ترجمہ نہ صرف الفاظ منتقل کرتا ہے بلکہ تہذیبی عوامل، معاشرتی اقدار اور فکری زاویوں کو بھی ایک قوم سے دوسری قوم تک پہنچاتا ہے۔ اس کے ذریعے لوگ اجنبی معاشروں کے رسم و رواج، روایات، طرزِ زندگی اور فکری شعور سے آگاہ ہوتے ہیں۔ یوں ترجمہ مختلف تہذیبوں کے درمیان رابطے، سمجھ اور مکالمے کا ایک مضبوط پل بن جاتا ہے۔

۳۔ علمی، مذہبی اور ادبی سرمائے کی ترسیل میں ترجمہ کیا بنیادی کردار ادا کرتا ہے؟

جواب: علمی نقطہ نظر سے ترجمہ نئی تحقیقات، سائنسی ترقی، طب، ریاضی اور دیگر علوم کو دنیا بھر میں عام کرتا ہے۔ مذہبی میدان میں قرآن، بائبل، وید اور دیگر مذہبی متون کے تراجم انسانوں کو ان پیغامات سے روشناس کرتے ہیں جو اصل زبان میں سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ ادبی میدان میں ترجمہ شاعری، ناول، افسانے اور ڈرامے کے فکری و جمالیاتی زاویوں کو مختلف قوموں تک پہنچاتا ہے۔ یوں ترجمہ ہر قسم کے علمی، مذہبی اور ادبی سرمائے کی ترسیل کا بنیادی ذریعہ ہے۔

۴۔ دنیا کے فکری و سائنسی ارتقا میں تاریخی طور پر تراجم کی کیا خدمات رہی ہیں؟

جواب: تاریخ گواہ ہے کہ علوم و فنون کے فروغ میں ترجمے نے بنیادی کردار ادا کیا۔ یونانی فلسفہ عربوں تک ترجمہ کے ذریعے پہنچا، پھر عربوں کے علوم و سائنسی کارنامے یورپ تک تراجم کے ذریعے پہنچے، جس کے نتیجے میں یورپ میں نشاۃِ ثانیہ کی بنیاد پڑی۔ بوعلی سینا، فارابی، ابن رشد کے افکار لاطینی زبان میں ترجمہ ہو کر یورپ کی فکری دنیا میں انقلاب لائے۔ اسی طرح جدید سائنس، ٹیکنالوجی اور ادبی تحریکیں بھی تراجم ہی کی بدولت پوری دنیا تک پہنچ سکیں۔ اس طرح ترجمہ عالمی علمی ترقی کا سب سے اہم وسیلہ ثابت ہوا ہے۔ ترجمہ ایک زبان میں نئے الفاظ، اصطلاحات اور اسالیب متعارف کرواتا ہے۔ جب ایک زبان دوسری زبانوں کے علمی اور ادبی سرمائے کو جذب کرتی ہے تو اس کا اپنا ذخیرہ؟ الفاظ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ نئی اصطلاحات بنتی ہیں، زبان کا دائرہ اظہار بڑھتا ہے، اس کے لسانی

امکانات وسیع ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ زبانیں بڑی حد تک تراجم کی مرہونِ منت ہوتی ہیں۔ترجمہ نہ صرف زبان کو مضبوط بناتا ہے بلکہ اسے علمی وفکری طور پر باوقار بھی کرتا ہے۔

2.8 جواباتِ سرگرمی

1- (ج)مختلف زبانوں اورتہذیبوں کے درمیان

2- (ب)ثقافتی تبادلہ

3۔ (ج)علم وآگہی کے تمام شعبے

4- (ج)زبان کو وسعت اوراستحکام دیتا ہے

5۔ (ج)جدید عالمی دور میں

6۔ (ب)مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا

2.9 امدادی کتب

ا۔	ترجمے کافن اورروایت	قمر رئیس
۲۔	فن ترجمہ نگاری	پروفیسر ظہورالدین
۳۔	فن ترجمہ نگاری	مرتبہ خلیق انجم
۴۔	ترجمے کافن (نظری مباحث)	مرزا حامد بیگ
۵۔	ترجمہ نگاری:فن ,روایت ,اصول ومسائل	ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ

سبق نمبر۳۔ ترجمے کے اصول اور مسائل

ساخت

3.0 اغراض ومقاصد
3.1 تعارف
3.2 ترجمے کے اصول اور مسائل
3.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
3.3 عمومی جائزہ
3.4 آپ نے کیا سیکھا
3.5 فرہنگ
3.6 خود جانچ سوالات
3.7 مشقی سوالات
3.7.0 مشقی سوالات کے جوابات
3.8 جوابات سرگرمی
3.9 امدادی کتب

3.0 اغراض ومقاصد

اس سبق میں ترجمہ نگاری کے اصول اور مسائل پر بحث کی گئی ہے۔اس میں آپ کو یہ بتایا جائے گا کہ ترجمے کے وقت مترجم کی کیا ذمہ داریاں ہوتی ہیں؟ اصل متن کیا ہے؟ یہ معلوم ہونے کے بعد ہی مترجم اپنی ذمہ داریاں نبھاتا ہے۔ یہاں لفظ اور اصطلاح کے درمیان فرق کو بھی بتایا گیا ہے۔ترجمے کے اصول ومسائل کا بنیادی مقصد مختلف زبانوں اور تہذیبوں کے درمیان معانی، جذبات اور افکار کی صحیح اور مؤثر منتقلی کو یقینی

بنانا ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ اصل متن کی روح، اسلوب، فکری پس منظر اور ثقافتی حوالوں کو برقرار رکھتے ہوئے اسے دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جائے کہ قاری کو اجنبیت محسوس نہ ہو اور پیغام اپنی معنوی وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آئے۔ ترجمہ نگاری کا ایک اہم مقصد دونوں زبانوں کے صرف ونحو، محاورات اور معنوی حوالوں کی باریکیوں سے آگاہی پیدا کرنا بھی ہے تاکہ مترجم اصل اور مقصدی زبان کے درمیان توازن رکھتے ہوئے نہ صرف متن کی فنی خوبصورتی بلکہ جذباتی گہرائی کو بھی برقرار رکھ سکے۔ ترجمے کے اصول ومسائل پر بحث کا مقصد مترجم کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ معنوی تحریف، ثقافتی غلط فہمیوں، اسلوبی تضادات، اصطلاحی پیچیدگیوں اور ترسیلی رکاوٹوں سے بچتے ہوئے علم وادب کی ترسیل کو زیادہ سے زیادہ درست، مربوط اور قابلِ قبول بنا سکے۔ یوں ترجمے کے اصول ومسائل کا مطالعہ نہ صرف ایک علمی ضرورت ہے بلکہ عالمی علمی اور ادبی رشتوں کو مضبوط بنانے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

3.1 تعارف

ترجمہ ایک مشقت طلب کام ہے۔ دوسرے فنون کی طرح اس فن میں بھی مہارت حاصل کی جاتی ہے۔ ترجمے کی کئی قسمیں ہوتی ہیں جسے سمجھنے کے لئے دہری تہری صلاحیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ ترجمے کے وقت متن کی زبان اور اپنی زبان پر عبور لازمی ہے اور موضوع سے بھی طبعی مناسبت ضروری ہے۔ علمی اور تکنیکی ترجمے میں عمومی آگہی اور ذہنی میلان پیدا ہونا چاہئے۔ مشینی ترجمے کو کمپیوٹر کی مدد سے آسان بنایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس تخلیقی ترجمہ بہت مشکل ہے۔ جب متن موزوں، مناسب اور مطابقت کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے تو بڑا ترجمہ جنم لیتا ہے۔

3.2 ترجمہ کے اصول اور مسائل

ترجمہ ایک زبان میں ادا کردہ مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ اس میں الفاظ اور معانی دونوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت اصل زبان کے الفاظ کے مناسب مترادفات (ہم معنی الفاظ) تلاش کرنا اور جملوں کا بندوبست ذہن میں رکھتے ہوئے جملے ترتیب دینا ترجمہ کے لئے لازمی شرط ہے۔ اس کے علاوہ اصل زبان کے مفہوم کو ترجمے کی زبان میں اس طرح اُتارنا کہ اصل زبان کے پڑھنے والے پر جو تاثر قائم ہوتا ہے وہ ترجمے کے قاری پر بھی طاری ہو جائے یہ ترجمہ نگاری کی کامیابی کی دلیل ہے۔

اس لئے کہا جاتا ہے کہ محض ذولسانی لغت (Bilingual Dictionary) کی مدد سے ترجمہ کرنا اس فن سے ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔ ترجمے کے لئے ضروری ہے کہ اصل زبان اور ترجمے کی زبان دونوں پر عبور حاصل ہو۔ دونوں زبانوں کے الفاظ کے محل استعمال، ان کی معنویت اور تہہ داری، ان کے تہذیبی وسماجی سیاق اور ان کے اشتقاق (etymology) سے گہری واقفیت حاصل ہو۔ دونوں زبانوں کے محاوروں، کہاوتوں اور روزمرہ سے بھی اچھی واقفیت ضروری ہے۔ دونوں زبانوں کے تاریخی، لسانی اور ثقافتی پس منظر کا مطالعہ اور دونوں زبانوں کے ادب سے ماہرانہ واقفیت بھی لازمی ہے۔ اگر کوئی مترجم ان خصوصیات کا حامل نہ ہو تو اسے بقول ظ۔ انصاری ترجمے کی اوکھلی میں سر نہیں دینا

چاہئے۔

ترجمے میں ایک زبان کے متن کو دوسری زبان میں جوں کا توں پیش کرنا ہوتا ہے۔گویا ترجمہ اصل سے مطابقت کا حامل ہونا چاہئے۔یہ مطابقت لفظ و معنی کے ساتھ اس تاثر سے بھی ہونی چاہئے جو اصل مصنف کے پیش نظر ہوتا ہے۔یعنی ترجمہ منشائے مصنف کے مطابق ہونا چاہئے لیکن دو مختلف زبانوں کی صرفی ونحوی خصوصیات،لسانی مزاج،تہذیبی عناصر اور خود مصنف کی تخلیقی صلاحیت اور ترجیحات کے سبب یہ مطابقت سو فی صد نہیں ہوتی اور ترجمے میں کوئی نہ کوئی پہلو تشنہ رہ جاتا ہے۔اس اعتبار سے ترجمہ ایک ناگزیر سمجھوتا ہوتا ہے۔

جب اصل زبان سے براہ راست ترجمہ کرنے کے بجائے کسی دوسری زبان میں ترجمہ شدہ متن کو اپنی زبان میں منتقل کیا جاتا ہے تو یہ ترجمہ اصل سے اور بھی دور ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس قدر منحرف ہو جاتا ہے کہ اس میں اصل کی بو باس تک باقی نہیں رہتی۔ایسے میں اس ترجمے کو ایک نا قابل قبول سمجھوتا سمجھنا چاہئے۔

ہاں کسی اور زبان سے ترجمہ کرنے والا مترجم اگر اصل زبان سے واقف ہو یا کسی اہل زبان سے مشورہ کر کے ترجمہ کرے تو یہ ترجمہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔مثلاً رابرٹ لوویل (Robert Lowell) اور آڈن (Auden) نے جو روسی زبان نہیں جانتے تھے،روسی کے ماہرین یا اہل زبان روسیوں سے مشورہ کر کے روسی ادب کے انگریزی میں اچھے ترجمے کیے ہیں۔لیکن ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔اس کے باوجود ترجمے کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر ثانوی زبان سے کیے گئے ترجمے کو بھی قابل قبول قرار دیا گیا ہے۔ساہتیہ اکادمی اور نیشنل بک ٹرسٹ کے زیادہ تر تراجم اسی نوعیت کے ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ترجمہ کرتے وقت اصل زبان کو ماخذ زبان (Source) (Language اور اس کے متن کو ماخذ متن (text(Source) کہا جاتا ہے۔جس زبان میں ترجمہ کرنا ہوا سے مطلوبہ زبان (Target Language) اور اس کے ترجمے کو مطلوبہ متن (Target Text) کہا جاتا ہے۔ثانوی زبان کے لئے (Filter language) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ترجمہ اگر چہ تخلیق نہیں ہوتا مگر ایک کامیاب مترجم اصل فن پارے کو اپنی زبان میں دوبارہ تخلیق کرتا ہے۔بقول شمس الرحمٰن فاروقی:

''خلاقانہ ترجمہ وہ ہے جو اصل فن پارے کی شخصیت کو منہدم نہیں کرتا اور ترجمے والی زبان میں پہلے سے موجود ادب مختلف معلوم ہوتا ہے لیکن ترجمے والی زبان بولنے والوں کے لئے قابل قبول اور قابل فہم ہوتا ہے۔'' فن ترجمہ کی بحث میں زیادہ تر اس ترجمے پر گفتگو ہوتی ہے جو تخلیقی ادب سے متعلق ہو۔لیکن غیر تخلیقی ادب خصوصاً تکنیکی و سائنسی متن کا ترجمہ بھی کم اہمیت کا حامل نہیں ہوتا اور اس میں بھی اصل متن کی بازیافت (باز تخلیق) نہ کی اہمیت رکھتی ہے۔ایسے تراجم میں اصطلاحات اور تکنیکی اظہارات کی بھر مار ہوتی ہے اس لئے کمپیوٹر کی آمد کے بعد مشینی ترجمہ بھی مقبول ہوتا جا رہا ہے۔کمپیوٹر میں مختلف زبانوں کے مترادفات اور گرامر کو فیڈ کر کے اس طرح پروگرامنگ کی جاتی ہے کہ کمپیوٹر پر کام کرنے والے کے اشارے پر کمپیوٹر ایک زبان کے الفاظ اور جملوں کی دوسری زبان (یعنی ماخذ زبان سے مطلوبہ زبان) کے الفاظ اور جملوں میں بدل دیتا ہے۔ یہاں تک کہ زبان کی ساخت،جملوں کی بناوٹ،محاوروں کے محل استعمال اور اجزائے کلام وغیرہ کو کارپس (Corpus) کی تکنیک کی مدد سے

پہچان کر پیچیدہ ترجمہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

ترجمے کو اصل مآخذ کے مطابق بنانے کے لئے ضروری ہے کہ الفاظ و معنی پر یکساں توجہ دی جائے۔ساتھ ہی لفظوں کے علامتی استعمال کو بھی دھیان میں رکھا جائے۔اصل مصنف کے اسلوب کی پیروی کی جائے۔اصل متن سے قائم ہونے والے تاثر کو ترجیح کی زبان کے قاری تک پہنچایا جائے۔ان شرائط کی تکمیل کے لیے ترجمہ نگاری کے مندرجہ ذیل اصولوں کی پابندی ضروری ہے۔

۱۔ اصل زبان (مثلاً انگریزی کے ہر لفظ کے لئے ایک لفظ چنا جائے اور سارے ترجمے میں اس لفظ کی پابندی کی جائے۔

۲۔ اصل زبان کے لفظ کی طرح اس کے متبادل لفظ میں بھی توسیعی شکلیں یا مشتقات وضع کرنے کی گنجائش ہونی چاہیے۔

۳۔ ترجمے کی زبان میں اصل زبان کا لفظ رائج ہو تو اسے جوں کا توں استعمال کیا جائے۔

۴۔ اصل زبان کے لفظ کے ساتھ ترجمے کی زبان کا لفظ بھی عام طور پر مستعمل ہو تو اسے اصل زبان کے لفظ پر ترجیح دینی چاہیے۔مثلاً لائبریری کی جگہ کتب خانہ، کمیٹی کی جگہ مجلس۔

۵۔ اصطلاح کا ترجمہ اصطلاح سے کیا جائے۔اس کے لئے ضروری ہو تو اصطلاح وضع کی جائے۔

۶۔ وضع کی ہوئی اصطلاح من گھڑت یا نا قابل فہم نہ ہو اور اصل زبان کی اصطلاح قابل فہم ہو تو اسے برابر رکھا جائے مثلاً لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو۔

۷۔ اسمائے معرفہ (Proper Nouns) کے سلسلے میں اصل زبان کے تلفظ کا اتباع لازمی نہیں۔خصوصاً وہ نام جو اردو میں مستعمل ہیں، اصل کے مطابق نہ لکھے جائیں مثلاً ارسطو، سقراط، افلاطون، بطلیموس، اسحاق، نیوٹن، سکندر وغیرہ۔ترجمہ نگاری کے اصولوں کے ساتھ ساتھ ترجمے کے لئے ضروری شرطوں کا ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا۔دراصل ترجمے کا بنیادی منشا اصل متن کے خیال اور مفہوم کے اسلوب بیان کی حتی الامکان پابندی کے ساتھ ادائیگی ہے۔اس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کی تکمیل ضروری ہے۔

۱۔ جس زبان سے ترجمہ کیا جا رہا ہے اس زبان کی لغت سے، محاورات و اصطلاحات سے، ادبیات سے اور تاریخی پس منظر سے اچھی واقفیت حاصل ہو۔

۲۔ اصل زبان کے فصیح اور غیر فصیح انداز بیان سے اور اس کی علمی اور عوامی سطح سے مناسب واقفیت حاصل ہو۔

۳۔ اصل تصنیف یا عبارت کے موضوع کا علم ہو۔

۴۔ الفاظ کے استعمال میں اصل مصنف کی پسند و ناپسند اور ترجیحات کا شعور ہو۔

۵۔ جس زبان میں ترجمہ کرنا ہے اس پر ماہرانہ عبور حاصل ہو۔

ترجمہ ایک مستقل فن علم ہے۔اس کے اپنے اصول وضوابط ہیں جو مسائل کی نوعیّتوں کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں۔اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ نفیس مضمون اپنی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کے ساتھ ایک زبان میں منتقل ہو جائے۔صحت منداور کامیاب ترجمہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم لکھنے والے کے ذہن میں سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔اس طرح ہم ان کیفیات اوراحساسات سے گزر سکتے ہی جو تصنیف کا باعث بنی ہیں۔ترجمہ محض ایک جسم کو دوسرا لباس پہنا دینے کا نام نہیں بلکہ ایک جسم کے مقابلے میں بالکل ویسا ہی جسم تراش کر اسے دوسرے لباس میں اس طرح سے پیش کرنا ہے جس سے دونوں قالبوں میں ایک ہی روح رواں دواں محسوس ہو۔ترجمے کے وقت مختلف مسائل سامنے آسکتے ہیں اوران کی نوعیتیں بھی مختلف ہوں گی۔اول الذکر میں اگر شاعری ہے تو مجموعی تاثر، خیال کی شدت،مرکزی خیال اور تخیل کی پرواز، امیجری کی نوعیت، الفاظ کی نشست و برخاست،صوتی آہنگ، بحری تناسب، اسلوب اور ہیئت وغیرہ بھی کو ساتھ لے کر چلنا پڑے گا۔شاعری اور نثر دونوں میں مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کو اہمیت حاصل ہے جن پر مترجم کی گرفت مضبوط ہونی چاہئے۔یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تصنیف و ترجمے کی زبانوں پر ہمیں عبور حاصل ہو۔ترجمہ کرتے وقت ہر بات کو اس کے سیاق میں دیکھنا چاہئے۔زبان کی ادبی روایت سے مترجم کی ناواقفیت بھی ترجمے کو مجروح کر دیتی ہے۔شاعری میں استعمال ہونے والے ان اشاروں کنایوں، استعاروں اور علامتوں کی جانکاری ضروری ہے جن میں خیال بن سنور کر سامنے آیا ہے۔لسانی ساخت کے پیچ وخم پر بھی دسترس ہونی چاہئے۔ان تمام باتوں کے بغیر ترجمے میں اصل مواد کے مرکزی خیال اور مجموعی تاثر کو پیش نہیں کر سکتے۔

ترجمے میں بڑی دقت اس وقت پیش آتی ہے جب ترجمے کی زبان ان پہلوؤں مثلاً مشاہدات وتجربات تخیل کی پرواز، خیالات، کیفیات واحساسات کو پیش کرنے سے قاصر رہتی ہے جو تصنیف کی زبان میں ملتے ہیں۔اس کے علاوہ ترجمے میں تیسری اہم چیز شدت ہے یعنی جس نوعیت وکیفیت کے ساتھ فنکار نے اپنے خیالات پیش کئے ہیں تقریب وہی بات ترجمے میں آنی چاہئے۔کسی بھی موضوع یا قسم کا ترجمہ ہو، ترجمہ کرتے وقت سب سے بڑا مسئلہ اصطلاحات کا ہوتا ہے۔یہ مسئلہ مزید شدت اس وقت اختیار کر لیتا ہے، جب ہم مختلف درجوں کے لئے ایسے نصاب تیار کر رہے ہوتے ہیں جو ہمارے لئے بالکل نئے ہوتے ہیں۔اس مسئلے پر قابو پانے کے لئے مختلف کمیٹیاں بنائی گئیں۔ نئے نئے ادارے قائم ہوئے وضع اصطلاحات کے اصول مرتب ہوئے اور ماہرین علوم اوراساتذہ کے مشوروں، ہدایتوں اور سفارشوں کی روشنی میں یہ کام انجام کو پہنچا۔ اس سلسلے میں اداروں، انجمنوں اور سوسائٹیوں کے نام لئے جاسکتے ہیں جیسے انجمن ترقی اردو علی گڑھ، دارالترجمہ عثمانیہ حیدرآباد اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (نئی دہلی) وغیرہ۔

آزادی کے بعد نیا انداز فکر ابھر کر سامنے آیا۔ ہندوستان کی تقسیم کے اثرات اردو زبان پر بھی مرتب ہوئے جس کی وجہ سے اردو کے سلسلے میں جو بڑے کام ہوئے ہیں، ان میں ایک اصطلاح سازی بھی ہے۔وضع اصطلاحات کے پرانے اصولوں اور جدید عہد کے تقاضوں اور ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اصطلاحات وضع کرنے کے سلسلے میں جو اصول وضوابط پیش نظر رکھے گئے ہیں۔

ا۔ ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دی جائے جو مروج یا مقبول ہو چکی ہیں، خواہ ان میں کوئی معنوی یا لسانی سقم ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زیادہ معنوں میں مستعمل ہے تو اس کے مختلف مفاہیم کو علاحدہ الفاظ میں اصطلاح سے واضح کرنا چاہیے۔

۳۔ اصطلاح اور عام لفظ میں فرق کیا جانا چاہیے۔ تمام الفاظ کو فرہنگ میں شامل نہیں کرنا چاہیے۔

۴۔ ایک اصطلاح کا ایک ہی اردو متبادل دیا جائے بشرطیکہ وہ اصول نمبر دو میں نہ آتا ہو۔

۵۔ جہاں تک ممکن ہو اصطلاح یک لفظی ہونی چاہیے۔ ناگزیر صورتوں میں یہ دو لفظی بھی ہو سکتی ہے مگر ایسی اصطلاحیں کم وضع کی جائیں۔

۶۔ ہندی اصطلاحوں کو عربی اصطلاحوں پر ترجیح دی جائے اگر وہ بآسانی تلفظ اور تحریر کی جا سکیں۔

۷۔ اگر کوئی اصطلاح ایک سے زیادہ علم یا فن میں مشترک ہے اور سبھی علوم میں ایک ہی مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے تو اس کا اردو متبادل بھی ہر جگہ ایک ہی رکھا جائے گا۔

۹۔ اصطلاح کو وضع کرنے کے اصولوں میں اتنی کشادگی ہونی چاہیے کہ ہندی، عربی، فارسی اور پراکرت تراکیب بھی قابل قبول ہوں۔

3.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1- ترجمے کا بنیادی اصول کیا ہے؟

(الف) لفظی مماثلت
(ب) مفہوم کی درست منتقلی
(ج) زبان کی پیچیدگی
(د) اسلوب کی تبدیلی

2- اچھے مترجم کے لیے سب سے ضروری صلاحیت کون سی ہے؟

(الف) صرف مادری زبان پر عبور
(ب) صرف دوسری زبان پر عبور
(ج) دونوں زبانوں پر یکساں عبور
(د) صرف لغت کا استعمال

3- لفظی ترجمہ عموماً کس مسئلے کو جنم دیتا ہے؟

(الف) معنوی وضاحت
(ب) اسلوبی حسن
(ج) مفہوم کی خرابی
(د) ادبی لطافت

4- محاورات کے ترجمے میں سب سے بڑا مسئلہ کیا ہوتا ہے؟

(الف) الفاظ کی کمی
(ب) ثقافتی فرق
(ج) جملے کی طوالت
(د) قواعد کی پیچیدگی

5- ترجمے میں اصل متن کے اسلوب کو نظر انداز کرنے سے کیا نقص پیدا ہوتا ہے؟

(الف) ترجمہ آسان ہوجاتا ہے (ب) مفہوم نکھر جاتا ہے

(ج) ادبی حسن متاثر ہوتا ہے (د) زبان ترقی کرتی ہے

6- ترجمے کے دوران کون سا عنصر سب سے زیادہ احتیاط کا تقاضا کرتا ہے؟

(الف) املاء (ب) رموزِ اوقاف

(ج) ثقافتی وتہذیبی تناظر (د) صفحات کی تعداد۔

3.3 عمومی جائزہ

گوئٹے کا قول ہے کہ جملۂ امورِ عالم میں جو سرگرمیاں سب سے زیادہ اہمیت اور قدر و قیمت رکھتی ہیں ان میں ترجمہ بھی شامل ہے۔ ترجمہ ایک ایسا پیچیدہ اور مشکل عمل ہے جس کے ذریعے کسی تصنیف کو اس کی جملہ خصوصیات کے ساتھ اصل زبان سے کسی دوسری زبان میں کچھ اس طرح منتقل کیا جائے جس کے باوصف ترجمے کی زبان میں اصل تصنیف دوبارہ اپنی پرانی شکل میں زندہ جاوید ہوجائے۔

ترجمہ وہ دریچہ ہے جس سے دوسری قوموں کے احوال ہم پر کھلتے ہیں لیکن جدید عہد میں یہ ایک ضرورت بھی ہے، جس کے بغیر ہم عالمی سطح کی علمی ادبی سرگرمیوں میں شریک نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ اپنی قومی زبان کی اہمیت کو برقرار رکھنے اسے گلوبل علم سے واقف کرانے اور جدید ٹکنالوجی کا ساتھ دینے کیلئے ترجمہ ایک بنیادی ضرورت ہے۔

ترجمہ ایک نہایت مشقت طلب کام ہے اور جملہ فنون کی طرح اس فن میں بھی کمال اور بے کمالی کے ہزاروں مدارج موجود ہیں۔ ترجمے کا ہنر اس لحاظ سے خاصا پیچیدہ ہے کہ اس میں دہری تہری صلاحیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ متن کی زبان اور اپنی زبان پر عبور حاصل ہونا چاہئے۔ موضوع سے بھی طبع مناسبت درکار ہے جو متن میں موجود ہے۔ مصنف سے بھی کوئی نہ کوئی نفسیاتی مماثلت لازمی ہے اور اس صنف ادب سے بھی لگاؤ ضروری ہے جس میں متن پیوست ہے۔ ترجمے کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک تو مشینی ترجمہ ہے اور دوسر تخلیقی ترجمہ مشینی ترجمے کا مقصد ہے انسانی زبانوں میں باہمی ترجمے کے عمل کو کمپیوٹر کی مدد سے آسان بنانا، تاکہ تعلیمی تکنیکی ،معلوماتی اور تبلیغاتی مسالہ کم سے کم وقت میں تیار ہوسکے۔ اس کے برعکس تخلیقی ترجمہ تو ہوتا ہی ایسی تخلیقات کا ہے، جو تہ در تہ معنویت سے حاصل ہوں اور یہ ترجمے کی سب سے مشکل بلکہ تقریباً ناممکن قسم ہے۔ یہاں تک کہ تاریخ ادب میں متعدد تخلیقی فنکاروں نے اسے کلیتہً خارج از امکان قرار دے دیا ہے۔ اس کے باوجود شبلی کے تراجم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب کوئی شاعر کسی ایسے متن کو منتخب کرے جو اس کی طبیعت سے ہم آہنگ ہو تو فن ترجمہ کتنی بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے تخلیقی ترجمہ ایک ایسے اتفاقی حادثے کا نام ہے جس کی پیش بینی نہیں ہوسکتی۔

تھیوڈر ساوری نے'' آزاد اور لفظی ترجمہ کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا جسے آصفہ جمیل نے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔تھیوڈر کا کہنا ہے کہ ترجمہ کرنے والوں کو ہمیشہ ترجمے کے فن کے بارے میں ہر ممکن معلومات حاصل کرنی چاہئے۔

مترجم کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہر فن میں تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ایک تو وہ جو آپ کو ہدایت دیتے ہیں اور دوسرے وہ جو آپ کی اصلاح کرتے ہیں اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو خود کو بہتر ثابت کرنے کے لئے بغیر کچھ جانے آپ پر تنقید یا نکتہ چینی کرتے ہیں۔ان تینوں میں سب سے اہم وہ لوگ ہیں جو آپ کو ہدایت دیتے ہیں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے متعلقہ فن کے بارے میں ممکنہ معلومات حاصل کی ہیں اور ان کی دلیلوں کی بنیاد اصولوں اور نظریات پر ہوتی ہے۔

علمی ترجمے کے تحت تمام سائنسی علوم وفنون کی کتابیں آتی ہیں۔جن میں تاریخ، ریاضیات، معاشیات، قانون،طبیعیات، سیاسیات، انجینئرنگ اور میکانیات وغیرہ کی کتابیں شامل ہیں۔علمی ترجمے عام طور سے لفظی ترجمے کی ذیل میں آتے ہیں۔علوم وفنون میں مخصوص اور متعین لفظیات اور اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں۔اس لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ کسی لفظ یا اصطلاح کا جو ترجمہ ایک جگہ کیا جائے ان کا انھیں معنوں میں ہر جگہ استعمال کیا جائے تا کہ ترجمے میں یکسانیت برقرار رہے اور قاری کا ذہن کہیں بھی الجھنے نہ پائے۔ان ترجموں میں سب سے بڑا مسئلہ اصطلاحوں کے ترجموں کا ہوتا ہے۔ان اصطلاحوں کو وضع کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اصطلاحیں مسلمہ اصول کے مطابق وضع کی جائیں۔تمام شرائط کے علاوہ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ علمی وفنی کتابوں کا ترجمہ متعلقہ علم وفن کا ماہر ہی انجام دے۔

لفظوں اور اصطلاحوں کے مناسب انتخاب کا مسئلہ سب سے بڑا ہے۔معاشرے کی اپنی ایک زبان ہوتی ہے۔اس معاشرے کی اپنی ثقافت ہوتی ہے اور اس کے اقدار ہوتے ہیں۔علاقائی اور جغرافیائی تقاضے ہوتے ہیں اور وہی تقاضے زبان و بیان اور لہجہ طے کرتے ہیں۔مترجم کو مذکورہ تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔اگر کوئی چیز یا معاشرے کا کوئی پہلو ایسا ہے جس کے ترجمے کے لئے ترجمے کی زبان میں لفظ یا اصطلاح موجود نہ ہو تو اسے جوں کا توں استعمال کر لینا چاہئے اور حاشیے میں اس کی وضاحت کر دینی چاہئے۔

دوسرا اہم مسئلہ لفظ اور اصطلاح کے وضع کرنے کا ہے۔علمی ترجمے کے دوران بالخصوص اصطلاحوں کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تراجم کے دوران ایک مسئلہ یہ درپیش ہوتا ہے کہ کیسے دونوں زبانوں کے فقرے اور محاورے کی سطح تک جانکاری دستیاب ہو۔

تراجم کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ مترادفات کا انتخاب اور استعمال بھی ہے۔اکثر ترجمے کی زبان میں ایسے مترادفات وجود میں لانے ہوتے ہیں کہ جن کے ذریعے اصل مفہوم کو پیش کیا جا سکے۔ترجمے کے دوران مترجم کو دو زبانوں اور دو تہذیبوں کا سفر کرنا پڑتا ہے اور یہ اکاڈمک سفر بہت دشوار طلب ہے کیونکہ کہ دونوں کے درمیان باریک فرق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہی قدم بڑھانا پڑتا ہے۔ترجمے کے دوران دوسرا اہم مسئلہ طویل جملوں کا ہوتا ہے۔اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے موزوں طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ ایسے طویل جملوں کو کئی مرتبہ پڑھنے کے بعد چھوٹے چھوٹے جملوں میں توڑ دینا چاہئے۔ترجمے کا ایک بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اپنی بات ہو تو آدمی جس طرح چاہے اس کا اظہار کر دے

لیکن ترجمے میں آدمی بندھ کر رہ جاتا ہے۔مصنف کے ہاتھ میں مترجم کی باگ ڈور ہوتی ہے۔اگر اس نے گرفت سے نکلنے کی کوشش کی تو اصل سے دور ہو جاتا ہے اور اگر اس کے بالکل مطابق رہنے کی کوشش کی تو بیان میں اجنبیت آ جاتی ہے۔ایسے میں مترجم کی ذمہ داری یہ ہے کہ تصنیف کی زبان کو ترجمے کی زبان میں ایک نئی اسلوب کے لئے راہ ہموار کر لے۔

سائنسی تراجم کے دوران سب سے بڑا مسئلہ اصطلاحات کا ہوتا ہے۔سائنسی اصطلاحات کا مسئلہ آسان نہیں۔اس میں بڑی مشکلات آتی ہیں۔لہذا توجہ اور سنجیدگی سے مسئلے کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔سائنسی علوم کو اردو میں ڈھالنے میں درج ذیل مسائل درپیش ہیں۔

۱۔ معیاری سائنس اصطلاحات کا فقدان ہے اردو میں کوئی ایسی معیاری لغت یا فرہنگ نہیں ہے جو ہر طرح سے مکمل ہو اور جسے معیار مانا جائے۔بعض اصطلاحات جو لغات میں نظر آتی ہیں، الفاظ کی روح سے مناسبت نہیں رکھتیں۔

۲۔ سائنسی علوم کو اردو میں ڈھالنے کا کوئی مربوط پروگرام نہ ہونے کے سبب دل جمعی سے کام کرنا ممکن نہیں۔جو کچھ ہو رہا ہے وہ غیر منظّم طریقے سے ہو رہا ہے۔اسے منصوبہ بند طریقے سے کرنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ ابھی تک یہ طے نہیں ہوسکا کہ انگریزی اصطلاحات کو ہر صورت میں ترجمہ کرنا ہے یا ویسے ہی استعمال کر لینا مناسب ہے۔

۴۔ سائنس کی اپنی کوئی زبان نہیں۔بعض اصطلاحات اتنی عام فہم ہیں کہ کسی بھی زبان میں ان کو ڈھالا جا سکتا ہے۔بعض اصطلاحات کا ترجمہ قطعی مناسب نہیں۔بعض لوگ ہر لفظ کا ترجمہ چاہتے ہیں اور اس ترجمے کو رائج کرنا چاہتے ہیں۔جس سے سائنس کی زبان اور اس کی لفظیات و اصطلاحات یکساں طور پر طے نہیں ہو پا رہی ہیں جس سے سائنسی تراجم میں مشکلات آتی ہیں۔

۵۔ سائنسی تراجم کے دوران حائل ان مشکلات کو حل کرنے کے لئے سائنسی برادری پر مشتمل کوئی اعلیٰ کمیٹی نہیں ہے جو کام کی نگرانی کرے اور کام کو آگے بڑھانے کے طریقے وضع کر لے۔

۶۔ سائنس کے موضوع پر اردو میں لکھنے والوں اور سائنسی مواد کو ترجمہ کرنے والوں کا فقدان ہے اور یہ اس لئے ہے کہ انہیں معقول معاوضہ نہیں دیا جاتا اور اسی لئے اس میدان کی طرف زیادہ اہل علم رخ نہیں کرتے۔

ترجمے کی طرح ہم علم کو بھی بڑے پیمانے پر دو قسموں میں منقسم کر سکتے ہیں۔سائنسی علوم اور سماجی علوم۔دونوں کے ترجمے کا انحصار زیادہ تر اصطلاحات پر ہوتا ہے۔سماجی علوم کے لئے اصطلاحات کے علاوہ دونوں زبان میں عام مہارت بھی ضروری ہوتی ہے۔اس پہلو پر اس لئے زور دیا جاتا ہے کہ ان علوم کا ترجمہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ مترجم تصنیف کی زبان کو اچھی طرح نہ سمجھتا ہو اور ترجمے کی زبان کے معنی خیز الفاظ کا وافر ذخیرہ اس کے ذہن میں محفوظ نہ ہو، سماجی علوم کا ترجمہ کرنے کے لئے اسے اپنی زبان میں بھی اظہار و بیان کی پوری قدرت حاصل ہونی چاہئے۔اصطلاحات اور مشکل الفاظ کے لئے فرہنگوں، قاموسوں اور لغات کو بار بار دیکھنا تو بہر حال پڑے گا مگر مترجم کا خود اپنا ذخیرہ اتنا وسیع ہونا چاہئے کہ اس کام پر حد سے زیادہ وقت صرف نہ کرنا پڑے اور ایک معقول رفتار سے کام آگے بڑھے۔

ایک بہت بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ سماجی علوم کے لئے لسانی قابلیت، وسیع مطالعہ اور محنت تینوں چیزیں لازمی ہیں۔ جو بہت مشکل سے کسی مترجم میں یکجا ہوتی ہیں۔ فلسفے کے علاوہ دوسرے سماجی علوم میں بھی پس منظر کے طور پر ایک قسم کا فلسفہ کارفرما ہوتا ہے۔ تاریخ، نفسیات، اخلاقیات، عمرانیات، معاشیات غرض جملہ انسانی علوم جو انسان کے ذہن اور اس کے اعمال سے تعلق رکھتے ہیں ان کے مسائل کا تجزیہ کسی نہ کسی قسم کے فلسفہ کا ضرور حامل ہوتا ہے۔ یہ تراجم عبارت کی مترادف ترجمے کی زبان میں پیش کرنے کے لئے ایک ایک لفظ کا مفہوم ادا کرنا ہوتا ہے۔ تراجم بالعموم اور سماجی علوم کے تراجم بالخصوص اس لئے بھی مشکل ہوتے ہیں کہ اردو میں کوئی بہت معیاری اور مبسوط لغت دستیاب نہیں ہے۔ مولوی عبدالحق مرحوم کی لغت The standard English Urdu Dictionary اپنے آپ میں اچھی لغت ہے تاہم ناکافی ہے۔

3.4 آپ نے کیا سیکھا؟

اس سبق سے ہمیں یہ سمجھ میں آیا کہ ترجمہ صرف الفاظ کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک نہایت ذمہ دار، فکری اور فنی عمل ہے۔ مترجم کو لازم ہے کہ وہ اصل متن کی روح، اسلوب، جذبات اور ثقافتی پس منظر کو مکمل دیانت داری کے ساتھ سمجھ کر ہدف کی زبان میں منتقل کرے تاکہ معنی میں بگاڑ یا کمی واقع نہ ہو۔ اس دوران مترجم کو دونوں زبانوں کی نحوی ساخت، محاوراتی اظہار، اصطلاحات اور تہذیبی حوالوں پر گہری نگاہ رکھنی ہوتی ہے۔ اس سبق نے یہ احساس بھی پیدا کیا کہ ترجمے کا عمل زبانوں اور تہذیبوں کے درمیان رابطے کا پل ہے، اس کے ذریعے نہ صرف ادب بلکہ علمی و فکری سرمائے کا تبادلہ ممکن ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ ایک اچھا مترجم اصل متن کے وفادار رہتے ہوئے ہدف زبان کے قاری کے ذوق اور سمجھ کو بھی مدّنظر رکھتا ہے۔ نتیجتاً ہم نے جانا کہ ترجمہ ایک ذمہ داری، مہارت اور حساسیت کا تقاضا کرنے والا عمل ہے جس کے بغیر بین الاقوامی ادبی اور علمی ترقی کا سفر نامکمل ہے۔

3.5 فرہنگ

۱۔	مفہوم	مطلب، معنی
۲۔	مترادفات	ہم معنی الفاظ، ایک جیسے مطلب رکھنے والے الفاظ
۳۔	تاثیر/تاثر	اثر، دل و دماغ پر پڑنے والی کیفی
۴۔	لغت	ڈکشنری، الفاظ کے معنی بتانے والی کتاب
۵۔	سیاق وسباق	پس منظر، جملے یا متن کا تناظر
۶۔	اشتقاق	الفاظ کا ماخذ، کسی لفظ کے بننے یا نکلنے کا سلسل

۷۔	ناگزیر	ضروری، جس سے بچا نہ جا سکے
۸۔	انحراف	اصل سے ہٹ جانا، رخ بدل لینا
۹۔	قابل قبول	تسلیم کیا جانے کے قابل، قابلِ منظوری
۱۰۔	اہل زبان	ایسی شخصیت جو اس زبان کی پیدائشی و قدرتی بولنے والی ہو
۱۱۔	کارپس (Corpus)	ڈیجیٹل طریقے سے ذخیرہ شدہ زبان کا بڑا ڈیٹا
۱۲۔	اصطلاح	کسی علم یا فن میں استعمال ہونے والا خاص اور مخصوص لفظ یا ترکیب
۱۳۔	اسمائے معرفہ	خاص نام جیسے افراد، مقامات یا اداروں کے نام۔
۱۴۔	عبور	مہارت، مکمل دسترس
۱۵۔	نزاکت	باریکی، نازک پن، لطافت
۱۶۔	دسترس	اختیار یا مہارت، پوری گرفت
۱۷۔	تخلیقی صلاحیت	نئی چیز یا خیال پیدا کرنے کی صلاحیت
۱۸۔	استعارہ	علامتی انداز میں بات کہنا، کنایہ دار تشبیہ
۱۹۔	ہیئت	ساخت، ترتیب، کسی چیز کے ہونے کی شکل وصورت
۲۰۔	اصطلاح سازی	نئے مخصوص الفاظ بنانا، علمی وفنی اصطلاحات وضع کرنا

3.6 خود جانچ سوالات

۱۔ ترجمے کے اصول پر مفصل بحث کیجئے۔

۲۔ ترجمہ نگاری کے مسائل اُجاگر کیجئے۔

۳۔ ترجمہ نگاری کے متعین کردہ اصولوں کے متعلق شخصیات کی آرائیں پیش کیجئے۔

۴۔ ترجمے میں اصطلاحات کے مسائل کیوں پیدا ہوتے ہیں اور ان کے حل کے لیے کن اقدامات کی ضرورت پیش آتی ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

3.7 مشقی سوالات

۱۔ ترجمہ کرتے وقت الفاظ اور معانی دونوں کے لحاظ کو ضروری کیوں قرار دیا جاتا ہے؟ وضاحت کریں۔

۲۔ محض دولسانی لغت کی مدد سے ترجمہ کرنے کو فنِ ترجمہ سے ناواقفیت کی دلیل کیوں کہا گیا ہے؟ مثال کے ساتھ بیان کریں۔

۳۔ ماخذ زبان، مطلوبہ زبان اور ثانوی زبان سے کیا مراد ہے؟ مثال دے کر سمجھائیں۔

۴۔ ترجمہ سوفیصد مطابقِ اصل کیوں نہیں ہو پاتا؟ ان وجوہات کو بیان کیجیے جو اس عدمِ مطابقت کا سبب بنتی ہیں۔

۵۔ تخلیقی اور غیر تخلیقی ادب کے ترجمے میں بنیادی فرق کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

3.7.0 مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: ترجمہ کرتے وقت الفاظ اور معانی دونوں کے لحاظ کو ضروری کیوں قرار دیا جاتا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: ترجمہ کا مقصد صرف الفاظ کی تبدیلی نہیں بلکہ اصل متن کے مفہوم اور احساس کو اس طرح دوسری زبان میں منتقل کرنا ہے کہ معنی میں کوئی تبدیلی یا بگاڑ پیدا نہ ہو۔ اگر صرف الفاظ بدل دیے جائیں اور ان کے معنی نظر انداز ہو جائیں تو پیغام ادھورا، غلط یا غیر مربوط ہو جاتا ہے اور قاری تک اصل تاثر نہیں پہنچ پاتا۔ اسی طرح اگر معنی پر توجہ دے کر الفاظ کو نظر انداز کیا جائے تو اسلوب، طرزِ اظہار اور جذباتیت متاثر ہوتی ہے۔ اس لیے ترجمہ اس وقت کامیاب ہوتا ہے جب الفاظ اور معانی دونوں کا یکساں خیال رکھا جائے تاکہ اصل زبان کے پڑھنے والے اور ترجمے کے قاری پر تقریباً ایک جیسا اثر قائم ہو۔

سوال 2: محض دولسانی لغت کی مدد سے ترجمہ کرنے کو فنِ ترجمہ سے ناواقفیت کی دلیل کیوں کہا گیا ہے؟ مثال کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: دولسانی لغت صرف الفاظ کے عام معنی بتاتی ہے، مگر ترجمہ ایک فنی عمل ہے جس میں محاوروں، سیاق و سباق، تہذیبی حوالوں، جذباتی آہنگ اور اسلوب کو بھی مدنظر رکھنا لازم ہے۔ لغت دیکھ کر لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے سے عموماً معنی بگڑ جاتیہیں یا جملہ غیر فطری محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً انگریزی جملہ "He kicked the bucket" کا لفظی ترجمہ "اس نے بالٹی کو لات ماری" ہوگا، جو درست نہیں۔ اس کا اصل معنی "وہ مر گیا" ہے۔ اس لیے محض لغت پر انحصار کرنا ترجمے کے فن کی باریکیوں سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

سوال3: ماخذ زبان، مطلوبہ زبان اور ثانوی زبان سے کیا مراد ہے؟ مثال دے کر سمجھائیں۔

جواب: جس زبان کے متن کو پڑھ کر اسے دوسری زبان میں منتقل کیا جائے وہ ماخذ زبان (Source Language) کہلاتی ہے، اور اس زبان میں موجود اصل عبارت کو ماخذ متن (Source Text) کہا جاتا ہے۔ جس زبان میں ترجمہ کیا جائے وہ مطلوبہ زبان (Target Language) اور تیار شدہ ترجمہ مطلوبہ متن (Target Text) کہلاتا ہے۔ جبکہ ترجمے کے عمل میں اگر کسی تیسری زبان کی مدد لی جائے تو اسے ثانوی زبان (Filter Language) کہا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی ادب پہلے روسی سے انگریزی میں ترجمہ ہوا اور پھر اس انگریزی ترجمے کو اردو میں منتقل کیا جائے تو روسی ماخذ زبان، انگریزی ثانوی زبان اور اردو مطلوبہ زبان ہوگی۔

سوال4: ترجمہ سو فیصد مطابقِ اصل کیوں نہیں ہو پاتا؟ ان وجوہات کو بیان کیجیے جو اس عدمِ مطابقت کا سبب بنتی ہیں۔

جواب: دو مختلف زبانوں کے الفاظ، محاورات، لسانی مزاج، صرفی و نحوی ساخت اور تہذیبی پس منظر میں نمایاں فرق ہوتا ہے، اسی وجہ سے کسی بھی متن کا دوسرا زبان میں سو فیصد عین مطابق ترجمہ ممکن نہیں ہوتا۔ بعض اوقات اصل زبان میں موجود جذبات، صوتی آہنگ، اسلوب، علامتوں اور ثقافتی حوالوں کو مطلوبہ زبان میں پوری شدت کے ساتھ منتقل کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر مصنف کا اندازِ بیان اور تخلیقی رجحانات الگ ہوتے ہیں جن کی مکمل نقل کوئی ترجمہ نہیں کر پاتا۔ لہٰذا ترجمہ ہمیشہ ایک 'ناگزیر سمجھوتا' ہوتا ہے جس میں مطابقت پوری کوشش کے باوجود مکمل نہیں ہو پاتی۔

سوال5: تخلیقی اور غیر تخلیقی ادب کے ترجمے میں بنیادی فرق کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: تخلیقی ادب جیسے شاعری، ناول، افسانہ میں جذبات، احساسات، تخیل، اسلوب، آہنگ اور فنی حسن کو مرکزی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے تخلیقی ادب کے ترجمے میں اصل متن کا تاثر، جذباتی کیفیت اور ادبی حسن برقرار رکھنا بنیادی مقصد ہوتا ہے۔ جبکہ غیر تخلیقی ادب خصوصاً سائنسی اور تکنیکی مضامین کا ترجمہ معلومات پر مبنی ہوتا ہے، جس میں الفاظ کی درستگی، اصطلاحات کے صحیح استعمال اور مفہوم کی واضح اور ٹھوس ترسیل اہم ہوتی ہے، نہ کہ اسلوب یا جذبات۔ اسی لیے تخلیقی ادب کا ترجمہ ''دوبارہ تخلیق'' کے مترادف سمجھا جاتا ہے، جبکہ غیر تخلیقی ادب کا مقصد صرف اور صرف درست معلومات کی ترسیل ہوتا ہے۔

3.8 جواباتِ سرگرمی

1۔(ب) مفہوم کی درست منتقلی

2۔(ج) دونوں زبانوں پر یکساں عبور

3۔(ج) مفہوم کی خرابی

4۔(ب) ثقافتی فرق

5۔(ج) ادبی حسن متاثر ہوتا ہے

6۔(ج) ثقافتی وتہذیبی تناظر

3.9 امدادی کتب

1۔	اردو زبان میں ترجمے کے مسائل	اعجاز راہی
2۔	اردو لسانیات	نصیر احمد خان
3۔	ترجمہ کا فن اور روایت	قمر رئیس
4۔	ترجمہ نگاری: فن، رویت، اصول و مسائل	ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ

سبق نمبر۴۔ ترجمہ کاری میں فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج، دارالترجمہ عثمانیہ اور دیگر اداروں کی خدمات

ساخت

4.0 اغراض ومقاصد
4.1 تعارف
4.2 ترجمہ کاری میں فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج، دارالترجمہ عثمانیہ۔۔۔۔
4.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
4.3 عمومی جائزہ
4.4 آپ نے کیا سیکھا
4.5 فرہنگ
4.6 خود جانچ سوالات
4.7 مشقی سوالات
4.7.0 مشقی سوالات کے جوابات
4.8 جواباتِ سرگرمی
4.9 امدادی کتب

4.0 اغراض ومقاصد

اس سبق کا مقصد ترجمہ نگاری کے فروغ میں فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج، دارالترجمہ عثمانیہ اور دیگر اداروں کی خدمات کو اُجاگر کر کے آپ کو ان سے روشناس کروانا ہے۔ ہندوستان کے علمی وادبی اداروں نے کن کن کتب اور کن کن زبانوں کے ادب کا ترجمہ کیا۔ ان سب کا ذکر اس

سبق میں شامل ہے۔فورٹ ولیم کالج کے زیرتحت کن کتب کا ترجمہ ہوااور کس نوعیت کا ترجمہ ہوا۔کس ترجمے کوشہرت نصیب ہوئی۔دہلی کالج میں کس طرح کی کتب کا ترجمہ کیا گیااوران کا معیار کیا رہااور کس مترجم نے اعلی پائے کا ترجمہ کیا۔دارالترجمہ عثمانیہ میں ترجمے کے ارتقاء میں کیا رول ادا کیااس کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے اداروں کی ترجمے کی روایت کوفروغ بخشنے میں کیا کردارادا کیا۔ان سب باتوں کا ذکر تفصیل سے اس سبق میں پیش کیا گیا ہے۔ان مذکورہ ادبی اورعلمی اداروں کی ترجمہ کے متعلق خدمات کو بروئے کارلانا اس سبق کا اہم مقصد ہے۔

4.1 تعارف

کسی زبان میں محفوظ طبعی وسماجی علوم وفنون،شعروادب کے ذخیرے جب کسی دوسری زبان میں بذریعہ تحریر منتقل کئے جاتے ہیں تو ہم انہیں ترجمہ کہتے ہیں اور بذریعہ تقریر ہوتو ترجمانی کہیں گے۔ترجمے کے وسیلے سے علوم وفنون اور زبان وادب کی بتدریج ترقی ہوتی ہے۔ابتدائی دور کے سپاٹ ترجموں کے بعد ان میں پختگی اور کمال پیدا ہوتا گیا جس میں بڑا دخل اصطلاحات کا ہے۔ترجمے کے دوران اصطلاحات کے ہمہ جہت استعمال نے ترسیل وابلاغ میں معنویت،اختصار اورحسن اظہار پیدا کردیا ہے۔ہمارے یہاں اردو میں ترجمے اوراصطلاحات وضع کرنے کی روایت صدیوں پرانی ہے۔یہ ترجمے لاطینی،عربی،فارسی،سنسکرت،یونانی،فرانسیسی اور بہت بعد میں انگریزی سے اردو میں ہوتے رہے۔تراجم کی یہ ابتدائی کوششیں انفرادی یا شخصی تھیں۔اٹھارویں صدی کے اواخر اورانیسویں صدی کے آغاز ہی سے ترجموں کے لئے باضابطہ اداروں،مدرسوں اورانجمنوں کی جانب سے کوشش کی جانے لگیں۔مدرسہ غازی الدین (۱۷۲۹) فورٹ ولیم کالج (۱۸۰۰)،دہلی کالج (۱۸۲۵)،درالترجمہ شمس الامراءحیدرآباد(۱۸۲۵)محکمہ علوم وفنون حیدرآباد دکن اور دورالترجمہ جامعہ عثمانیہ(۱۹۱۷)،نے مختلف علوم کے ترجموں اوراصطلاحوں کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔تراجم کے دوران اصطلاح سازی کا بڑا صبرآزما اورنازک مرحلہ آتا ہے۔جس کی طرف بیسویں صدی میں خصوصی توجہ کی گئی۔پروفیسر وحیدالدین سلیم کو وضع اصطلاحات سے ہی نہیں بلکہ نئے نئے الفاظ بنانے سے بھی خاصی دلچسپی تھی۔پروفیسر وحید الدین سلیم شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی کے اولین صدر تھے۔مولوی عبدالحق محکمہ دارالترجمہ جامعہ وحیدالدین اردو عثمانیہ کے ناظم اورانجمن ترقی اردو کے معتمد تھے۔انہیں کی تحریک پر وحیدالدین سلیم نے اپنی گراں قدر تصنیف وضع اصطلاحات طبع کر کے دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ سے شائع کی۔برکت علی چودھری نے طریق تسمیہ تصنیف کی۔فن ترجمہ نگاری اور اصطلاحات سازی کے موضوع پر اردو میں کئی اور کتابیں،مضامین اوررسائل بھی منظر عام پر آتے گے جن سے ترجمے اور ترجمے سے متعلق موضوعات پر کام کرنے کے لئے سہولتیں پیدا ہوئیں۔

4.2 ترجمہ کے فروغ میں فورٹ ولیم کالج،دہلی کالج اوردارالترجمہ عثمانیہ کی خدمات۔

ترجمہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کرنے کے ہیں۔یہ بیان اس وقت فن کی صورت اختیار کر لیتا ہے جب مترجم مصنف کی فکر کو جذب کر کے اس کے متن کے فنی لوازم کو برقرار رکھتے ہوئے اسے ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرتا ہے۔ترجمہ بڑا مشکل کام ہے۔یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے جو بڑی مہارت اور ریاضت چاہتا ہے۔ایک زبان کے معنی ومطالب کو دوسری

زبان میں اس طرح منتقل کرنا کہ اصل عبارت کی خوبی اور اس کا مطلب جوں کا توں باقی رہے ترجمہ کہلاتا ہے۔اس طرح جہاں تک ترجمہ کی تعریف کا تعلق ہے اسے ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ ترجمہ کسی زبان پر کئے گئے ایسے عمل کا نام ہے جس میں کسی اور زبان کے متن کی جگہ دوسری زبان کا متبادل متن پیش کیا جائے۔اس تعریف میں معانی،مفہوم،مطلب،انداز بیان اور اظہار بیان واسلوب کے تمام پہلو آجاتے ہیں۔ مترجم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس فن کے اصولوں سے واقفیت رکھتا ہو۔دو زبانوں کی واقفیت رکھتا ہو،ایک وہ جس میں ترجمہ کیا جارہا ہو اور دوسری وہ جس سے ترجمہ کیا جارہا ہو۔ان دونوں زبانوں کے مزاج،تہذیب،تمدن،کلچر وغیرہ سے ازبس واقفیت ہونا لازمی ہے تب جاکے ترجمہ کامیاب ہوسکتا ہے۔سیرو نے لکھا ہے کہ مترجم کا کام لفظ کی جگہ لفظ رکھنا نہیں بلکہ مصنف کے اسلوب اور زبان کی طاقت کو اپنی زبان میں محفوظ کرنا ہوتا ہے۔

موپاساں،کولرج،ابن خلدون اور فردوسی طوسی جیسے ادیب،شعراء اور نقاد ان ہی ترجموں کی بدولت اردو ادب میں زیادہ سے زیادہ متعارف ہوئے۔ارسطو کی بوطیقا کے کم از کم تین ترجمے اب تک اردو میں مشہور ہیں۔شاعری میں حالی سے لے کر اقبال،فراق،راشد اور میراجی تک مختلف شاعروں نے مغربی ادبیات سے استفادہ کرنے اور مختلف رویوں اور رجحانات کو اردو میں متعارف کرنے کے لئے ترجموں کا بڑا ذخیرہ اردو زبان کو دیا۔ترجمے کا کام ہر وقت جاری رہتا ہے اور موجودہ دور میں اس کی ضرورت زیادہ ہے کیونکہ علم وآگہی کا اس قدر تیزی سے پھیلاؤ تاریخ نے شاید ہی کبھی دیکھا ہو۔سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہونے والی حیرت انگیز پیش رفت سے اگر ترقی پذیر ممالک فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کا سب سے بہتر ذریعہ ترجمہ ہے اردو میں ترجمہ نگاری کا کام اس لحاظ سے زیادہ لازمی ہے کہ اس کی بدولت یہ زبان نئے چیلنجوں کا سامنا کر سکتی ہے اس سلسلے میں انفرادی کاوشوں سے زیادہ اداروں کی جانب سے منظّم کوشش زیادہ بارآور ثابت ہوسکتی ہیں۔

فورٹ ولیم کالج (۱۸۰۰) سے پہلے جو ترجمے ہوئے وہ سب انفرادی کوششوں کا نتیجہ تھے۔فورٹ ولیم کالج پہلا ادارہ تھا جس نے منظّم اور باقاعدہ طریقے سے عربی،فارسی اور سنسکرت سے اردو میں ترجمے کئے۔فورٹ ولیم کالج کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انگریزوں کو مقامی زبان سے آگاہ کرنا تاکہ وہ آسانی سے حکومت کرسکیں۔اس لئے تراجم کا سلسلہ شروع ہوا،کالج میں ہندوستانی (اردو) کا ایک شعبہ ڈاکٹر جان گل کرسٹ کی صدارت میں قائم کیا گیا۔جس کے لئے نصابی کتابیں تیار کی گئیں۔جن میں تصانیف بھی تالیف بھی اور تراجم بھی شامل تھیں۔تراجم میں پابند ترجمے بھی تھے اور آزاد ترجمے بھی۔پابند ترجمہ اسے کہا جاتا ہے جس میں اصل زبان کے پورے مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کیا جائے۔فورٹ ولیم کالج کے تراجم میں میرامن کی کتاب باغ و بہار اور گنج خوبی،حیدر بخش حیدری کی آرائش محفل،طوطا کہانی اور گل مغفرت،نہال چند لاہوری کی فریب عشق،میر علی افسوس کی باغ اردو،مظہر علی خان کی تاریخ شیر شاہی،کاظم علی جوان کا ترجمہ قرآن،مرزعلی لطف کی گلشن ہند" وغیرہ جیسے تراجم رواں دواں اور اہمیت کے حامل نظر آتے ہیں۔اس کے علاوہ جن لوگوں نے فورٹ ولیم کالج میں اردو میں ترجمے کئے۔ان میں بہادر علی حسینی،مظہر علی خان والا،میر ابوالقاسم اور طوطا رام وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

فورٹ ولیم کالج کے بعد اردو ترجمے کی تاریخ میں دوسرا اہم ادارہ دلی کالج 1825ء تھا۔جہاں ورنا کولر ٹرانسلیشن سوسائٹی قائم کی گئی۔

یہاں ہندوستانیوں کو مغربی تعلیم دینے کے لئے بڑے پیانے پر ترجمے کئے گئے۔ جب کہ فورٹ ولیم کالج میں انگریزوں کو ہندستانی تعلیم دینے کے لیے ترجمے کئے گئے۔ اس لحاظ سے دہلی کالج کو فورٹ ولیم کالج پر فوقیت حاصل ہے۔ یہاں آزاد ترجمے کو ترجیح دی گئی اور فورٹ ولیم کالج کی طرح یہاں بھی ادبی ترجمے کم ہی ہوئے۔ دہلی کالج کے چند معروف ادبی تراجم میں امام بخش صہبائی کا ترجمہ " حدائق البلاغت، ماسٹر پیارے لال کا ترجمہ دربار قیصری اور ان کے علاوہ شکنتلا، بدر منیر وغیرہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ترجمے کی روایت میں سرسید کی تحریک کو بھی خاص دخل ہے لیکن سیاسی اختلافات کے سبب ادبی تراجم کے اعلیٰ نمونے نہیں پیش کرسکی۔ یہاں عنایت دہلوی کے تراجم اہمیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے انگریزی کی دقیق کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ مثلاً ڈیوائن کاسٹیڈی سلامبو، ٹائٹس اور جنگل بک وغیرہ۔

1865ء میں انجمن پنجاب لاہور اور روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی کے قیام سے بھی ترجمہ کی روایت کو فروغ ملا۔ 1903ء میں انجمن ترقی اردو کے قیام سے ترجمے کی روایت کو ایک نئی جہت ملی۔ یہاں ادبی ترجمے کے ساتھ ساتھ وضع اصطلاحات پر زیادہ توجہ صرف کی گئی۔ تاریخ، ادبیات ایران، خطبات گارساں وتاسی، تاریخ عہد انگلشیہ نے مشاہیر یونان وروم وغیرہ اس انجمن کے یادگار تراجم ہیں۔

اردو میں ترجمہ کی روایت کو منظر عام پر لانے میں جامعہ عثمانیہ کا خاصا اہم رول رہا ہے اس کا قیام 1917ء میں عمل میں آیا۔ یہاں دارالترجمہ عثمانیہ قائم کیا گیا۔ اس ادارے سے تقریباً 400 کتابیں انگریزی فارسی، عربی، جرمنی اور فرانسیسی سے ترجمہ کی گئی ہیں۔

1936ء کے بعد اردو ادب میں ادبی اور تنقیدی تراجم میں اضافہ ہوا۔ عزیز احمد نے ارسطو کی بوطیقا کا ترجمہ فن شاعری کے نام سے کیا۔ جو 1941ء میں شائع ہوا۔ 1968ء میں محمد ہادی حسن نے مغربی شعریات شمس الرحمٰن فاروقی نے 1978ء میں شعریات، جمیل جالبی نے 1976ء میں ارسطو سے ایلیٹ تک اور 1978 میں ایلیٹ کے مضامین جیسے تراجم لکھے اور شائع کئے۔ بیسویں صدی کے اردو اب میں پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم سے لے کر اختر حسین رائے پوری، سعادت حسن منٹو، عزیز احمد، محمد حسن عسکری، قرۃ العین حیدر اور انتظار حسین نے نثری ادب کا ترجمہ کیا ہے اور اقبال سے لے کر فیض، ن۔م۔ راشد، مجید امجد وغیرہ جیسے شاعروں نے شعری ادب کے ترجمے کئے ہیں۔ مغرب کے تخلیقی ادب کے تراجم سے اردو اب میں وسعت پیدا ہوئی۔ تراجم کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ترجمے کا فن اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے۔ ان تمام اداروں کے علاوہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، ہندوستانی اکیڈی الہ آباد، ترقی اردو بورڈ دہلی، ساہتیہ اکیڈی دہلی، اردو اکیڈمی دہلی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی وغیرہ کے علاوہ بہت سے ادارے، اکیڈمیاں اور قومی کونسل برائے فروغ اردو اس زبان میں مختلف علوم کے تراجم کرانے میں پیش پیش ہیں۔

ترجمہ کے بغیر دنیا کے اکثر کام انجام نہیں دیئے جاسکتے۔ قدیم زمانے سے لیکر ہمارے زمانے تک دنیا میں ہونے والی علمی، فنی، سائنسی اور ٹیکنیکل معلومات ہمیں ترجموں کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ ہمارے زمانے میں فنی اور تکنیکی دریافتیں، انکشافات اور معلومات تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہیں۔ یہ دریافتیں اور معلومات ہر ملک کے لئے ضروری ہیں۔ چاہے ملک ترقی یافتہ ہو، ترقی پذیر ہو یا پسماندہ ہو اور یہ مقصد صرف اور صرف ترجمے ہی کے ذریعے ہی پورا ہوسکتا ہے۔

ترجمہ ایک مشکل فن کی حیثیت رکھتا ہے اور بڑا مشکل کام ہے جو ہر قدم پر مہارت اور دریافت چاہتا ہے۔ ہر آدمی ترجمہ کا کام انجام نہیں دے سکتا، اس کام کو انجام دینے کے لئے میلان طبیعت اور شوق ہونا ضروری ہے، ایک زبان سے دوسری زبان میں صرف لفظی مفہوم بیان کر دینے کو مکھی پر مکھی مارنا کہتے ہیں۔ اس لئے مترجم کے لئے ضروری ہے کہ ایک زبان کے معانی و مطالب کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کرے کہ اصل عبارت کی خوبی اور اس کا مطلب جوں کا توں باقی رہے اور ساتھ ہی اس فن کے اصول اور زبانوں کی واقفیت رکھتا ہو۔ دونوں زبانوں کے مزاج، تہذیب، تمدن، الفاظ کی معنوی اور صوتی خوبیوں کا علم بھی رکھتا ہو تب جا کے ترجمہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

ترجمہ ایک ایسی کھڑکی ہے جس سے جھانک کر ایک زبان کے لوگ دوسری زبان کے سماجی گروہوں یا قوموں کے حالات کی واقفیت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ترجمہ کے ذریعے علم و فن کے میدانوں میں انسانی فتوحات ہم تک پہنچی ہیں۔ اگر انسان ترجمے کے فن کا استعمال نہیں کرتا تو ہماری علمی روایات ہزاروں سال پیچھے رہ جاتیں۔ مترجموں نے اپنی جد و جہد سے ہر قدم پر انسانی علم میں اضافہ کیا ہے۔ ترجمہ کے ذریعے ہی ایک مخصوص ملک کسی بھی جغرافیائی علاقے اور کسی بھی خاص قوم کے حالات اور اس کے علوم و فنون حاصل کر کے تمام دنیا تک پہنچاتا ہے۔

ترجمے دنیا کی تقریباً سبھی زبانوں میں ہوتے ہیں جو لکھی اور بولی جاتی ہیں۔ ترجمے کے اقسام، فن اور اصولوں کے حوالے سے عالموں اور مترجموں نے مختلف طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مگر آج تک کوئی ایک ایسی مکمل کتاب سامنے نہیں آئی جس میں ترجمے کے بنیادی مسائل زیر بحث آئے ہوں اور ان مسائل کے حل بتائے گئے ہوں جس سے ترجمہ کرنے والے کو آگے چل کر اپنی راہ ہموار کرنے میں مدد مل سکے۔ اپنی حدوں اور ذمہ داریوں کا علم ہو اور جسے وہ اپنی تربیت کے لئے استعمال کر سکے۔ ترجمہ کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اصل متن کا صرف لفظی ترجمہ کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مفہوم لے کر آزادی کے ساتھ اپنی زبان کے روایتی انداز کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کیا جائے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ترجمہ میں مصنف کے لہجے کی کھنک بھی باقی رہے اور اپنی زبان کا مزاج بھی باقی رہے۔

یہ لازم ہے کہ ترجمہ اصل متن کے بالکل مطابق ہو۔ اس قسم کے ترجمے کو معتدل ترجمہ کہتے ہیں۔ ترجمہ تین اقسام رکھتا ہے علمی ترجمہ، ادبی ترجمہ اور صحافتی ترجمہ۔ علمی ترجمہ کی ذیل میں تمام سائنسی علوم و فنون کا ترجمہ آتا ہے۔ یہ لفظی ترجمہ کے ذیل میں آتا ہے۔ ادبی ترجمہ میں ضروری ہے کہ بامحاورہ ترجمہ کیا جائے اور صحافتی ترجمہ کو کھلا ترجمہ کہا جاتا ہے جہاں صرف مفہوم کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔

4.2.1 سرگرمی (آؤ! اپنی معلومات کو جانچیں)

1۔ فورٹ ولیم کالج کا قیام کب عمل میں آیا؟

(الف) 1798ء (ب) 1800ء

(ج) 1805ء (د) 1810ء

2۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

(الف) اردو شاعری کا فروغ　　(ب) صحافت کی ترقی

(ج) کمپنی ملازمین کی تربیت اور ترجمہ　　(د) مذہبی تبلیغ

3۔ دہلی کالج میں کن زبانوں کے متون اردو میں ترجمہ کیے گئے؟

(الف) صرف فارسی　　(ب) صرف عربی

(ج) عربی، فارسی اور انگریزی　　(د) ترکی اور فرانسیسی

4۔ دارالترجمہ عثمانیہ کا تعلق کس ریاست سے تھا؟

(الف) اودھ　　(ب) میسور

(ج) حیدرآباد دکن　　(د) بنگال

5۔ دارالترجمہ عثمانیہ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ کیا تھا؟

(الف) شاعری کی ترویج　　(ب) افسانہ نگاری کا آغاز

(ج) جدید علوم کا اردو میں ترجمہ　　(د) لغت نویسی

4.3 عمومی جائزہ

ترجمہ دراصل کسی متن کو ایک تہذیبی فریم سے نکال کر دوسرے تہذیبی فریم میں پیش کرنے کا عمل ہے۔ اس میں ایک تہذیب کے تصورات کو دوسری تہذیب کے پیکر میں ڈھالنا ہوتا ہے۔ مترجم کا کام ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ رکھنا نہیں بلکہ ایک تہذیبی معنویت کو دوسری تہذیبی معنویت میں منتقل کرنا ہے۔ کوئی خاص لفظ اپنے تہذیبی پس منظر میں ایک منشور کی طرح ہوتا ہے جس سے تصورات کے کئی رنگ پھوٹتے ہیں لیکن دوسری زبان میں اس کا ہم معنی لفظ اپنے تہذیبی سیاق میں تصورات کی اس ست رنگی چھوٹ سے عاری ہوتا ہے۔ اس لئے ترجمے میں مکھی پر مکھی بٹھانے سے کام نہیں چلتا۔ مترجم کو اصل متن کے تہذیبی تصورات کی ترجمے کی زبان میں باز آبادکاری کرنی پڑتی ہے۔ اس کے لیے مصنف کو زبان کے تہذیبی عناصر اور اس کے تہذیبی رچاؤ سے واقف ہونا ضروری ہے۔ آج کل ترجمے سے ایک اور تقاضہ یہ بھی کیا جا رہا ہے کہ ترجمہ اصل زبان کے اسالیب اور طرز احساس کو ترجمے کی زبان میں اس طرح منتقل کرے کہ ترجمے کی زبان اس سے متاثر ہو۔ کیونکہ ایسے ترجمے سے حقیقت میں

کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جو سلاست وروانی تو پیدا کر دے لیکن مصنف کی روح، اس کے لہجے اور تیور کو ہم سے دور کر دے اور ساتھ ہی ساتھ جس زبان میں ترجمہ کیا گیا ہو اس کے مزاج کو اسی طرح روایتی روش اور اظہار بیان پر قائم رکھے اور اس میں کسی اضافے، اسلوب کے نئے امکان یا بیان کے نئے تجربے کی کوشش نہ کرے۔

اردو میں باقاعدہ ترجمے کی روایت دوڈھائی سو برس پرانی ہے۔ اس کا آغاز قرآن شریف کے ترجمے اور اور بزرگوں کے اقوال و ہدایات سے ہوا تھا۔ مدرسہ غازی الدین (قیام: ۱۷۲۹ء) جو بعد میں ترقی کر کے اورینٹل کالج دہلی بنا جس میں علمی اور تعلیمی سرگرمیوں کے تحت ترجمے کرائے گئے۔ یہاں شعبہ مشرقیہ میں سنسکرت، عربی و فارسی کے علاوہ سماجی علوم اور جدید مغربی سائنس کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ فورٹ ولیم کالج کلکتہ (قیام: ۱۸۰۰ء) میں اردو زبان وادب اور اس کے علمی و تعلیمی میدان میں ترجمے کے ذریعے ہی ایک انقلاب آیا۔ سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ (قیام ۱۹۳۰ء) کے مقاصد میں اردو زبان کو فروغ دینا، اردو میں جدید علوم پر تصنیف و تالیف کا کام کرنا، دنیا کی اہم کتابوں کے اردو میں ترجمے کرانا تحقیق کے سائنٹفک اصولوں کی مدد سے اردو کے کلاسیکی سرمائے کو ترتیب دینا وغیرہ۔ یہاں ایک بڑا نام جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن) کا آتا ہے جہاں دارالترجمہ عثمانیہ کا قیام ۱۹۱۷ء میں عمل میں آیا۔ جامعہ عثانیہ میں قدیم وجدید مشرقی مغربی علوم وفنون کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ اس مقصد کے پیش نظر دارالترجمہ میں نصاب کی تیاری کے لئے تصنیف و تالیف کا کام شروع ہوا۔ انجمن پنجاب اور اورنٹل کالج لاہور نے بھی علمی، ادبی اور سائنسی کتابوں کے ترجمے کر کے شائع کیے ہیں۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت کے زیر نگرانی اردو کی ترقی اور بقا کے لئے ترقی اردو بیورو قائم ہوا (قیام: ۱۹۷۱ء) جو آج قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے نام سے جانا جاتا ہے یہاں تعلیم، ادب، سائنس اور دوسرے جدید علوم کی کتابوں کی تیاری اور ان کی اشاعت کے علاوہ ترجمے کا کام بھی ہوتا ہے۔

4.4 آپ نے کیا سیکھا؟

فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج اور دارالترجمہ عثمانیہ کی ترجمہ نگاری کی خدمات کے مطالعے سے ہم نے یہ سیکھا کہ ترجمہ کسی بھی زبان اور تہذیب کی علمی ترقی کا بنیادی ستون ہے۔ ان اداروں نے ثابت کیا کہ جب ترجمے کا کام منظّم اور ادارہ جاتی انداز میں کیا جائے تو اس کے اثرات نہایت دوررس ہوتے ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کی کوششوں نے اردو نثر کو باقاعدہ سمت دی اور اسے سلیس، رواں اور معیاری اسلوب عطا کیا۔ دہلی کالج نے ترجمے کے ذریعے جدید یورپی علوم کو پہلی بار اردو میں منتقل کیا، جس سے زبان میں وسعت بھی پیدا ہوئی اور علم تک رسائی کے نئے دروازے بھی کھلے۔ دارالترجمہ عثمانیہ نے اعلیٰ تعلیم کو مادری زبان میں ممکن بنا کر یہ ثابت کیا کہ زبان کی علمی ترقی ترجمے کے بغیر ممکن نہیں۔ اس مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ترجمہ صرف الفاظ کا بدل نہیں بلکہ تہذیبوں کو جوڑنے اور علمی سرمایے کو ایک قوم سے دوسری قوم تک منتقل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ان اداروں کے کام سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ترجمہ زبان، علم، تحقیق اور تہذیب چاروں کی ترقی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے اور

کسی بھی زبان کے زندہ وفعال رہنے کے لیے اس میں مسلسل ترجمے کا سلسلہ جاری رہنا ضروری ہے۔

4.5 فرہنگ

۱۔	لغوی	لفظی، اصل معنی کے اعتبار سے
۲۔	فنی لوازم	فن سے متعلق ضروری اصول وشرائط
۳۔	ریاضت	مشق، محنت، مسلسل کوشش
۴۔	مزاجِ زبان	زبان کا طریقِ اظہار، اسلوب، ساخت
۵۔	تہذیب	ثقافت، طریقِ زندگی
۶۔	تمدن	معاشرتی ترقی، کلچر
۷۔	استفادہ	فائدہ اٹھانا، استفادہ کرنا
۸۔	دقیق	مشکل، پیچیدہ
۹۔	منظرِ عام پر آنا	ظاہر ہونا، عام لوگوں کے سامنے آنا
۱۰۔	اصطلاحات	کسی علم کی خاص ومخصوص علمی الفاظ
۱۱۔	فتوحات	کامیابیاں، حاصل شدہ کامیاب کارنامے
۱۲۔	جغرافیائی	زمین یا علاقے سے متعلق
۱۳۔	روایتی انداز	حسبِ روایت، پرانا یا مروج طریقہ
۱۴۔	معتدل ترجمہ	درمیانی یا توازن رکھنے والا ترجمہ
۱۵۔	محاورہ	زبان کا خاص اور طے شدہ طرزِ بیان
۱۶۔	صوتی خوبیاں	آواز سے متعلق خصوصیات
۱۷۔	نقّاد	تنقید کرنے والا، جانچ پرکھ کرنے والا
۱۸۔	ترجمہ نگاری	ترجمہ کرنے کا فن یا عمل
۱۹۔	بارآور	کارآمد، نتیجہ خیز
۲۰۔	انکشافات	نئی دریافتیں، نئے حقائق سامنے آنا

4.6 خودجانچ سوالات

۱۔ ترجمے کی تعریف، حدوداوراہمیت بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ مختلف زبانوں کے مزاج اورتہذیب سے واقفیت مترجم کے لیے کیوں ضروری ہے؟

۲۔ فورٹ ولیم کالج نے اردونثر اورترجمہ کی روایت کے فروغ میں کیا بنیادی خدمات انجام دیں؟تفصیل سے بیان کریں۔

۳۔ دہلی کالج کے قائم کردہ ''سوسائٹی آف ایڈیٹنگ اینڈ ٹرانسلیشن'' نے اردو میں جدید علوم کے تراجم میں کیا کردارادا کیا؟

۴۔ دارالترجمہ عثمانیہ نے اردوزبان کوعلمی زبان بنانے میں کیا خدمات سرانجام دیں؟ مناسب مثالوں کے ساتھ وضاحت کریں۔

۵۔ اردو میں ترجمے کی مختلف اقسام اورطریقے کون سے ہیں؟ مثالوں اوروضاحت کے ساتھ اس پرمفصل نوٹ لکھیں۔

4.7 مشقی سوالات

۱۔ ترجمہ کس زبان کا لفظ ہےاوراس کے لغوی معنی کیا ہیں؟

____

____

____

____

____

____

۲۔ فورٹ ولیم کالج کا مختصرتعارف پیش کیجئے؟

____

____

____

____

____

____

۳۔ دہلی کالج میں تراجم کا مقصد کیا تھا؟

۴۔ دارالترجمہ عثمانیہ کب قائم ہوا اور اس کا تعارف پیش کریں؟

۵۔ معتدل ترجمے سے کیا مراد ہے؟

4.7.0 مشقی سوالات کے جوابات

۱۔ ترجمہ کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی کیا ہیں؟

جواب: ترجمہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: کسی بات یا مفہوم کو ایک زبان سے دوسری زبان کے الفاظ میں بیان کرنا۔ یہ صرف

لفظوں کا بدل نہیں بلکہ ایک زبان کے معنی، اسلوب، مزاج اور تہذیبی لہجے کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ہے۔ اس میں مصنف کی نیت، فکر اور بیان کی خوبیوں کو بھی مناسب انداز میں ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

۲۔ فورٹ ولیم کالج کا مختصر تعارف پیش کیجئے؟

جواب: فورٹ ولیم کالج 1800ء میں کلکتہ میں قائم ہوا جس کا بنیادی مقصد انگریز افسروں کو ہندوستان کی مقامی زبانوں ـــــ خصوصاً اردو، فارسی اور بنگلہ ـــــ کی تعلیم دینا تھا۔ اسی مقصد کے تحت یہاں باقاعدہ طور پر ترجمہ، تالیف اور نصابی کتب کی تیاری کا منظم سلسلہ شروع ہوا، جس نے اردو نثر کی بنیاد رکھنے اور بہت سے اہم تراجم کو جنم دینے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

۳۔ دہلی کالج میں تراجم کا مقصد کیا تھا؟

جواب: دہلی کالج میں قائم کردہ سوسائٹی برائے ایڈیٹنگ وٹرانسلیشن کا بنیادی مقصد ہندوستانیوں کو جدید مغربی علوم سے روشناس کرنا تھا۔ یہاں سائنس، فلسفہ، ریاضی، جغرافیہ اور تاریخ جیسی اہم انگریزی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا گیا تاکہ عام پڑھنے والے، طلبہ اور اساتذہ اپنی زبان میں اعلیٰ علمی مواد تک رسائی حاصل کر سکیں۔ اس طرح دہلی کالج نے اردو میں جدید علم کو پہنچانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔

۴۔ دارالترجمہ عثمانیہ کب قائم ہوا اور اس کا تعارف پیش کریں؟

جواب: دارالترجمہ عثمانیہ 1917ء میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے تحت قائم ہوا۔ یہ اردو زبان میں اعلیٰ تعلیم کے فروغ کا پہلا بڑا ادارہ تھا۔ یہاں انگریزی، عربی، فارسی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں کی تقریباً 400 اہم کتابوں کا ترجمہ اردو میں کیا گیا۔ ان تراجم نے نہ صرف اردو زبان کو علمی زبان کا درجہ دیا بلکہ جدید وقدیم علوم دونوں کو اردو دنیا کے لیے قابلِ فہم اور قابلِ مطالعہ بنایا۔

۵۔ معتدل ترجمے سے کیا مراد ہے؟

جواب: معتدل ترجمے سے مراد وہ طریق؟ ترجمہ ہے جس میں مترجم نہ تو محض لفظی ترجمہ کرتا ہے اور نہ ہی پوری آزادی کے ساتھ مفہوم کو بدل دیتا ہے، بلکہ وہ اصل متن کے مفہوم، لہجے، جذبات اور اسلوب کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی زبان میں ایسا انداز اختیار کرتا ہے جو بامحاورہ اور رواں ہو۔ اس میں مصنف کے اسلوب کی جھلک بھی موجود رہتی ہے اور اپنی زبان کا قدرتی رنگ بھی برقرار رہتا ہے۔ اسی لیے اسے سب سے متوازن اور معیاری طریق؟ ترجمہ سمجھا جاتا ہے۔

4.8 جواباتِ سرگرمی

1800۔1

2۔کمپنی ملازمین کی تربیت اور ترجمہ

3۔عربی، فارسی اور انگریزی

4۔حیدرآباددکن

5۔جدیدعلوم کااردو میں ترجمہ

4.9 امدادی کتب

ا۔	فورٹ ولیم کالج	رابندرناتھ شیدا
۲۔	دارالترجمہ عثمانیہ کی ملی وادبی خدمات	ڈاکٹرمحبت الاسلام
۳۔	مرحوم دہلی کالج	مولوی عبدالحق
۴۔	ترجمہ نگاری:فن،روایت،اصول ومسائل	ڈاکٹراعجازحسین شاہ

سبق نمبر ۵۔ادبی ترجمہ، تکنیکی اور سائنسی تراجم میں فرق

ساخت

5.0 اغراض ومقاصد
5.1 تعارف
5.2 ادبی ترجمہ، تکنیکی اور سائنسی تراجم میں فرق
5.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
5.3 عمومی جائزہ
5.4 آپ نے کیا سیکھا
5.5 فرہنگ
5.6 خود جانچ سوالات
5.7 مشقی سوالات
5.7.0 مشقی سوالات کے جوابات
5.8 جواباتِ سرگرمی
5.9 امدادی کتب

5.0 اغراض ومقاصد

اس سبق کے مطالعے کے بعد ہم ترجمے کی بنیادی اقسام اور ان کے تقاضوں کو سمجھ سکیں گے۔
ادبی ترجمے، تکنیکی ترجمے اور سائنسی ترجمے کے فرق کی وضاحت جان سکیں گے۔
مختلف اصنافِ ترجمہ میں زبان، اسلوب، بیان اور اصطلاحات کی معنوی نوعیت کا فرق دیکھ سکیں گے۔

عملی طور پر کسی متن کی نوعیت پہچان کر مناسب ترجمہ کاری کے اصول اختیار کر سکیں گے۔
مشکل الفاظ کا ذخیرہ اور ان کا معنیاتی استعمال سیکھ سکیں گے۔

5.1 تعارف

ترجمہ انسانی تہذیب میں رابطے، ابلاغ اور علم کے تبادلے کا ایک بنیادی وسیلہ ہے۔ مختلف زبانوں سے خیالات، معلومات اور احساسات کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا عمل محض لغوی تبدیلی نہیں بلکہ ایک فکری، تہذیبی اور لسانی ذمہ داری بھی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ترجمہ نگاری نے کئی شاخیں اختیار کیں: ادبی ترجمہ، تکنیکی ترجمہ، سائنسی ترجمہ، تجارتی ترجمہ، قانونی ترجمہ اور ثقافتی یا محققانہ ترجمہ وغیرہ۔ لیکن ان تمام میں ادبی ترجمہ، تکنیکی تراجم اور سائنسی تراجم سب سے نمایاں اور آفاقی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر قسمِ ترجمہ اپنی نوعیت، مقصد اور لسانی رویّوں کے اعتبار سے دوسروں سے مختلف ہوتی ہے۔ زیرِ نظر سبق انہی تین اہم اقسام کا باہمی تقابلی مطالعہ پیش کرتا ہے۔

5.2 ادبی ترجمہ، تکنیکی اور سائنسی تراجم میں فرق

ادبی ترجمہ بنیادی طور پر تخلیقی اور جمالیاتی اظہار پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کا مقصد محض الفاظ کو دوسری زبان میں منتقل کرنا نہیں بلکہ اصل متن کے جذباتی آہنگ، ادبیت، تہذیبی اشاروں، استعاراتی نظام، علامتی سطح اور مصنف کی فکری فضا کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ ادبی ترجمہ نگار کو صرف دو زبانوں پر عبور کافی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اندر تخلیقی حس، ثقافتی فہم، لسانی نزاکتوں کی پہچان اور ادب کی جمالیاتی روح کو محسوس کرنے کی صلاحیت بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادبی ترجمہ ہمیشہ لفظی نہیں ہوتا، بلکہ غالباً تفسیری اور احساسی ترجمہ ہوتا ہے، جس میں مترجم بعض جملوں کے معنوی تاثر کو برقرار رکھنے کے لیے ساخت کو بدل سکتا ہے، استعارات کو ہم معنی مگر ثقافتی طور پر قابلِ قبول انداز میں منتقل کر سکتا ہے، اور بعض اوقات پورے بیان کو مقامی ماحول میں ڈھالنے کے لیے تخلیقی اضافہ یا حذف بھی کرتا ہے۔

اس کے برعکس تکنیکی اور سائنسی تراجم کا دائرہ بالکل مختلف ہوتا ہے۔ تکنیکی ترجمہ صنعتی، پیشہ ورانہ، مشینی، سافٹ ویئر یا ٹیکنالوجی سے متعلق مواد کا ترجمہ ہوتا ہے، جہاں بنیادی تقاضا درستگی، وضاحت اور اصطلاحات کی یکسانیت ہے۔ یہاں مترجم کو اپنی شخصیت یا تخلیقی انداز شامل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ایک تکنیکی ہدایتی کتاب، مشین کے آپریٹنگ مینوئل، کسی صنعتی منصوبے کی رپورٹ، یا سافٹ ویئر انٹرفیس کے جملے اگر تخلیقی انداز میں بدلے جائیں تو ان کے معنی نہ صرف بدل جاتے ہیں بلکہ غلط فہمی پیدا ہونے کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے تکنیکی ترجمے میں زبان سادہ، سیدھی، غیر مبہم اور اصطلاحات کے عین مطابق استعمال کی جاتی ہے۔

اسی طرح سائنسی ترجمہ بھی ایک انتہائی ذمہ دارانہ عمل ہے۔ اس میں سائنسی قوانین، نظریات، تجربات، فارمولوں، مشاہدات اور تحقیقاتی نتائج کو دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے۔ اس نوعیت کے متن میں مترجم کو جذباتی یا ادبی رنگ شامل کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہوتی۔

سائنسی ترجمہ ہمیشہ حقائق پر مبنی ہوتا ہے، جہاں ہر اصطلاح کا ایک متعین مفہوم، ہر فارمولے کا ایک مخصوص استعمال اور ہر مشاہدے کی ایک معیاری تشریح ہوتی ہے۔ سائنسی ترجمے میں نہ صرف اصطلاحات کی درستگی ضروری ہے بلکہ بین الاقوامی معیارات (International Standards) اور Units SI سے مطابقت بھی لازمی ہوتی ہے۔

یوں دیکھا جائے تو ادبی، تکنیکی اور سائنسی تراجم کے درمیان بنیادی فرق مقصد اور زبان کے کردار کا فرق ہے۔ ادبی ترجمہ جذبات، علامتوں اور تخلیقی اظہار کو نئی زبان میں منتقل کرتا ہے؛ تکنیکی ترجمہ مفہوم اور ہدایات کو عین اصل معنوں میں منتقل کرتا ہے جبکہ سائنسی ترجمہ علم، تحقیق اور تجربات کو عالمی معیار کے مطابق دوسری زبان میں پیش کرتا ہے۔ مختصراً ادبی ترجمہ روح اور فضا کا ترجمہ ہے، تکنیکی ترجمہ کارکردگی اور عمل کا ترجمہ جبکہ سائنسی ترجمہ حقائق اور علم کا ترجمہ ہے۔

5.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

1۔ ادبی ترجمہ میں مترجم اصل متن کے __________ اور __________ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

(الفاظ/ اسلوب/ جذبات/ اعداد)

2۔ تکنیکی ترجمہ میں سب سے زیادہ اہمیت __________ کی درستگی کو دی جاتی ہے۔

(جذبات/ اصطلاحات/ تخیل/ محاورات)

3۔ سائنسی ترجمہ میں زبان کے بجائے __________ کی صحت کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

(خیال/ مواد/ حسن/ علامت)

4۔ ادبی ترجمے میں __________ اور تشبیہات کا درست منتقل ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

(اعداد/ فارمولے/ استعارات/ خاکے)

5۔ تکنیکی اور سائنسی ترجمہ عام طور پر __________ نوعیت کا ہوتا ہے۔

(جذباتی/ تخلیقی/ معلوماتی / علامتی)

6۔ ادبی ترجمہ قاری کے __________ کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(ذہن/ جذبات/ علم/ تجربہ)

5.3 عمومی جائزہ

ادبی ترجمے کا ہدف جذبات اور تاثیر کی منتقلی ہے۔ تکنیکی ترجمہ مواد کو ہدایتی، وضاحتی اور قابلِ عمل طریقے سے منتقل کرتا ہے۔ سائنسی ترجمہ علمی درستگی اور تحقیقی حقائق پر مبنی ہوتا ہے۔ ادبی ترجمہ لچکدار ہوتا ہے، تکنیکی و سائنسی ترجمہ سخت اصولوں کا پابند ہوتا ہے۔ ادبی زبان علامتی، تشبیہی اور استعاراتی ہوسکتی ہے، جبکہ تکنیکی/ سائنسی زبان ہمیشہ واضح، براہِ راست اور اصطلاحاتی ہوتی ہے۔

5.4 آپ نے کیا سیکھا؟

ترجمہ صرف لفظوں کا تبادلہ نہیں بلکہ ایک علمی وتہذیبی عمل ہے۔ ادبی، تکنیکی اور سائنسی تراجم تین الگ دنیاوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہر قسمِ ترجمہ کے لیے مختلف مہارتوں اور مختلف لسانی رویّوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادبی ترجمے میں تخلیقی آزادی زیادہ ہوتی ہے جبکہ تکنیکی و سائنسی ترجمہ قطعی اور غیر جذباتی ہوتا ہے۔ مترجم کو مواد کے مطابق ترجمے کی درست صنف کا انتخاب کرنا ضروری ہے۔

5.5 فرہنگ

	لفظ	معنی
۱۔	جمالیاتی	حسن ولطافت سے متعلق
۲۔	تہذیبی اشارے	ثقافتی علامتیں یا رویّے
۳۔	استعاراتی	مجازی یا علامتی
۴۔	فضا	ماحول، کیفیت
۵۔	لغوی	لفظ بہ لفظ
۶۔	تفسیری	توضیحی، تشریح پر مبنی
۷۔	صنعتی	صنعت یا مشینوں سے متعلق
۸۔	مشینی	مشین کے طریق؟ کار سے متعلق
۹۔	مبہم	غیر واضح
۱۰۔	تحقیقاتی	سائنسی مطالعہ یا ریسرچ پر مبنی
۱۱۔	بین الاقوامی	عالمی

۱۲۔	معیارات	مقررہ اصول یا قواعد
۱۳۔	مشاہدے	تجرباتی دیکھے گئے حقائق
۱۴۔	معنوی	معنی سے متعلق
۱۵۔	ہم معنی	ایک جیسے معنی رکھنے والے
۱۶۔	لسانی نزاکتیں	زبان کی باریکیاں
۱۷۔	ابلِ عمل	عملی طور پر ممکن
۱۸۔	حقائق	ثابت شدہ معلومات
۱۹۔	تخلیقی اضافہ	مترجم کی طرف سے کیا گیا مناسب اضافہ
۲۰۔	فکری فضا	مصنف کی ذہنی وفکری کیفیت

5.6 خود جانچ سوالات

۱۔ ادبی ترجمے میں مترجم کے لیے کون سی خصوصیات ضروری ہیں؟

۲۔ تکنیکی ترجمہ ادبی ترجمے سے کیسے مختلف ہے؟

۳۔ سائنسی ترجمے میں بین الاقوامی معیارات کی اہمیت کیا ہے؟

۴۔ آپ کے خیال میں کس قسم کا ترجمہ سب سے مشکل ہے اور کیوں؟

5.7 مشقی سوالات

۱۔ ادبی ترجمے میں "تخلیقی آزادی" سے کیا مراد ہے؟

____

____

____

____

____

۲۔ تکنیکی ترجمے میں غلط ترجمہ کیوں زیادہ نقصان دہ ہوسکتا ہے؟

۳۔ سائنسی ترجمے میں ''اصطلاحات کی یکسانیت'' کیوں ضروری ہے؟

۴۔ ادبی و سائنسی ترجمہ ایک دوسرے سے کن بنیادی حوالوں سے مختلف ہیں؟

۵۔ مثال دے کر بتائیں کہ کون سا متن تکنیکی ترجمے کے زمرے میں آتا ہے۔

5.7.0 مشقی سوالات کے جوابات

سوال۱ ادبی ترجمے میں "تخلیقی آزادی" سے کیا مراد ہے؟

جواب: ادبی ترجمے میں تخلیقی آزادی سے مراد یہ ہے کہ مترجم اصل متن کے مفہوم، جذبے اور حسن کو برقرار رکھتے ہوئے زبان، اسلوب اور محاورے میں مناسب تبدیلی کرسکتا ہے تاکہ ترجمہ ادبی لطف اور تاثیر پیدا کرے۔

سوال۲ تکنیکی ترجمے میں غلط ترجمہ کیوں زیادہ نقصان دہ ہوسکتا ہے؟

جواب: تکنیکی ترجمے میں غلطی معلومات کو غلط رخ پر لے جاسکتی ہے، جس کے نتیجے میں مشینوں کا نقصان، غلط استعمال یا جانی و مالی خسارہ بھی ہوسکتا ہے۔

سوال۳ سائنسی ترجمے میں ''اصطلاحات کی یکسانیت'' کیوں ضروری ہے؟

جواب: اصطلاحات کی یکسانیت اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک ہی تصور کے لیے مختلف الفاظ استعمال نہ ہوں اور قاری کسی سائنسی نکتے کو سمجھنے میں الجھن کا شکار نہ ہو۔

سوال۴ ادبی و سائنسی ترجمہ ایک دوسرے سے کن بنیادی حوالوں سے مختلف ہیں؟

جواب: ادبی ترجمہ تخیل، احساس اور جمالیاتی پہلوؤں پر زور دیتا ہے، جبکہ سائنسی ترجمہ حقائق، منطق اور درست اصطلاحات کا پابند ہوتا ہے۔

سوال۵ مثال دے کر بتائیں کہ کون سا متن تکنیکی ترجمے کے زمرے میں آتا ہے۔

جواب: مشینری کے استعمال کی ہدایات، سافٹ ویئر مینوئل، انجینئرنگ رپورٹ یا طبی آلات کی وضاحت تکنیکی ترجمے کی مثالیں ہیں۔

5.8 جواباتِ سرگرمی

1۔ اسلوب اور جذبات

2۔ اصطلاحات

3۔ مواد

4۔ استعارات

5۔ معلوماتی

6۔ جذبات

5.9 امدادی کتب

1۔ ڈاکٹر قمر رئیس : ترجمہ کا فن اور روایت۔

2۔ ڈاکٹر خلیق انجم : فن ترجمہ نگاری۔

3۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام : دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات۔

4۔ ڈاکٹر مجید بیدار : دارالترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات

5۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی : ترجمہ روایت اور فن۔

6۔ وحیدالدین سلیم : وضع اصطلاحات۔

7- ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ : ترجمہ نگاری: فن، روایت، اصول اور مسائل۔

سبق نمبر۶۔ منظوم ترجمہ

ساخت

6.0 اغراض ومقاصد
6.1 تعارف
6.2 منظوم ترجمہ
6.2.1 سرگرمی (آؤ! اپنی معلومات کو جانچیں)
6.3 عمومی جائزہ
6.4 آپ نے کیا سیکھا
6.5 فرہنگ
6.6 خود جانچ سوالات
6.7 مشقی سوالات
6.7.0 مشقی سوالات کے جوابات
6.8 جواباتِ سرگرمی
6.9 امدادی کتب

6.0 اغراض ومقاصد

اس سبق کا مقصد منظوم ترجمے کے تصور کو واضح کرنا، اس کی ادبی اہمیت کو اجاگر کرنا اور اردو ادب میں اس کی روایت کا تعارف فراہم کرنا ہے۔ اس کے ذریعے آپ یہ جان سکیں گے کہ منظوم ترجمہ کیا ہے اور یہ نثری ترجمے سے کس طرح مختلف ہے۔ اس سبق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قاری منظوم ترجمے کی فنی دشواریوں اور لسانی تقاضوں سے آگاہ ہو۔ اردو میں کیے گئے نمایاں منظوم تراجم سے واقفیت حاصل کرنا بھی اس کے

اغراض میں شامل ہے۔اس مطالعے سے زبان، عروض اور شعری اسلوب کی باریکیوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔منظوم ترجمہ ادب کے بین الاقوامی ربط کا ایک اہم وسیلہ ہے، اس پہلو کو بھی واضح کیا جائے گا۔آپ میں تنقیدی شعور پیدا کرنا اور ترجمے کی روایت سے ان کی دلچسپی بڑھانا بھی مقصود ہے۔

6.1 تعارف

ترجمہ انسانی تہذیب کا ایک قدیم اور اہم عمل ہے جس کے ذریعے ایک زبان کے علمی، فکری اور ادبی سرمائے کو دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے۔ادب میں ترجمہ صرف الفاظ کی منتقلی نہیں بلکہ تہذیبی، فکری اور جمالیاتی قدروں کا انتقال بھی ہوتا ہے۔جب کسی شعری متن کو دوسری زبان میں شعر ہی کی صورت میں منتقل کیا جائے تو اسے منظوم ترجمہ کہا جاتا ہے۔منظوم ترجمہ اپنی فطرت میں نہایت نازک اور مشکل فن ہے کیونکہ اس میں معنی، اسلوب، آہنگ اور وزن سب کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے۔اردو ادب میں منظوم ترجمے کی ایک مضبوط روایت موجود ہے جو فارسی، عربی، سنسکرت اور مغربی زبانوں کے اثرات کا نتیجہ ہے۔اس صنف نے اردو شاعری کو فکری وسعت اور فنی تنوع عطا کیا ہے۔منظوم ترجمہ دراصل دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے درمیان ایک تخلیقی پل کا کام انجام دیتا ہے۔

6.2 منظوم ترجمہ

منظوم ترجمہ اس ترجمے کو کہتے ہیں جس میں کسی زبان کے منظوم کلام کو دوسری زبان میں شعری ہیئت، وزن اور آہنگ کے ساتھ منتقل کیا جائے۔اس عمل میں مترجم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اصل متن کے مفہوم، جذبات، استعارات اور فنی حسن کو برقرار رکھتے ہوئے نئی زبان میں شعر تخلیق کرے۔یہی وجہ ہے کہ منظوم ترجمہ محض ترجمہ نہیں بلکہ ایک حد تک تخلیق بھی بن جاتا ہے۔

منظوم ترجمے کی روایت اردو سے پہلے فارسی اور عربی ادب میں ملتی ہے جہاں مذہبی اور ادبی متون کو منظوم صورت میں منتقل کیا جاتا تھا۔ فارسی میں ''شاہنامہ فردوسی'' کے اثرات نے دیگر زبانوں میں منظوم تراجم کی راہ ہموار کی۔اردو میں منظوم ترجمے کی ابتدا دکنی دور سے ہوتی ہے جب فارسی مثنویوں اور قصائد کو اردو میں منتقل کیا گیا۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں اردو کے شعرا نے فارسی اور عربی شاعری کے منظوم تراجم کیے۔میرؔ، سوداؔ اور ذوقؔ کے عہد میں یہ رجحان نمایاں ہوا۔بعدازاں انیسویں صدی میں مغربی ادب سے منظوم ترجمے کیے گئے جن میں شیکسپیئر، ملٹن اور گوئٹے کے تراجم شامل ہیں۔علامہ اقبالؔ نے بھی بعض مقامات پر غیر ملکی افکار کو شعری پیرائے میں اردو میں منتقل کیا۔

منظوم ترجمے کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہر زبان کا اپنا مزاج، عروض اور صوتی نظام ہوتا ہے۔مترجم کو ان تمام عناصر کا خیال رکھنا پڑتا

ہے۔ بعض اوقات اصل متن کے وزن کو ترک کر کے اردو کے مزاج کے مطابق وزن اختیار کیا جاتا ہے تا کہ شعر رواں اور بامعنی رہے۔ اسی لیے اچھا منظوم ترجمہ وہی سمجھا جاتا ہے جو اصل کے مفہوم کے ساتھ ساتھ اردو شاعری کے حسن کو بھی برقرار رکھے۔

اردو ادب میں منظوم ترجمہ محض تقلید نہیں بلکہ تخلیقی عمل رہا ہے۔ اس نے اردو شاعری کو نئے موضوعات، علامات اور فکری وسعت سے روشناس کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ منظوم ترجمہ اردو ادبی روایت کا ایک اہم اور قابلِ قدر حصہ ہے۔

اردو ادب میں با قاعدہ شعری ترجمے کا آغاز گولکنڈہ کے فرماں روا محمد قلی قطب شاہ کے عہد اور اس کی شاعری سے ہوتا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں دکنی ادیبوں اور شعراء کا فارسی کی طرف زیادہ رجحان تھا جس کے نتیجے میں اس عہد میں ترجمے پر بھی با قاعدہ توجہ دی گئی۔ جمیل جالبی کے مطابق قلی قطب شاہ نے حافظؔ شیرازی کی غزلیں اردو میں ترجمہ کی ہیں۔ اس عہد میں شیخ احمد گجراتی نے مولانا جامیؔ اور امیر خسروؔ کی فارسی مثنویوں ''یوسف زلیخا'' کا ترجمہ اس عنوان سے مثنوی کی صورت میں سن ۱۵۸۰ء سے ۱۵۸۸ء کے درمیان میں کیا ہے۔ ۱۶۳۱ء میں غواصیؔ نے ''ہتوپدیش'' کے نخشبی کے فارسی ترجمے ''طوطی نامہ'' کا اسی عنوان سے اردو میں ترجمہ کیا۔ ۱۶۴۰ء میں بیجاپور کے سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر ملک خوشنودؔ نے فارسی مثنوی ''یوسف زلیخا'' اور امیر خسروؔ کی مثنوی ''ہشت بہشت'' کا ترجمہ "جنتِ سنگھار" کے عنوان سے کیا۔ کمال خان رستمیؔ کا ترجمہ ''خاور نامہ'' جو اردو کی سب سے طویل مثنوی ہے اور جو ۲۴ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی اردو کے شعری تراجم میں بہت اہم اور اصل کے مطابق ہے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کے قیام کے بعد اردو میں مغرب کے تخلیقی ادب کے تراجم کا آغاز ہوا۔ اردو میں با قاعدہ اینتھولوجی انتخاب کا آغاز ضامن کنتوری کی کتاب ''ارمغان فرنگ'' سے ہوا جو ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی۔ بیسویں صدی میں انگریزی کے ساتھ مغرب کی دوسری زبانوں کے شعر و ادب کے ترجمے پر بھی زیادہ توجہ دی گئی۔ بیسویں صدی میں معنی و خیال پر زیادہ زور دینے کی وجہ سے بیشتر انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں کی شاعری کا ترجمہ نثر میں کیا گیا نظم کی اس قلب ماہیت کے باوجود شعری تاثر کافی حد تک قائم رہتا ہے۔

اردو میں منظوم تراجم کی روایت پر نظر ڈالیں تو انشاءاللہ خان انشاء کی مثنوی ''فیل'' کو انگریزی شاعری سے کیا ہوا اردو کا پہلا منظوم ترجمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر چہ یہ ترجمہ اصل متن کو سامنے رکھ کر نہیں کیا گیا بلکہ ایک فارسی ترجمے کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ جب اردو شاعری میں انگریزی زبان و ادب سے درآمد کا سلسلہ شروع ہوا تو منظوم ترجمہ کی روایت کی ابتدا اردو کے عظیم المرتبت شاعر نے اس شان سے کی کہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک کوئی اور اس میدان میں نہ آ سکا۔ یہ مثنوی انشاءاللہ خان انشاء نے نواب سعادت علی خاں کی فرمائش پر ۱۷۹۲ء میں لکھی تھی۔ دراصل یہ انگریزی نظم تھی۔ انشاء نے فارسی ترجمے کی مدد سے منظوم ترجمہ کیا۔ دو سو پانچ اشعار کی یہ مثنوی نہایت پُر لطف مثنوی ہے۔

مولانا محمد حسین آزادؔ نے ''آب حیات'' میں اس مثنوی کا عنوان ''ہاتھی اور چنچل پیاری ہتھنی کی شادی'' دیا ہے۔ مثنوی کی اندرونی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل انگریزی نظم جان کارش نے لکھی تھی۔ اس کا فارسی ترجمہ کلاک صاحب نے کیا تھا۔ نواب سعادت علی خاں کی

فرمائش پر انشآ نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا۔ دوسرا ترجمہ جس کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے خطبات میں کیا ہے، Gay DoFables یعنی فیبل کی حکایتوں کا منظوم ترجمہ ہے۔ یہ منظوم ترجمہ کولکتہ کے راجہ کالی کرشن بہادر نے کیا۔ گارساں دتاسی کی مطابق:

"حضرت سلیمان کی کہاوتوں اور پہاڑی وعظ کا بھی اردو نظم میں ترجمہ ہوا اور شیو پرشاد نے ''من بہلاؤ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انگریزی نظم اور نثر دونوں کے ترجمے شامل ہیں۔

انیسویں کے بعد ترجموں کی رفتار میں تیزی پیدا ہوئی۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں سرسید کی تحریک کے برصغیر کے مسلمان کی علمی، ادبی اور سماجی زندگی پر انقلابی اثرات مرتب ہوئے۔ اردو شاعری بھی ان اثرات سے متاثر ہوئی۔ چناں چہ محمد حسین آزادؔ اور مولانا الطاف حسین حالیؔ نے انجمن پنجاب کی سرکردگی میں اردو شاعری کی اصلاح کی تحریک چلائی اور اردو شاعری کو نئے خیالات اور نئے اسالیب سے روشناس کرنے کے مقصد کے تحت انگریزی شاعری سے منظوم ترجموں کا نہ صرف مشورہ دیا بل کہ خود منظوم ترجمے کیے۔

سرسید احمد خان، الطاف حسین حالیؔ اور محمد حسین آزادؔ انگریزی کم جانتے تھے لیکن انگریز پروفیسروں سے برابر ملتے رہتے تھے اور ان سے تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔ آزادؔ نے یہ منظوم ترجمے کیے، معرفت الٰہی، بڑھاپا، اولوالعزمی کے لیے کوئی سدراہ نہیں۔ یہ آخری نظم، نظمِ آزاد میں موجود ہے۔ محمد حسین آزاد کے فرزند ابراہیم نظمِ آزاد کی تمہید میں لکھتے ہیں ''کرنل بالرائیڈ کے مشاعرہ کے بند ہونے کے بعد آزادؔ کبھی کبھی انگریزی نظموں کے انداز پر نظم لکھتے رہے۔ یہ بالکل انگریزی نظم کا ترجمہ نہیں ہے چناں چہ ناظرین مقابلہ کر کے دیکھیں گے کہ انگریزی نظم کے انداز پر جو نظم یعنی ''اولوالعزمی کے لیے کوئی سدراہ نہیں'' وہ ترجمہ نہیں ہے البتہ انگریزی مطالب کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اس طرح تمام نظموں میں انگریزی مطالب ہیں مگر ان کو نہیں کہہ سکتے کہ انگریزی ترجمہ ہیں''۔

حالیؔ نے ''دوست''، ''قدر و منزلت کسی جگہ ہوتی ہے'' کے عنوان سے انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے کیے۔ اسی طرح ''زمزمہ قیصری'' جو مسٹر سٹوک کی انگریزی نظم ہے، اصل نظم کا نثری ترجمہ مولانا حالیؔ کو دیا گیا۔ انھوں نے ان خیالات کو منظوم کیا۔ اسی طرح ''تنہائی کا خیال'' انگریزی سے لیا گیا ہے۔ ان کی نظم ''جواں مردی کا کام'' انگریزی نظم کا آزاد منظوم ترجمہ ہے۔

۱۸۶۴ء میں منظوم ترجموں کی باضابطہ کوشش کی حیثیت سے قلق میرٹھی کی ''جواہر منظوم'' منظرِ عام پر آتی ہے۔ جسے انگریزی شاعری کے اردو منظوم ترجموں کا پہلا مجموعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے حصہ دوم کا منظوم ترجمہ بانکے بہاری لال نے ''گوہر شب تاب'' کے نام سے کیا۔ اسی طرح رحیم اللہ نے انگریزی کتاب ''منتخب انگریزی نظموں کا مجموعہ'' کا منظوم ترجمہ کیا۔ بانکے بہاری لال اور رحیم اللہ دونوں نے بیس انگریزی نظموں کے ترجمے کیے ہیں۔ ڈاکٹر حسن الدین کے مطابق ''مذکورہ تراجم کو ادب کی اعلیٰ قدروں اور اردو شاعری کے بلند معیار پر جانچا جائے تو ان میں بہت سی خامیاں نظر آتی ہیں۔ تاہم ان تراجم کا مطالعہ ترجموں کے ارتقاً کے اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے''۔

۱۸۸۰ء میں مولانا اسماعیل میرٹھی کی پینتالیس نظموں کا مجموعہ ''ریزہ کا جواہر'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں حسب ذیل چھ نظمیں انگریزی سے ترجمہ کی ہوئی شامل تھیں۔ کیڑا، ایک قانع مفلس، موت کی گھڑی، فادر ولیم، حب وطن، انسان کی خام خیالی۔ اسماعیل میرٹھی

نے اورنظموں کے بھی منظوم تراجم کیے ہیں جن میں بیش ترنظمیں بچوں کے لیے ہیں۔

انیسویں صدی کے آخر تک انگریزی شاعری کے منظوم ترجموں میں خاص دلچسپی لی جانے لگی اوران کے معیاراورفنی ضروریات کا خاص لحاظ ہونے لگا۔اب یہ کام عہدہ داروں کے حکم اور فرمائش پر نہیں بل کہ خود اہلِ اردو کی اپنی دلچسپی سے ہونے لگا۔اب یہ کام انگریزی نصاب کی کتابوں میں شامل نظموں کے منظوم ترجموں تک محدود نہ رہا بل کہ انگریزی شہ پاروں کواردو میں منتقل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

اکبرالہ آبادی اردو کے ایک بڑے شاعر ہیں انھوں نے ایک ہی نظم کے ذریعے ترجموں کے میدان میں اپنا مقام پیدا کرلیا۔ان کی نظم ''آب لڈور'' انگریزی شاعر رابرٹ سدے کی نظم The Ladore of Cataract سے ماخوذ ہے۔ماخوذنظموں پرمنظوم ترجموں کا ادراک نہیں ہوتا، پھر بھی اس نظم کا ذکر ضروری ہے۔اس نظم کے حوالے سے اکبرالہ آبادی خود فرماتے ہیں، ''میری نظم میں اب لوڈور کے آبشار کی چھاؤں تک موجود نہیں''۔ اکبرالہ آبادی کا مفہوم یہ ہے کہ روایتی معنوں میں یہ منظوم ترجمہ نہیں ہے۔نظم طباطبائی کی ''گورغریباں'' سے اردو کی پابندنظم میں ایک نئے انداز کی ابتدا ہوتی ہے۔نظم طباطبائی اردو کے بلند پایہ شاعر تھے۔انھوں نے اردوشاعری کو ہیئت کے نئے تجربوں سے روشناس کرایا۔انھوں نے انگریزی شاعری کے منظوم ترجموں کی طرف توجہ کی۔طباطبائی کے منظوم ترجموں میں سب سے طویل اوراہم نظم ''گور غریباں'' ہے۔

نظم طباطبائی نے " گورغریباں" کےعلاوہ چنداورانگریزی نظموں کے ترجمے بھی کیے ہیں جو یہ ہیں۔رحم، زمزمہ،فصل بہار،نغمہ زندگی، دولت خداداد افغانستان، یادرفتگان، دعوت زہرا، اس طرح وطن کی خیر مناتے ہیں، ہمدردی وثابت قدمی۔یہ سب منظوم ترجمے بہت مقبول ہوئے اوران سے منظوم ترجموں کی تحریک کوزبردست تقویت پہنچی۔نظم طباطبائی نے چند نظمیں انگریزی نظموں کی اتباع میں لکھیں جو ہیئت کے اعتبار سے اہمیت رکھتی ہیں۔

انگریزی شاعری کے منظوم ترجموں کی رفتار کو تیز کرنے میں ادبی رسالوں نے اہم کردار ادا کیا۔اسی سلسلے میں رسالہ ''مخزن'' سے بالخصوص انگریزی نظموں کے ترجموں کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔اس رسالے کے اجرا کا بنیادی مقصد ہی منظوم ترجموں کی ترویج تھا۔اپنے پہلے شمارے میں جواپریل ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا، اس مقصد کواس طرح واضح کیا گیا ہے، ''انگریزی نظموں کے نمونے پر طبع زاد نظمیں اورانگریزی نظموں کے بامحاورہ ترجمے شائع کرنا تا کہ معتقدمین کی تقلید کرنے والے جدید مذاق سے آگاہ ہوں''۔

رسالہ ''دلگداز'' نے اس مقصد کو آگے بڑھایا۔بیسویں صدی کے پہلے اوردوسرے عشرے میں کثیرالتعدادانگریزی نظموں کواردو کا جامع پہنایا گیا۔ان تراجم سے اردوشاعری کے سرمایہ میں قابل قدر اضافہ ہوا۔پروفیسر سید محمد عبدالغفور شہباز نے اس دور میں کامیاب اورمعیاری منظوم ترجمے کیے۔آپ کا ایک منظوم ترجمہ ''جوگی'' ہے جوانگریزی نظم ''دی ہرمٹ'' کا لفظی ترجمہ ہے۔شہباز نے انگریز شاعر سدے کی نظم سے ماخوذ ایک نظم ''آبشارلوڈور'' لکھی۔یہ نظم اکبرالہ آبادی کی ''آب لوڈور'' سے ماخوذ ہے۔انھوں نے ایک انگریزی نظم ''ابراہیم بن ادھم'' کا بڑا عمدہ منظوم ترجمہ کیا ہے۔عبدالحلیم شرؔر نے نہ صرف منظوم ترجمے کے بل کہ انگریزی نظم کے طرزِ بیان اور ہیت کی اتباع میں غیرمقفیٰ نظم کا تجربہ کیا۔شرؔر نے

اردو نظم میں اس جدید اسلوب اور ہیئت کو مروّج کیا اور اس کو بہ طور ایک تحریک فروغ دیا۔ عبدالحلیم شرؔر نے مغربی شاعری سے براہِ راست استفادہ کے رجحان کو استحکام بخشا اور اس کے ذریعہ اردو شاعری کو نئی وسعتوں سے آشنا کیا۔ نادر کاکوروی اور علامہ اقبال دونوں کی نظمیں رسالہ ''مخزن'' میں چھپا کرتی تھیں۔ دونوں کے درمیان غالباً ذاتی روابط بھی تھے۔ اقبالؔ کے بعض اشعار میں نادر کاکوروی کا ذکر ملتا ہے:

پاس والوں کو تو آخر دیکھنا ہی تھا مجھے
نادر کاکوروی نے دور سے دیکھا مجھے
نادر و نیرنگ ہیں اقبال میرے ہم صغیر
ہے اس تثلیث فی التوحید کا سودا مجھے

''شاعر کا دل''، ٹینی سن کی ایک نظم کا ترجمہ ہے۔ نادؔر نے ترجمہ کی صحت کا اتنا خیال رکھا ہے کہ جہاں کہیں مضمون کی وضاحت کے لیے کچھ الفاظ اپنے اشعار میں بڑھائے ہیں، وہاں ان کے گرد خطوطِ وحدانی (بریکٹس) کھینچ دیے ہیں۔ ''مرحومہ کی یاد میں'' ٹامس مور کی نظم کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح انھوں نے سر ٹامس مور کی مشہور نظم ''لائٹ آف دی حرم'' کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ بعض تراجم میں مثلاً ''گھنٹہ نہیں بجے گا'' نادؔر نے انگریزی نظم کو اردو میں منتقل کرتے ہوئے وضاحتی پیرایہ اختیار کیا ہے۔ لیکن اس غیر معمولی کامیابی کو دیکھ کر جو اس منظوم ترجمے کو حاصل ہوئی، اس آزادی کا جواز پیدا ہوتا ہے۔

مولانا ظفر علی خاں نے کئی انگریزی کی تحریروں کو اردو کا روپ دیا۔ انھوں نے مندرجہ ذیل نظموں کے منظوم تراجم بھی کیے ہیں۔ ندی کا راگ، اخبار کا چندہ، تاجدار دکن، دھوپ اور چاندنی، فراق روح وتن۔ غلام بھیک نیرنگ کے منظوم تراجم ''مقصود الفت" اور " جانِ شیریں'' میں بھی حسن کارانہ تناسب پایا جاتا ہے۔ ان کے منظوم تراجم رسالہ "مخزن" میں شائع ہوتے رہے۔ مولوی فخر الدین احمد سفیر کاکوروی کے کلام میں بھی منظوم تراجم ملتے ہیں۔ ان کے مجموعہ کلام کا مقدمہ سر شیخ عبدالقادر نے لکھا تھا لیکن یہ مجموعہ شائع نہ ہو سکا اور ۱۹۴۷ء کے حادثے میں ضائع ہو گیا۔ انھوں نے سروجنی نائیڈو کی کئی نظموں کو اردو کا جامہ پہنایا۔ سروجنی نائیڈو نے سورہ اخلاص سے متاثر ہو کر انگریزی میں ایک نظم کہی تھی۔ انھوں نے اسمائے حسنیٰ" کے عنوان سے اس نظم کا اردو ترجمہ کیا۔ ان کے مندرجہ ذیل تراجم قابل ذکر ہیں۔ گجری، حسین ساگر، نسترن، نغمہ صحرائی، نوائے آوارگی۔

سید محمد ضامن کنتوری نے منظوم ترجموں کی جانب خصوصی توجہ دی۔ ۱۹۱۰ء میں '' ارمغانِ فرنگ'' شائع ہوئی جس میں مشہور انگریز شاعروں مثلاً ورڈز ورتھ، پوپ، گولڈ سمتھ، شیکسپیئر، لانگ فیلو وغیرہ کی نظموں کا انتخاب کر کے شاعروں کے مختصر حالات زندگی کے ساتھ منظوم تراجم کیے گئے ہیں۔ ان کے منظوم ترجمے ''راہبِ صحرا نشیں'' اور ''اینک آرڈن'' طویل ہوتے ہوئے بھی دل چسپ اور کامیاب ہیں۔ ان کا منظوم ترجمہ ''نسیم سحر'' حیدر آباد کے ایک رسالہ ''معلم النسوان'' میں ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔ اقبال کی نظم ''پیام صبح'' اس کا ہم ترجمہ ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی منظوم تراجم کے حوالے سے اردو شاعری کا ایک بڑا نام علامہ اقبال سامنے آتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور ہی میں منظوم ترجموں کی طرف توجہ کی۔ ان کی شاعری کے اس رجحان کی طرف پروفیسر عبدالقادر سروری نے اپنی کتاب ''جدید اردو شاعری'' میں یوں اشارہ کیا:

''اقبال کی ابتدائی شاعری کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو مغربی شعرا جیسے ٹینی سن، ایمرسن، گوئٹے وغیرہ کے کلام سے ماخوذ ہے۔ یہ درحقیقت اقبال کی موضوعی نظموں کا اولین نقش ہیں۔''

اقبال نے انگریزی ادب کا غائر مطالعہ کیا تھا۔ یورپ اور انگلستان کے قیام اور وہاں کی تعلیم کے دوران انگریزی ادب سے ان کی دل چسپی میں اضافہ ہوا تھا۔ اپنے ہم عصر ادیبوں کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ مغربی ادب کے فن پاروں سے اردو ادب کو مالا مال کریں۔ جب اقبال یورپ سے واپس آئے تو رسالہ ''مخزن'' کے ایڈیٹر شیخ عبدالقادر نے ان سے فرمائش کی کہ وہ انگریزی نظموں کے منظوم ترجموں کی طرف توجہ کریں۔ ''مخزن'' کے پہلے شمارے اپریل ۱۹۱۰ء میں اقبال کی نظم ''کوہستان ہمالہ'' کے عنوان سے شائع ہوئی جس پر ایڈیٹر کی طرف سے یہ نوٹ درج ہے:

''شیخ محمد اقبال صاحب جو علوم مشرقی و مغربی دونوں میں صاحب کمال ہیں۔ انگریزی خیالات کو شاعری کا لباس پہنا کر ملک الشعرائے انگلستان ورڈس ورتھ کے رنگ میں کوہ ہمالہ کو یوں خطاب کرتے ہیں۔''

اقبال کے ابتدائی کلام میں انگریزی شاعری کی صدائے بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔ رسالہ مخزن (جنوری ۱۹۰۴ء) میں انگریز شاعر ڈائک کے تین شعروں کا ترجمہ شامل ہے۔ اقبال کے تراجم کا تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حسن الدین لکھتے ہیں:

''اقبالؔ نے اپنے ترجموں میں آزادی سے کام لیا ہے۔ ان کے سب ترجمے آزاد یا نیم آزاد کی تعریف میں آتے ہیں۔ اقبالؔ کے اپنے معیار اور تخلیقی صلاحیت کے پیش نظر ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ اصل نظم کے پابند ہو جاتے۔ انھوں نے ان منظوم ترجموں میں انگریزی نظموں کے خیالات سے استفادہ کیا لیکن بسا اوقات اپنی نظموں کی تشکیل اپنے ذاتی اور فکری رجحان کے تحت کی۔ اقبالؔ کے سب ترجمے وفادار نہ سہی، خوب صورت ضرور ہیں۔۔۔۔ اقبالؔ کے تمام منظوم ترجمے نہ صرف اردو شاعری کا جزو بن گئے ہیں بل کہ یہ مختصر ذخیرہ اتنا قیمتی ہے کہ اردو شاعری اس پر ناز کر سکتی ہے۔''

6.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1۔ منظوم ترجمہ میں اصل متن کے ______ کو برقرار رکھنا سب سے مشکل مرحلہ سمجھا جاتا ہے۔

(الف) معنی (ب) وزن (ج) قافیہ (د) زبان

2۔ منظوم ترجمہ کا تعلق زیادہ تر ______ صنف سے ہوتا ہے۔

(الف) نثر (ب) داستان (ج) شاعری (د) افسانہ

3۔ منظوم ترجمہ میں مترجم کو اصل نظم کے ______ کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

(الف) واقعات (ب) اسلوب اور آہنگ (ج) حوالہ جات (د) معلومات

4۔ منظوم ترجمہ میں لفظی ترجمے کے بجائے ______ کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(الف) لفظ (ب) خیال (ج) جملہ (د) اصطلاح

5۔ منظوم ترجمہ میں قافیہ اور وزن کی پابندی کو ______ حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

(الف) ثانوی (ب) غیر ضروری (ج) بنیادی (د) معمولی

6.3 عمومی جائزہ

منظوم ترجمہ اردو ادب میں ایک مشکل مگر اہم فن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے ذریعے اردو شاعری نے مختلف تہذیبوں کے فکری سرمایے سے استفادہ کیا ہے۔ اس صنف نے زبان کی وسعت اور شعری اظہار کے امکانات کو بڑھایا ہے۔ اگرچہ منظوم ترجمے میں اصل متن سے مکمل وفاداری ممکن نہیں ہوتی، تاہم ایک کامیاب مترجم مفہوم اور حسن کے درمیان توازن قائم کر لیتا ہے۔ اردو ادب میں کیے گئے منظوم تراجم نے قاری کو عالمی ادب سے روشناس کرایا ہے۔ یہ روایت آج بھی جاری ہے اور جدید شعرا نئے تجربات کے ساتھ اس میدان میں کام کر رہے ہیں۔ مجموعی طور پر منظوم ترجمہ اردو کی شعری روایت کو ثروت مند بنانے کا ایک مؤثر ذریعہ رہا ہے۔

6.4 آپ نے کیا سیکھا

اس سبق کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوئی کہ منظوم ترجمہ ایک تخلیقی اور فنی عمل ہے۔ ہمیں یہ سیکھنے کو ملا کہ منظوم ترجمہ نثری ترجمے سے

کہیں زیادہ مشکل ہے۔اس کے ذریعے زبانوں کے درمیان فکری اور جمالیاتی ربط قائم ہوتا ہے۔اردو ادب میں منظوم ترجمے کی ایک طویل اور مستحکم روایت موجود ہے۔مترجم کو معنی اور وزن دونوں پر عبور حاصل ہونا ضروری ہے۔اس مطالعے نے شعری اسلوب کی باریکیوں کو سمجھنے میں مدد دی۔

6.5 فرہنگ

۱۔ منظوم : شعر کی صورت میں
۲۔ ترجمہ : ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا
۳۔ آہنگ : صوتی لے
۴۔ عروض : شعر کا وزن
۵۔ ہیئت : ظاہری ساخت
۶۔ استعارہ : علامتی اظہار
۷۔ مفہوم : مطلب
۸۔ تخلیق : نیا فن پارہ
۹۔ روایت : تسلسل
۱۰۔ اسلوب : اندازِ بیان
۱۱۔ مزاج : فطری انداز
۱۲۔ تہذیب : تمدنی نظام
۱۳۔ جمالیات : حسن سے متعلق علم
۱۴۔ قصیدہ : شعری صنف
۱۵۔ مثنوی : طویل شعری صنف
۱۶۔ وفاداری : اصل سے وابستگی
۱۷۔ تنوع : رنگارنگی
۱۸۔ فکری : خیال سے متعلق
۱۹۔ علامت : نشانی
۲۰۔ بین الاقوامی : عالمی

6.6 خود جانچ سوالات

1۔ منظوم ترجمہ کسے کہتے ہیں؟

2۔ منظوم ترجمہ نثری ترجمے سے کس طرح مختلف ہے؟

3۔ اردو میں منظوم ترجمے کی روایت کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

4۔ منظوم ترجمے کی سب سے بڑی فنی مشکل کیا ہے؟

6.7 مشقی سوالات

1۔ منظوم ترجمے کی تعریف اور اس کی فنی اہمیت بیان کریں۔

2۔ اردو ادب میں منظوم ترجمے کی روایت پر روشنی ڈالیں۔

3۔ منظوم ترجمے کے مسائل اور تقاضوں کا جائزہ لیں۔

4۔منظوم ترجمہ اردو شاعری کو کس طرح وسعت عطا کرتا ہے؟

6.7.0 مشقی سوالات کے جوابات

سوال1: منظوم ترجمے کی تعریف اور اس کی فنی اہمیت بیان کریں۔

جواب: منظوم ترجمہ وہ ادبی عمل ہے جس میں کسی زبان کے شعری متن کو دوسری زبان میں شعر کی صورت میں منتقل کیا جاتا ہے۔اس میں مترجم اصل مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے وزن اور آہنگ کا بھی خیال رکھتا ہے۔یہ عمل محض لفظی ترجمہ نہیں بلکہ تخلیقی کاوش ہوتا ہے۔منظوم ترجمہ زبان کی فنی صلاحیتوں کو نکھارتا ہے۔اس کے ذریعے ادب میں جمالیاتی حسن پیدا ہوتا ہے۔یہ صنف ادبی روایت کو وسعت دیتی ہے۔

سوال2: اردو ادب میں منظوم ترجمے کی روایت پر روشنی ڈالیں۔

جواب: اردو ادب میں منظوم ترجمے کی روایت فارسی اور عربی ادب کے اثرات سے شروع ہوتی ہے۔دکنی دور میں اس کے ابتدائی نمونے ملتے ہیں۔بعد میں کلاسیکی شعرا نے فارسی شاعری کے منظوم تراجم کیے۔انیسویں صدی میں مغربی ادب سے بھی منظوم ترجمے ہوئے۔اس روایت نے اردو شاعری کو فکری وسعت دی۔

سوال3: منظوم ترجمے کے مسائل اور تقاضوں کا جائزہ لیں۔

جواب: منظوم ترجمے کا سب سے بڑا مسئلہ زبانوں کے مزاج کا فرق ہے۔ہر زبان کا عروض اور آہنگ الگ ہوتا ہے۔مترجم کو معنی اور وزن کے درمیان توازن قائم کرنا پڑتا ہے۔بعض اوقات اصل متن کی ساخت قربان کرنی پڑتی ہے۔اس کے باوجود مفہوم کو محفوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

سوال4: منظوم ترجمہ اردو شاعری کو کس طرح وسعت عطا کرتا ہے؟

جواب: منظوم ترجمہ اردو شاعری کو نئے موضوعات اور خیالات سے روشناس کراتا ہے۔اس کے ذریعے عالمی ادب اردو میں منتقل ہوتا ہے۔یہ صنف شعری اظہار کے نئے امکانات پیدا کرتی ہے۔اردو زبان میں فکری اور تہذیبی تنوع پیدا ہوتا ہے۔یوں منظوم ترجمہ اردو ادب کو عالمی سطح سے جوڑتا ہے۔

6.8 جواباتِ سرگرمی

1 ۔جواب:(ب)وزن

2 ۔جواب:(ج)شاعری

3 ۔جواب:(ب)اسلوب اور آہنگ

4 ۔جواب:(ب)خیال

5۔جواب:(ج)بنیادی

6.9 امدادی کتب

1۔ ڈاکٹر قمر رئیس : ترجمہ کا فن اور روایت۔

2۔ ڈاکٹر خلیق انجم : فن ترجمہ نگاری۔

3۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام : دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات۔

4۔ ڈاکٹر مجید بیدار : دارالترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات۔

5۔ وحیدالدین سلیم : وضع اصطلاحات۔

6۔ ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ: ترجمہ نگاری : فن، روایت، اصول اور مسائل۔

سبق نمبر ۷۔ نثری ترجمہ

ساخت

7.0 اغراض ومقاصد
7.1 تعارف
7.2 نثری ترجمہ
7.2..1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
7.3 عمومی جائزہ
7.4 آپ نے کیا سیکھا
7.5 فرہنگ
7.6 خود جانچ سوالات
7.7 مشقی سوالات
7.7.0 مشقی سوالات کے جوابات
7.8 جواباتِ سرگرمی
7.9 امدادی کتب

7.0۔ اغراض ومقاصد

زیرِ نظر سبق کا مقصد نثری ترجمہ کے مفہوم کو واضح کرنا، اس کی ادبی ولسانی اہمیت کو اُجاگر کرنا اور اردو ادب میں اس کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لینا ہے۔ اس کے ذریعے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نثری ترجمہ محض الفاظ کی منتقلی نہیں بلکہ تہذیبی، فکری اور معنوی ترسیل کا عمل ہے۔ اس سبق کا ایک اہم مقصد اردو زبان کی تشکیل وترقی میں نثری ترجمہ کے کردار کو نمایاں کرنا بھی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو ترجمہ نگاری کی

روایت، اس کے ارتقائی مراحل اور ادبی خدمات سے آگاہ کرنا پیشِ نظر ہے۔

7.1۔ تعارف

ترجمہ انسانی تہذیب کا ایک قدیم اور اہم عمل ہے جس کے ذریعے ایک زبان کے خیالات، علوم اور تجربات دوسری زبان تک منتقل ہوتے ہیں۔ نثری ترجمہ اس عمل کی وہ صورت ہے جس میں کسی متن کو نظم کے بجائے نثر کی صورت میں منتقل کیا جاتا ہے۔ اردو ادب کی تاریخ میں نثری ترجمہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اسی کے ذریعے اردو زبان نے مختلف علمی، مذہبی اور ادبی سرمائے سے استفادہ کیا۔ عربی، فارسی اور بعد میں انگریزی زبانوں سے ہونے والے تراجم نے اردو نثر کو وسعت، گہرائی اور فکری تنوع عطا کیا۔ نثری ترجمہ نے نہ صرف زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کیا بلکہ اسلوب، بیان اور فکری ساخت کو بھی متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نثر کی ترقی کو نثری ترجمہ کے بغیر مکمل طور پر سمجھا نہیں جا سکتا۔

7.2۔ نثری ترجمہ

نثری ترجمہ سے مراد کسی ایک زبان کے نثری یا منظوم متن کو دوسری زبان میں نثر کی شکل میں اس طرح منتقل کرنا ہے کہ اصل متن کے مفہوم، اسلوب اور فکری روح کو حتی المقدور برقرار رکھا جائے۔ نثری ترجمہ میں مترجم کا کام صرف لفظی تبدیلی نہیں بلکہ معنی، سیاق وسباق اور تہذیبی پس منظر کو مدِ نظر رکھنا بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اچھا نثری ترجمہ اصل تصنیف کا متبادل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اردو میں نثری ترجمہ کا آغاز دکن میں ہوا جہاں عربی اور فارسی مذہبی متون کو مقامی زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ دکنی دور میں قرآن، حدیث اور صوفیانہ رسائل کے نثری تراجم کیے گئے جنھوں نے اردو نثر کی ابتدائی صورت گری میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے بعد شمالی ہند میں فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ نثری ترجمہ کو باقاعدہ فروغ ملا۔ اس ادارے سے وابستہ علماؑ اور ادباؑ نے فارسی اور عربی کی مشہور کتابوں کو اردو نثر میں منتقل کیا، جن میں داستانیں، اخلاقی قصے اور تاریخی تصانیف شامل تھیں۔

انیسویں صدی میں جب انگریزی زبان و ادب سے رابطہ بڑھا تو نثری ترجمہ نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ انگریزی ناول، ڈرامے، سائنسی اور فلسفیانہ کتابوں کے تراجم نے اردو نثر کو جدید رجحانات سے روشناس کرایا۔ اس دور میں سرسید احمد خان اور ان کے رفقاؑ نے ترجمہ کو اصلاحِ معاشرہ اور فروغِ علم کا ذریعہ بنایا۔ بیسویں صدی میں نثری ترجمہ نے فنی پختگی حاصل کی اور مترجمین نے لفظی کے بجائے معنوی ترجمہ پر زور دیا۔ اس طرح نثری ترجمہ اردو ادب میں ایک مستقل اور باوقار صنف کے طور پر قائم ہوا۔

دنیا کی بیشتر زبانوں کے ادب میں تراجم کی رویت موجود ہے۔ اردو زبان کا دامن بھی تراجم سے مالا مال ہے۔ اردو کے ابتدائی شعری ونثری ادب کی بنیاد زیادہ تر تراجم پر قائم ہے۔ شاعری میں قدیم دکنی مثنویوں کا پلاٹ فارسی یا عربی سے لیا گیا۔ نثری ادب میں ابتدائی اردو قصے

بھی فارسی وعربی کی وساطت سے اردو میں آئے۔اردو تراجم کی روایت زیادہ پرانی نہیں ہے۔نثری تراجم کا آغاز سترہویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہوتا ہے۔عام طور پر سترہویں صدی میں ملا وجہی کی سب رس (۱۶۳۵ء) کوسب سے پہلی ترجمہ شدہ کتاب تصور کیا جاتا ہے۔اگر تحقیقی اعتبار سے شاہ میراں جی خدانما (دکن) سب سے پہلے مترجم قرار پائے۔جن کا تعلق قطب شاہی عہد سے تھا۔شاہ میراں جی نے عربی زبان کے مشہور مصنف ابوالفضل عبداللہ بن محمد عین القضات ہمدانی کی تصنیف ''تمہیدات عین القضات'' کا اردو ترجمہ کیا۔اس ترجمے کا ایک نسخہ ۱۹۰۳ء میں لکھا گیا۔جونسخہ مولوی عبدالحق کے پاس ہے۔اس پر سنہ کتابت ۱۰۶۷ھ درج ہے۔

اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اردو میں نثری تراجم کی روایت منظوم تراجم سے پہلے قائم ہوئی۔شاہ میراں جی خداانما کے بعد قطب شاہی دور ہی کے ممتاز شاعر اور نثر نگار ملا وجہی کا نام قابل ذکر ہے۔ملا وجہی نے شاہ نیشا پوری کی فارسی تصنیف ''دستور عشاق'' کا اردو ترجمہ ۱۶۳۵ء میں ''سب رس'' کے نام سے کیا۔''سب رس'' کے بعد اسی دور میں میراں یعقوب نے رکن عمادالدین دبیر کی کتاب ''شمائل الاتقیاء'' کا اردو ترجمہ ۱۶۷۳ء میں مکمل کیا۔

قطب شاہی دور کے بعد اٹھارویں صدی عیسوی میں دکن میں مغلیہ دور میں شاہ ولی اللہ قادری نے ۱۷۰۴ء میں شیخ محمود کی فارسی تصنیف ''معرفت السلوک'' کا اردو ترجمہ کیا۔شمالی ہند میں بھی تراجم کا کام جاری تھا۔فضل علی فضلی کی ''کربل کتھا'' ملاحسین واعظ کاشفی کی فارسی کتاب ''روضتہ الشہداء'' کا اردو ترجمہ ہے۔یہ ترجمہ ۱۷۳۱ء میں کیا گیا۔شمالی ہند میں اردو ترجمہ کے حوالے سے دوسرا اہم کام مولانا شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے قرآن پاک کے اردو تراجم ہیں۔ان تراجم کے بعد اس زمانے کی ترجمہ شدہ کتاب میر عطا خان تحسین کی ''نوطرز مرصع'' ہے جو کہ فارسی قصہ ''چہار درویش کا'' ترجمہ ہے۔یہ کتاب ۱۷۹۸ء میں مکمل ہوئی۔

فارسی،عربی اور سنسکرت سے اردو تراجم کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان سے اردو تراجم کا سراغ بھی اٹھارویں صدی عیسوی سے ملتا ہے۔ ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کے قیام سے پہلے کے تراجم انفرادی کوششوں کی ذیل میں آتے ہیں لیکن فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ ہی مجموعی انداز میں باقاعدہ تراجم کا آغاز ہوا۔کالج کے پرنسپل ڈاکٹر جان گل کرائسٹ نے ملک کے تمام ذی علم اشخاص کو جمع کیا اور ان سے آسان اردو میں کتابیں لکھوائیں۔اس کے ساتھ ساتھ گل کرائسٹ نے دوسری زبانوں کی شاہکار کتابوں کے اردو تراجم بھی کرائے۔ان مصنفین و مترجمین میں میر امن دہلوی،حیدر بخش حیدری،میر شیر علی افسوس،میر بہادر علی حسینی،مظہر علی خان ولا،مولوی امانت اللہ،شیخ حفیظ الدین،خلیل علی خان اشک، نہال چند لاہوری اور مرزا جان طپش وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اردو تراجم کے سلسلے میں سرسید احمد خان اور ان کے رفقا کی کوششوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔سرسید احمد خان کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ مسلمان سائنس کی تعلیم میں کسی سے پیچھے نہ رہیں،چناں چہ اس کے لئے انہوں نے ۱۸۶۲ء میں ایک سائنٹفک سوسائٹی قائم کی،جس نے زیادہ تر سائنسی موضوعات اور ساتھ ہی دیگر علوم پر بنی انگریزی کتب کے اردو تراجم کرائے۔اس سوسائٹی کے تحت تقریباً ۴۰ کتب کا ترجمہ ہوا۔اس سلسلے کی ایک اور منظم کوشش انجمن ترقی اردو ہند کی شکل میں سامنے آئی۔یہ انجمن ۱۹۰۳ء میں قائم ہوئی۔اس انجمن کے تحت انگریزی اور عربی کتب کے متعدد ترجمے اردو میں ہوئے۔انجمن ترقی اردو کی کوششیں اپنی جگہ جاری تھیں کہ مولانا شبلی

نے ۱۹۳۱ء میں اعظم گڑھ میں دارالمصنفین قائم کی، جس نے مشرقی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ مغربی فلسفیوں اور ماہرین نفسیات کی بعض اعلیٰ تصانیف کے اردو تراجم کرائے۔ دارالمصنفین کے تراجم میں روح الاجتماع، انقلاب الاسم، مبادی علم انسانی، مکالمات برکلے، فطرت نسوانی اور افکار عصریہ قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۱۷ء میں دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا، جس کے شعبہ تالیف سے ترجمہ کی روایت آگے بڑھی۔ مولوی عبدالحق اس کے ناظم اور مقرر ہوئے۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ نے بہت سی مغربی ومشرقی کتب کے تراجم اردو میں کرائے اور اس طرح کیمیا، طبیعات، حیاتیات اور انجینئرنگ وغیرہ کے مضامین اردو تراجم میں داخل ہوئے اور اردو زبان کی وسعت وتوانائی کا وسیلہ ہے۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ میں ترجمہ کا کام فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج اور سائنٹفک سوسائٹی کے مقابلے میں زیادہ بڑے پیمانے پر ہوا۔ دارالترجمہ کی کوششوں سے اردو میں بے شمار نئے الفاظ اور نئی اصطلاحات کا اضافہ ہوا۔ بقول میر حسن:

''دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کا قیام اردو زبان کو علوم وفنون سے مالا مال کرنے کی پہلی باقاعدہ اور مستقل کوشش ہے جو بڑے پیمانے پر کی جارہی ہے۔ درالترجمہ کی مطبوعات نے اردو میں غیر معمولی وسعت پیدا کردی، جدید علوم وفنون کا کافی ذخیرہ اردو میں منتقل کردیا اور علمی خیالات کے اظہار کے لئے گنجائش پیدا کردی۔ اردو کے ذخیرہ الفاظ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے''۔

۱۹۲۷ء میں قائم شدہ ہندوستانی اکیڈمی اور اردو اکیڈمی نے اردو ترجمے کو آگے بڑھایا۔ ہندوستانی اکیڈمی نے جرمن ڈرامہ نویس لیسنگ کے ناول ''ناتن'' اور انگریزی کے ڈرامہ نگار گالزوردی کے ناول کو اردو میں منتقل کیا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں مذکورہ بالا تنظیموں کے علاوہ انفرادی طور پر بھی اردو تراجم کا سلسلہ جاری رہا۔ مغربی زبانوں کے ناول، افسانہ اور ڈرامہ وغیرہ کو اردو تراجم کا جامہ پہنایا گیا۔ اردو ترجمے کا دائرہ یوں وسیع ہوتا گیا اور عربی، فارسی سنسکرت اور انگریزی کے علاوہ فرانسیسی، روسی، ترکی اور جرمن وغیرہ کے تراجم بھی اردو میں ہونے لگے۔

7.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1 ۔ نثری ترجمہ سے کیا مراد ہے؟

(الف) نظم کا نظم میں ترجمہ　　(ب) نظم کا نثر میں ترجمہ

(ج) نثر کا نثر میں ترجمہ　　(د) زبان کا بدلنا

2 ۔ نثری ترجمہ میں سب سے زیادہ اہمیت کس چیز کو دی جاتی ہے؟

(الف) قافیہ　　(ب) وزن　　(ج) معنی　　(د) بحر

3 ۔ نثری ترجمہ میں لفظی ترجمے کے بجائے کس کو ترجیح دی جاتی ہے؟

(الف) جملہ (ب) خیال (ج) لفظ (د) صوت

4۔ نثری ترجمہ میں اسلوب کا کردار کیا ہوتا ہے؟

الف) غیر اہم (ب) ثانوی (ج) بنیادی (د) بے معنی

5 نثری ترجمہ کا تعلق زیادہ تر کس صنفِ ادب سے ہوتا ہے؟

(الف) شاعری (ب) نظم (ج) غزل (د) نثر

7.3۔ عمومی جائزہ

نثری ترجمہ اردو ادب کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے ذریعے اردو زبان نے مختلف تہذیبوں اور علوم سے رشتہ قائم کیا۔ ہر دور میں ترجمہ نگاری کے تقاضے بدلتے رہے اور مترجمین نے اپنے عہد کے فکری و سماجی حالات کے مطابق کام کیا۔ نثری ترجمہ نے اردو نثر کو سادگی، روانی اور وسعت عطا کی۔ اس کے اثرات افسانہ، ناول، مضمون اور تنقید جیسی اصناف میں بھی نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ مجموعی طور پر نثری ترجمہ اردو ادب کے فکری سرمائے میں اضافے کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوا ہے۔

7.4۔ آپ نے کیا سیکھا؟

اس مضمون کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نثری ترجمہ زبانوں کے درمیان فکری پل کا کام دیتا ہے۔ ہم نے جانا کہ اردو نثر کی تشکیل میں ترجمہ نگاری کا کردار بنیادی نوعیت کا ہے۔ یہ بھی سیکھا کہ ایک کامیاب نثری ترجمہ کے لیے مترجم کو دونوں زبانوں پر عبور کے ساتھ تہذیبی شعور بھی درکار ہوتا ہے۔ نثری ترجمہ نے اردو کو عالمی ادب سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

7.5۔ فرہنگ

۱۔ منتقلی : تبدیلی

۲۔ ترجمہ : ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا

۳۔ مفہوم : معنی

۴۔ تہذیب : ثقافت

۵۔ اسلوب : طرزِ بیان

۶۔	سیاق وسباق	:	پس منظر
۷۔	روایت	:	چلن
۸۔	ارتقاء	:	ترقی
۹۔	فکری	:	سوچ سے متعلق
۱۰۔	لسانی	:	زبان سے متعلق
۱۱۔	تصنیف	:	لکھی ہوئی کتاب
۱۲۔	معنوی	:	معنی کے اعتبار سے
۱۳۔	لفظی	:	لفظ بہ لفظ
۱۴۔	اصلاح	:	درستگی
۱۵۔	معاشرہ	:	سماج
۱۶۔	تنوع	:	مختلف ہونا
۱۷۔	وسعت	:	پھیلاؤ
۱۸۔	پختگی	:	مضبوطی
۱۹۔	صنف	:	قسم
۲۰۔	شعور	:	آگاہی

7.6۔ خود جانچ سوالات

1۔ نثری ترجمہ کیا ہے؟

2۔ اردو میں نثری ترجمہ کا آغاز کہاں سے ہوا؟

3۔ فورٹ ولیم کالج کا کردار کیا تھا؟

4۔ جدید دور میں نثری ترجمہ کی اہمیت کیا ہے؟

7.7۔ مشقی سوالات

1۔ نثری ترجمہ کی تعریف بیان کریں۔

2۔ اردو نثر کی ترقی میں نثری ترجمہ کے کردار پر روشنی ڈالیں۔

3۔ دکنی دور میں نثری ترجمہ کی اہمیت واضح کریں۔

4۔ انگریزی تراجم نے اردو نثر کو کیسے متاثر کیا؟

7.7.0۔ مشقی سوالات کے جوابات

سوال1: نثری ترجمہ کی تعریف بیان کریں۔

جواب: نثری ترجمہ وہ عمل ہے جس میں ایک زبان کے متن کو دوسری زبان میں نثر کی صورت میں منتقل کیا جاتا ہے۔اس میں اصل متن کے مفہوم، اسلوب اور فکری روح کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔نثری ترجمہ لفظی کے بجائے معنوی ترسیل پر زور دیتا ہے۔ یہ عمل زبانوں کے درمیان فکری رابطہ قائم کرتا ہے اور علم کی اشاعت کا ذریعہ بنتا ہے۔

سوال2: اردو نثر کی ترقی میں نثری ترجمہ کے کردار پر روشنی ڈالیں۔

جواب: اردو نثر کی ترقی میں نثری ترجمہ کا کردار نہایت اہم ہے۔ ابتدائی دور سے لے کر جدید زمانے تک تراجم نے اردو کو نئے خیالات، اسالیب اور موضوعات سے روشناس کرایا۔ مذہبی، اخلاقی، سائنسی اور ادبی تراجم نے اردو نثر کو وسعت اور گہرائی بخشی۔

سوال3: دکنی دور میں نثری ترجمہ کی اہمیت واضح کریں۔

جواب: دکنی دور میں نثری ترجمہ بنیادی طور پر مذہبی ضروریات کے تحت ہوا۔قرآن، حدیث اور صوفیانہ رسائل کے تراجم نے اردو نثر کی بنیاد مضبوط کی۔اس دور کے تراجم نے زبان کو سادگی اور روانی عطا کی۔

سوال4: انگریزی تراجم نے اردو نثر کو کیسے متاثر کیا؟

جواب: انگریزی تراجم نے اردو نثر کو جدید فکری رجحانات سے متعارف کرایا۔ ناول، ڈراما اور سائنسی مضامین کے تراجم سے اردو میں نئے اسالیب پیدا ہوئے۔اس کے نتیجے میں اردو نثر عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوئی۔

7.8 جواباتِ سرگرمی

1۔ جواب: (ج) نثر کا نثر میں ترجمہ

2۔ جواب: (ج) معنی

3۔ جواب: (ب) خیال

4۔ جواب: (ج) بنیادی

5۔جواب:(د) نثر

7.9۔ امدادی کتب

1۔ ڈاکٹر قمر رئیس : ترجمہ کا فن اور روایت۔

2۔ ڈاکٹر خلیق انجم : فن ترجمہ نگاری۔

3۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام : دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات۔

4۔ ڈاکٹر مجید بیدار : دارالترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات

5۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی : ترجمہ روایت اور فن۔

سبق نمبر۸۔ صحافتی ترجمہ

ساخت

8.0 اغراض ومقاصد
8.1 تعارف
8.2 صحافتی ترجمہ
8.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
8.3 عمومی جائزہ
8.4 آپ نے کیا سیکھا
8.5 فرہنگ
8.6 خود جانچ سوالات
8.7 مشقی سوالات
8.7.1 مشقی سوالات کے جوابات
8.8 جواباتِ سرگرمی
8.9 امدادی کتب

8.0۔ اغراض ومقاصد

اس سبق کے مطالعے کا بنیادی مقصد صحافتی ترجمہ کی اہمیت کو واضح کرنا ہے۔اس کے ذریعے آپ کو ترجمے کی عملی اور نظری جہات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔صحافتی ترجمہ عالمی خبروں کو مقامی قارئین تک منتقل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔اس مطالعے سے زبانوں کے باہمی تعلق کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔صحافت میں ترجمے کے اصولوں کا شعور پیدا ہوتا ہے۔مختلف ثقافتوں کے فرق کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔صحافتی مسائل اور

چیلنجز کی نشاندہی ہوتی ہے۔ترجمہ نگاری کی مہارت بہتر ہوتی ہے۔ابلاغ عامہ کے کردار کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔مجموعی طور پر یہ موضوع فکری وسعت اور لسانی تربیت کا باعث بنتا ہے۔

8.1۔ تعارف

ترجمہ انسانی تہذیب کے ارتقاء میں نہایت اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔جب انسان نے مختلف زبانوں میں اظہار کرنا سیکھا تو ایک زبان سے دوسری زبان میں مفہوم منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔صحافت چونکہ عوام تک فوری اور مستند معلومات پہنچانے کا ذریعہ ہے،اس لیے اس میں ترجمے کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔صحافتی ترجمہ محض الفاظ کی تبدیلی نہیں بلکہ مفہوم،انداز اور پس منظر کی منتقلی کا نام ہے۔عالمی دنیا میں ہونے والے واقعات کو مقامی زبان میں منتقل کرنا صحافتی ترجمے کا بنیادی فریضہ ہے۔اخبارات،رسائل،ٹیلی وژن اور ڈیجیٹل میڈیا میں ترجمے کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔صحافتی ترجمہ قارئین کو بین الاقوامی سیاست،معیشت اور ثقافت سے روشناس کراتا ہے۔اس میں زبان کے ساتھ ساتھ وقت کی پابندی بھی اہم ہوتی ہے۔صحافتی ترجمہ ابلاغ اور آگہی کا مضبوط ذریعہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ جدید صحافت میں ترجمہ کو خصوصی مقام حاصل ہے۔

8.2۔ صحافتی ترجمہ

صحافتی ترجمہ سے مراد وہ عمل ہے جس کے ذریعے کسی ایک زبان میں شائع یا نشر ہونے والی خبر، رپورٹ، مضمون یا تجزیے کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جائے کہ اصل مفہوم،مقصد اور اثر برقرار رہے۔صحافتی ترجمے میں سادگی، وضاحت اور اختصار بنیادی اصول سمجھے جاتے ہیں۔مترجم کو خبر کے پس منظر،سیاسی و سماجی حالات اور ثقافتی فرق کا مکمل ادراک ہونا چاہیے۔صحافتی ترجمہ لفظی کے بجائے مفہومی ہوتا ہے تاکہ قاری خبر کو بآسانی سمجھ سکے۔

اس کے اصولوں میں درست معلومات کی ترسیل، غیر جانبداری، زبان کی روانی اور قارئین کی ذہنی سطح کا خیال رکھنا شامل ہے۔صحافتی ترجمے میں ذاتی رائے شامل کرنا ایک سنگین غلطی تصور کی جاتی ہے۔صحافتی ترجمے کے مسائل میں وقت کی کمی، اصطلاحات کا درست متبادل نہ ملنا، ثقافتی فرق اور سیاسی حساسیت شامل ہیں۔بعض اوقات ایک زبان کا محاورہ دوسری زبان میں وہی اثر پیدا نہیں کر پاتا جس سے مفہوم متاثر ہوتا ہے۔جدید میڈیا میں رفتار کی دوڑ نے ترجمے کے معیار کو بھی متاثر کیا ہے۔

صحافتی ترجمے کا آغاز اس وقت ہوا جب بین الاقوامی روابط بڑھے اور غیر ملکی خبروں کی اشاعت شروع ہوئی۔ برصغیر میں انگریزی اخبارات کے تراجم سے اردو صحافتی ترجمے کو فروغ ملا۔وقت کے ساتھ ساتھ یہ فن ترقی کرتا گیا اور جدید دور میں ڈیجیٹل میڈیا نے اسے نئی وسعت عطا کی۔آج صحافتی ترجمہ عالمی ابلاغ کا ناگزیر حصہ بن چکا ہے۔اردو میں صحافتی ترجمہ کا آغاز برصغیر میں جدید صحافت کے ابتدائی دور سے جڑا ہوا

ہے۔جب اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں انگریزوں کی آمد کے بعد مغربی طرز کی صحافت کا آغاز ہوا تو غیر ملکی خبروں، سرکاری اعلانات اور سیاسی معلومات کو مقامی زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔اسی ضرورت نے اردو میں صحافتی ترجمے کی بنیاد رکھی۔ابتدا میں زیادہ تر تراجم انگریزی سے اردو میں کیے جاتے تھے،جن کا مقصد عام لوگوں کو حکومتی پالیسیوں اور عالمی حالات سے آگاہ کرنا تھا۔

انیسویں صدی میں شائع ہونے والے ابتدائی اردو اخبارات جیسے ''جامِ جہاں نما''، ''دہلی اردو اخبار'' اور ''اودھ اخبار'' نے صحافتی ترجمے کو فروغ دیا۔ان اخبارات میں یورپی اور انگریزی اخبارات سے خبریں لے کر اردو میں شائع کی جاتی تھیں۔اس دور میں ترجمہ زیادہ تر لفظی نوعیت کا ہوتا تھا، تاہم وقت کے ساتھ ساتھ مفہومی ترجمے کی اہمیت اُجاگر ہونے لگی۔مترجمین نے یہ محسوس کیا کہ محض الفاظ کا ترجمہ کافی نہیں بلکہ خبر کے پس منظر اور مفہوم کو بھی قارئین تک پہنچانا ضروری ہے۔

1857 کی جنگِ آزادی کے بعد اردو صحافت نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔سیاسی شعور کی بیداری کے ساتھ ساتھ صحافتی ترجمہ بھی زیادہ ذمہ دارانہ بن گیا۔عالمی سیاست، نوآبادیاتی نظام اور اصلاحی تحریکوں سے متعلق خبریں اردو میں منتقل ہونے لگیں۔اس دور میں صحافتی ترجمہ عوامی رائے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرنے لگا۔مترجمین نے زبان کو سادہ اور عام فہم بنانے پر توجہ دی تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ خبروں سے مستفید ہو سکیں۔بیسویں صدی کے آغاز میں اردو صحافتی ترجمے میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔خلافت تحریک، آزادی کی تحریک اور بین الاقوامی سیاسی حالات نے غیر ملکی خبروں کے تراجم کی ضرورت بڑھا دی۔اخبارات اور رسائل میں عالمی خبروں، تقاریر اور بیانات کے تراجم باقاعدگی سے شائع ہونے لگے۔اس دور میں ترجمے کے اسلوب میں روانی اور اختصار کو خاص اہمیت دی گئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد اردو صحافتی ترجمے نے ایک منظّم صورت اختیار کی۔سرکاری اور غیر سرکاری ذرائع ابلاغ میں غیر ملکی خبروں کے تراجم کے لیے باقاعدہ شعبے قائم کیے گئے۔ریڈیو، ٹیلی وژن اور بعد ازاں ڈیجیٹل میڈیا نے صحافتی ترجمے کے دائرے کو مزید وسیع کر دیا۔اب صرف انگریزی ہی نہیں بلکہ عربی، فارسی اور دیگر عالمی زبانوں سے بھی اردو میں تراجم ہونے لگے۔

جدید دور میں اردو صحافتی ترجمہ تیز رفتار اور ہمہ جہت ہو چکا ہے۔انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے خبروں کی ترسیل کو فوری بنا دیا ہے، جس کے باعث مترجمین پر ذمہ داری مزید بڑھ گئی ہے۔آج اردو میں صحافتی ترجمہ عالمی آگہی، قومی شعور اور عوامی رابطے کا ایک مؤثر ذریعہ بن چکا ہے، اور اس کا ارتقاء مسلسل جاری ہے۔

8.2.1 سرگرمی (آؤ! اپنی معلومات کو جانچیں)

1۔ صحافتی ترجمہ میں سب سے زیادہ کس چیز کو ترجیح دی جاتی ہے؟

(الف) ادبی حسن　　(ب) لفظی ترجمہ

(ج) مفہوم اور خبر کی صحت　　(د) مبالغہ آرائی

2۔ صحافتی ترجمہ کا بنیادی مقصد کیا ہوتا ہے؟

(الف) تفریح فراہم کرنا　　(ب) قارئین کو مستند معلومات پہنچانا

(ج) زبان کی خوبصورتی بڑھانا　　(د) ادبی معیار قائم کرنا

3۔ صحافتی ترجمہ میں کس قسم کی زبان زیادہ مناسب سمجھی جاتی ہے؟

(الف) مشکل اور ثقیل　　(ب) علامتی اور ادبی

(ج) سادہ، واضح اور عام فہم　　(د) شعری

4۔ خبروں کے ترجمے میں سب سے زیادہ احتیاط کس بات کی کی جاتی ہے؟

(الف) جملوں کی طوالت　　(ب) عنوان کی دلکشی

(ج) حقائق اور اعداد و شمار کی درستگی　　(د) محاوروں کا استعمال

8.3 عمومی جائزہ

صحافتی ترجمہ جدید دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس کے بغیر عالمی معلومات تک رسائی ممکن نہیں۔ ترجمہ زبانوں کے درمیان پل کا کردار ادا کرتا ہے۔ صحافتی ترجمہ قارئین کے شعور میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ عمل صحافت کو عالمی سطح پر جوڑتا ہے۔ درست اور معیاری ترجمہ صحافت کے اعتبار کو مضبوط بناتا ہے۔ غلط ترجمہ غلط فہمی اور انتشار کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے مترجم کی ذمہ داری بہت زیادہ ہوتی ہے۔ صحافتی ترجمہ لسانی مہارت کے ساتھ فکری پختگی بھی چاہتا ہے۔ اس میں غیر جانبداری بنیادی شرط ہے۔ صحافتی ترجمہ عوامی رائے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے ترجمے کے ذرائع کو آسان بنا دیا ہے مگر انسانی فہم اب بھی ناگزیر ہے۔ صحافتی ترجمہ قومی اور بین الاقوامی تعلقات میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے ذریعے ثقافتی ہم آہنگی کو فروغ ملتا ہے۔ مجموعی طور پر صحافتی ترجمہ صحافت کی روح سمجھا جا سکتا ہے۔

8.4۔ آپ نے کیا سیکھا؟

اس موضوع کے مطالعے سے یہ سیکھنے کو ملا کہ صحافتی ترجمہ ایک ذمہ دارانہ عمل ہے۔ ترجمہ صرف زبان کا نہیں بلکہ مفہوم کا ہوتا ہے۔ صحافتی اصولوں کی پابندی ضروری ہے۔ وقت اور درستگی کی اہمیت واضح ہوئی۔ ثقافتی فرق ترجمے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مترجم کا غیر جانبدار ہونا لازمی ہے۔ صحافتی ترجمہ عالمی آگہی کا ذریعہ ہے۔ غلط ترجمہ سنگین نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ جدید میڈیا میں ترجمے کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ مجموعی طور پر

ترجمہ ایک فکری اور فنی مہارت ہے۔

8.5۔ فرہنگ

1۔	اختصار	:	مختصر، کسی موضوع کو کم الفاظ میں بیان کرنا یا تحریر کرنا۔
2۔	صحافت	:	خبروں کی جمع و اشاعت کا عمل
3۔	ابلاغ	:	پیغام پہنچانے کا ذریعہ
4۔	غیر جانبداری	:	کسی فریق کی حمایت نہ کرنا
5۔	ثقافت	:	کسی قوم کے رہن سہن اور اقدار۔
6۔	اصطلاحات	:	مخصوص مفہوم رکھنے والے الفاظ
7۔	مفہوم	:	بات کا اصل مطلب
8۔	محاورہ	:	مخصوص معنوں میں استعمال ہونے والا فقرہ
9۔	تجزیہ	:	کسی معاملے کی گہری وضاحت
10۔	رپورٹ	:	واقعات کی تحریری یا زبانی تفصیل
11۔	معیاری	:	اعلیٰ درجے کا
12۔	عالمی	:	دنیا سے متعلق
13۔	مقامی	:	کسی خاص علاقے سے متعلق
14۔	ابلاغ عامہ	:	عوام تک معلومات پہنچانے کا نظام
15۔	ڈیجیٹل میڈیا	:	انٹرنیٹ پر مبنی ذرائع ابلاغ

8.6۔ خود جانچ سوالات

1۔ صحافتی ترجمہ کیا ہے؟

2۔ صحافتی ترجمے کے بنیادی اصول کون سے ہیں؟

3۔ صحافتی ترجمے میں کن مسائل کا سامنا ہوتا ہے؟

4۔ برصغیر میں صحافتی ترجمے کا آغاز کیسے ہوا؟

5۔ جدید دور میں صحافتی ترجمے کی اہمیت کیا ہے؟

8.7۔ مشقی سوالات

1۔ صحافتی ترجمہ اور ادبی ترجمے میں فرق بیان کریں۔

2۔ صحافتی ترجمے میں غیر جانبداری کی اہمیت واضح کریں۔

3۔ صحافتی ترجمے کے اہم مسائل پر روشنی ڈالیں۔

4۔ صحافتی ترجمے کے آغاز وارتقاء کا مختصر جائزہ لیں۔

8.7.1۔ مشقی سوالات کے جوابات

سوال1: صحافتی ترجمہ اور ادبی ترجمے میں فرق بیان کریں۔

جواب: صحافتی ترجمہ اور ادبی ترجمہ اپنے مقصد کے لحاظ سے مختلف ہیں۔صحافتی ترجمہ معلومات کی فوری ترسیل کے لیے کیا جاتا ہے۔اس میں سادگی اور وضاحت ضروری ہوتی ہے۔ادبی ترجمہ میں حسنِ بیان کو ترجیح دی جاتی ہے۔صحافتی ترجمہ وقت کا پابند ہوتا ہے۔ادبی ترجمہ میں وقت کی سختی نہیں ہوتی۔صحافتی ترجمہ قاری کی فوری سمجھ کے لیے ہوتا ہے۔ادبی ترجمہ فنی لطف کے لیے کیا جاتا ہے۔دونوں میں اسلوب کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔

سوال2: صحافتی ترجمے میں غیر جانبداری کی اہمیت واضح کریں۔

جواب: غیر جانبداری صحافتی ترجمے کی بنیاد ہے۔مترجم کو ذاتی خیالات شامل نہیں کرنے چاہئیں۔خبر کو اصل صورت میں منتقل کرنا ضروری ہے۔جانبداری خبر کے اثر کو بدل سکتی ہے۔اس سے قارئین گمراہ ہو سکتے ہیں۔غیر جانبدار ترجمہ صحافت کے وقار کو برقرار رکھتا ہے۔یہ عوام کے اعتماد کو مضبوط کرتا ہے۔صحافتی اصولوں کی پاسداری اسی سے ممکن ہے۔

سوال3: صحافتی ترجمے کے اہم مسائل پر روشنی ڈالیں۔

جواب: صحافتی ترجمے میں وقت کی کمی ایک بڑا مسئلہ ہے۔درست اصطلاحات کا نہ ملنا مشکل پیدا کرتا ہے۔ثقافتی فرق مفہوم کو متاثر کرتا ہے۔بعض الفاظ کا مکمل متبادل موجود نہیں ہوتا۔سیاسی حساسیت بھی رکاوٹ بنتی ہے۔جلد بازی میں غلطیاں ہو جاتی ہیں۔جدید میڈیا میں رفتار کا دباؤ زیادہ ہے۔ان مسائل کے باوجود محتاطِ ترجمہ ضروری ہے۔

سوال4: صحافتی ترجمے کے آغاز وارتقاء کا مختصر جائزہ لیں۔

جواب: صحافتی ترجمے کا آغاز بین الاقوامی روابط کے بڑھنے سے ہوا۔ غیر ملکی خبروں کے تراجم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ برصغیر میں انگریزی خبروں کا اردو میں ترجمہ شروع ہوا۔ اخبارات نے اس عمل کو فروغ دیا۔ وقت کے ساتھ ترجمہ ایک فن بن گیا۔ جدید دور میں الیکٹرانک میڈیا نے اسے وسعت دی۔ ڈیجیٹل میڈیا نے ترجمے کو تیز کر دیا۔ آج صحافتی ترجمہ عالمی سطح پر نا گزیر ہے۔

8.8 جواباتِ سرگرمی

1۔ جواب: (ج) مفہوم اور خبر کی صحت

2۔ جواب: (ب) قارئین کو مستند معلومات پہنچانا

3۔ جواب: (ج) سادہ، واضح اور عام فہم

4۔ جواب: (ج) حقائق اور اعداد و شمار کی درستگی

8.9۔ امدادی کتب

1۔ ڈاکٹر قمر رئیس : ترجمہ کا فن اور روایت۔

2۔ ڈاکٹر خلیق انجم : فن ترجمہ نگاری۔

3۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام : دار الترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات۔

4۔ ڈاکٹر مجید بیدار : دار الترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات

5۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی : ترجمہ روایت اور فن۔

6۔ وحید الدین سلیم : وضع اصطلاحات۔

7- ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ : ترجمہ نگاری: فن، روایت، اصول اور مسائل۔

سبق نمبر۹۔ ترجمے میں اصطلاح سازی کی اہمیت، اصول اور مسائل

ساخت

9.0 اغراض ومقاصد
9.1 تعارف
9.2 ترجمے میں اصطلاح سازی کی اہمیت، اصول اور مسائل
9.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
9.3 عمومی جائزہ
9.4 آپ نے کیا سیکھا؟
9.5 فرہنگ
9.6 خود جانچ سوالات
9.7 مشقی سوالات
9.7.1 مشقی سوالات کے جوابات
9.8 جواباتِ سرگرمی
9.9 امدادی کتب

9.0 اغراض ومقاصد

اس مضمون کا مقصد ترجمے میں اصطلاح سازی کے تصور کو واضح کرنا ہے تاکہ قاری اس کی ضرورت اور افادیت کو سمجھ سکے۔ اس کا ایک اہم ہدف یہ ہے کہ مختلف علمی اور فنی متون کے ترجمے میں درست اصطلاحات کے استعمال کی اہمیت کو اُجاگر کیا جائے۔ مضمون کے ذریعے ترجمہ نگاری کے بنیادی اصولوں سے آگاہی فراہم کی گئی ہے۔ اس میں اصطلاح سازی کے دوران پیش آنے والے مسائل کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

اغراض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ میں معیاری ترجمے کا شعور پیدا کیا جائے۔اس کے علاوہ زبان کی ترقی میں اصطلاح سازی کے کردار کو نمایاں کرنا بھی مقصد ہے۔مضمون علمی تحقیق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔یہ مترجمین کو عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔اس کا ایک مقصد لسانی ہم آہنگی کو فروغ دینا ہے۔مجموعی طور پر یہ مضمون ترجمہ فہمی کو بہتر بنانے کے لیے تحریر کیا گیا ہے۔

9.1 تعارف

ترجمہ انسانی تہذیب کی ترقی میں ایک بنیادی کردار ادا کرتا رہا ہے۔مختلف اقوام اور زبانوں کے درمیان علمی،فکری اور ثقافتی تبادلہ ترجمے کے ذریعے ہی ممکن ہوا ہے۔ ہر زبان میں علم کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ دوسری زبانوں کے علمی سرمایے کو اپنی زبان میں منتقل کیا جائے۔اس عمل میں اصطلاحات کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ہر علم اپنی مخصوص اصطلاحات رکھتا ہے۔اصطلاح وہ لفظ یا ترکیب ہوتی ہے جو کسی خاص مفہوم کو متعین کرتی ہے۔ترجمہ کرتے وقت اگر اصطلاحات کا درست انتخاب نہ کیا جائے تو مفہوم بگڑ سکتا ہے۔اردو زبان میں سائنسی،فنی اور سماجی علوم کے تراجم کے دوران اصطلاح سازی کی شدید ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ ماضی میں کئی اداروں نے اس سمت میں کام کیا۔اس کے باوجود آج بھی اصطلاحات کے عدمِ معیار کا مسئلہ موجود ہے۔مترجم کو زبان اور موضوع دونوں پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔تعارف کے طور پر یہ کہنا بجا ہے کہ ترجمے میں اصطلاح سازی ایک سنجیدہ اور فکری عمل ہے۔ یہ محض لفظی تبدیلی نہیں بلکہ مفہوم کی منتقلی ہے۔اس لیے اس موضوع کا تفصیلی مطالعہ ضروری ہے۔

9.2 ترجمے میں اصطلاح سازی کی اہمیت،اصول اور مسائل

ترجمے میں اصطلاح سازی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے کسی علم یا فن کا اصل مفہوم دوسری زبان میں منتقل ہوتا ہے۔اگر اصطلاحات درست نہ ہوں تو پورا متن غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔علمی متون میں ہر اصطلاح ایک مخصوص مفہوم کی حامل ہوتی ہے اور اس کا بدل تلاش کرنا ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔اصطلاح سازی کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ زبان کو وسعت دیتی ہے اور نئے علمی تصورات کو قبول کرنے کے قابل بناتی ہے۔اصولی طور پر اصطلاح سازی میں چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔سب سے پہلے اصل زبان کے مفہوم کو پوری طرح سمجھنا لازم ہے۔اس کے بعد ہدف زبان کے مزاج اور قواعد کو مدنظر رکھا جانا چاہیے۔اصطلاح مختصر، جامع اور بامعنی ہونی چاہیے۔اگر ممکن ہو تو پہلے سے مستعمل الفاظ کو ترجیح دی جائے۔غیر ضروری اجنبیت سے بچنا بھی ایک اہم اصول ہے۔

اصطلاح سازی کے دوران مترجم کو کئی مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔بعض اوقات ہدف زبان میں مناسب متبادل موجود نہیں ہوتا۔کبھی ایک ہی اصطلاح کے کئی ترجمے رائج ہو جاتے ہیں جس سے ابہام پیدا ہوتا ہے۔سائنسی اور تکنیکی اصطلاحات خاص طور پر مشکل ثابت ہوتی ہیں۔بعض مترجم لفظی ترجمے پر اصرار کرتے ہیں جو مفہوم کو محدود کر دیتا ہے۔اس کے علاوہ ادارہ جاتی ہم آہنگی کا فقدان بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔مختلف

ادارے ایک ہی اصطلاح کے لیے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔اس سے قاری الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔اصطلاح سازی ایک مسلسل عمل ہے جو وقت اور تحقیق کا تقاضا کرتا ہے۔اس میں ماہرینِ زبان اور موضوع کے ماہرین کا تعاون ضروری ہے۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ اصطلاح سازی کے بغیر معیاری ترجمہ ممکن نہیں۔

اردو میں ترجمہ نگاری کی روایت بہت پرانی ہے۔اردو میں ترجمہ کا کام اس کی ابتداء سے ہی سامنے آنے لگا تھا۔مذہبی عقائد اور حکایات کے ترجمے ہوئے تو ان سے جڑی عربی و فارسی اصطلاحیں مستعار لے لی گئیں۔قرآن شریف کے تراجم کے وقت میں بھی یہی ہوا۔اردو ادب پر اگر عربی و فارسی کے اثرات کا جائزہ لیں تو وہاں بھی ادبی اصطلاحات خواہ وہ اصناف سے متعلق ہوں یا اظہار سے زیادہ تر مستعار لے لی گئیں ہیں۔لیکن علوم فنون کے ترجموں کے وقت ایسا نہیں ہوا۔یہاں ہمیں اصطلاحیں اختراع کرنی پڑی ہیں۔اردو میں یہ سلسلہ با قاعدہ طور پر مدرسہ غازی الدین کے قیام 1792ء سے شروع ہوا جب مشرقی اور مغربی علوم کے عربی و فارسی،انگریزی اور دوسری زبانوں سے اردو میں ترجمے کرائے گئے۔مدرسہ غازی الدین کے ترقی کرنے اور ینٹل کالج دہلی بننے کے بعد علمی اور تعلیمی سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔وہاں 117 کتابیں ترجمہ ہوئیں۔وہاں وضع اصطلاحات کے اصول مرتب ہوئے اور اس پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔اس سلسلے میں مزید جو ادارے،انجمنیں اور سوسائٹیاں کام کر رہی تھیں ان میں انجمن ترقی اردو،دارالترجمہ عثمانیہ،حیدرآباد اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان اہم ہیں۔عبدالحق کی اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ،فرہنگ اصطلاحات عالیہ،انجمن ترقی اردو اصطلاحات،علم جدیدہ عثمانیہ یونیورسٹی،اصول وضع اصطلاحات از سید حسن بلگرامی اور وضع اصطلاحات از وحید الدین سلیم اہم ہیں۔

اصطلاح اس مخصوص لفظ یا ترکیب کو کہا جاتا ہے جو مختلف علوم وفنون سے متعلق کسی خاص عنصر،آلے،عمل،تصور یا نظریے کے لئے غیر لغوی معنی میں استعمال ہوتی ہے۔مثلاً اردو کا ایک عام لفظ ہے گھڑی یعنی ایک مختصر سا وقت لمحہ یا ساعت لیکن اصطلاح میں اس آلے کو گھڑی کہا جاتا ہے جو دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں کو منٹوں اور سیکنڈوں میں تقسیم کر کے دکھاتا ہے۔جب تک جدید ترین عددی (Digital) گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں،گھڑیاں صرف بارہ گھنٹوں کو منٹ اور سیکنڈ کے کانٹوں اور رومن انگریزی ہندسوں کے ذریعے لکھی جاتی تھیں۔

زبان کے عام الفاظ مثلاً پانی،روٹی،مکان،سڑک،ہاتھ،پیر،آنکھ،آنسو،رونا،دھونا،کھانا،پینا،سونا روزمرہ کی زندگی سے متعلق ہیں اور ان کے معنی بچہ ہو یا بوڑھا سب کی سمجھ میں آتے ہیں لیکن اصطلاحوں کو جاننا اور سیکھنا پڑتا ہے۔اوپر دی ہوئی مثال میں گھڑی کی اصطلاح اگر چہ بہت عام ہونے کے سبب ہمیں بچپن ہی سے معلوم ہو جاتی ہے مگر ریت گھڑی،دھوپ گھڑی،مقیاس الحرارت (تھرمامیٹر) ضرب،تقسیم،عاد اعظم، خط استوا،مربع،مکعب،مائع،مرکب،پیمانہ،استوانا،تشخیص،تلخیص اور ترجمہ جیسی اصطلاحات کو جاننے،سمجھنے اور برتنے میں وقت لگتا ہے۔

اصطلاح کی اہم خوبی یا خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک یا ایک سے زیادہ جملوں میں بیان کی جانے والی تعریف یا تشریح پوشیدہ ہوتی ہے اور اسے استعمال کرنے والا پورا جملہ یا ٹکڑا بولنے سے بچ جاتا ہے۔کسی علم یا فن کے سیکھنے میں اصطلاحات کے سبب آسانی پیدا ہو جاتی ہے کیوں کہ ان کے معنی متعین ہوتے ہیں اور انہیں یاد رکھنا بھی آسان ہوتا ہے۔جب کسی زبان کے متن کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ہوتا ہے تو

سب سے پہلے اصطلاحات پر دھیان دینا ہوتا ہے۔خصوصاعلم فن سے متعلق شعبہ کی کتابوں یاتحریروں کا ترجمہ کرتے وقت نہ صرف ترجمے کی زبان میں مستعمل اصطلاحات کوتلاش کرنا پڑتا ہے بلکہ علمی وتکنیکی اعتبار سے ترقی یافتہ زبان سے ترجمہ کرنا ہوتو اصطلاحیں وضع بھی کرنی پڑتی ہیں۔

1919ء میں حیدرآباد میں عثمانیہ یورنیورسٹی کا قیام عمل میں آیااوراردوکواعلیٰ تعلیمی سطح تک ذریعہ تعلیم بنایا گیا تو جدیدعلوم وفنون کی تعلیم و تدریس کے لئے انگریزی فرانسیسی، جرمن، عربی اور فارسی زبانوں کی کتابوں اور مقالوں کو اردو میں ڈھالنے کا کام شروع ہوا۔ ایک ادارہ دارالترجمہ قائم کرکے متعددعلوم وفنون کی کمیٹیاں بنائی گئیں جن میں ہندوستان بھر کے علماءاورادباءکوشامل کرکے بڑے پیمانے پرتراجم کرائے گئے۔

اس زمانے میں مولوی وحیدالدین سلیم نے جوایک ترجمہ کمیٹی کے رکن تھے، نے اصطلاحوں کے وضع کرنے کے کچھ اصول بنائے تھے جو ان کی کتاب ''وضع اصطلاحات'' میں شامل ہیں۔اس کتاب میں مولوی صاحب نے اصطلاح بنانے والے دوگروہوں کا ذکر کیا ہے۔ان میں پہلا گروہ اس کا قائل ہے کہ تمام اصطلاحی الفاظ عربی زبان کی مدد سے بنائے جائیں۔دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ اصطلاح وضع کرنے میں تمام زبانوں کے الفاظ سے کام لیا جائے۔خصوصاعربی، فارسی، ہندی زبانوں سے جن کے الفاظ اردو کی لسانی ساخت اورقواعد میں آسانی سے کھپ جاتے ہیں۔مولوی صاحب دوسرے گروہ کی رائے کوترجیح دیتے ہیں۔مولوی صاحب اور دوسرے لوگوں کے خیالات سے استفادہ کرتے ہوئے اردو میں اصطلاحات وضع کرنے کے مندرجہ ذیل اصول قائم کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ اردو میں جوعلمی اصطلاحیں وضع کی جائیں ان کے لئے عربی، فارسی اور ہندی سے الفاظ لئے جائیں۔

۲۔ الفاظ کوترکیب دیتے وقت اردو زبان کی گرامر کا لحاظ رکھا جائے۔

۳۔ اگر کوئی اصطلاح انگریزی یا کسی اورزبان سے آکر اردو میں رائج ومستعمل ہوئی ہوتو اسے جوں کا توں اپنالیا جائے مثلاسائنس، کمپیوٹر، موبائل وغیرہ۔

۴۔ دومختلف زبانوں کے الفاظ کوملا کربھی اصطلاح بنتی ہوتو اسے بنالینا چاہئے۔

۵۔ دولفظوں کو پاس پاس رکھ کراصطلاح بنائی جائے جیسے بجلی گھر۔

۶۔ جن اصطلاحوں کی ہئیت بین الاقوامی ہےانہیں جوں کا توں رہنے دیا جائے۔

۷۔ ایسی اصطلاحیں وضع کی جائیں جن سے حافظے پرزورکم پڑے۔

۸۔ ثقیل اور بڑی ترکیبوں والی اصطلاحوں سے گریز کیا جائے۔

۹۔ اصطلاحات رائج الفاظ کی مدد سے بنائی جائیں۔

۱۰۔ اصطلاحی معنی کا نمایاں حصہ اصطلاحی لفظ سے ظاہرہو۔

اصطلاح وضع کرتے وقت مادوں کے اعتبار سے ہمیں اصطلاحوں کومختلف سیٹوں میں بانٹ لینا چاہئے (ضرورت پڑنے پر ہمیں انگریزی یا ہندی کے مادے بھی ملالینا چاہئے) ایک اصطلاح سے متعلق نئے معنوں کے لئے ہم مروجہ سابقوں اورلاحقوں یا ایک اصطلاح کی

صورت میں دوسرے لفظوں کو اس اصطلاح سے ملا کر پورا سیٹ مکمل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل میں ایک سیٹ ملاحظہ کیجئے جس میں مادہ انگریزی سے ماخوذ ہے:

فون : فونیم

علم فونیم : فونیمیات فونیمیاتی

یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اصطلاح وضع کرتے وقت انہیں چھوٹے چھوٹے بامعنی حصوں میں بانٹ لینا چاہئے جیسے لفظ Phonetical کو لیجئے جس کے چھوٹے سے چھوٹے بامعنی اجزاء اس طرح ہوں گے۔ ان اجزاء کے اردو میں متبادل ڈھونڈ لینے سے اصطلاح وضع ہو جائے گی جو اس طرح ہوگی، فونمیاتی۔

9.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1۔ ترجمے میں اصطلاح سازی سے بنیادی طور پر کیا مقصد حاصل ہوتا ہے؟

(الف) زبان کو مشکل بنانا (ب) مفہوم کی درست اور واضح ترسیل

(ج) ادبی حسن میں اضافہ (د) مترجم کی انفرادیت ظاہر کرنا

2۔ اصطلاح سازی میں سب سے اہم اصول کون سا ہے؟

(الف) لفظی ترجمہ (ب) اختصار

(ج) مفہوم سے مطابقت (د) مشکل الفاظ کا استعمال

3۔ سائنسی اور فنی متون کے ترجمے میں اصطلاح سازی کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

(الف) زبان کی تزئین کے لیے (ب) نئے تصورات کے اظہار کے لیے

(ج) قاری کو متاثر کرنے کے لیے (د) ادبی معیار قائم رکھنے کے لیے

4۔ اصطلاح سازی میں سب سے بڑا مسئلہ کون سا سمجھا جاتا ہے؟

(الف) مترجم کی شہرت (ب) الفاظ کی قلت

(ج) یکسانیت اور قبولِ عام کا فقدان (د) جملوں کی ساخت

9.3 عمومی جائزہ

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ترجمہ محض الفاظ کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک فکری عمل ہے۔ اصطلاح سازی اس عمل کا سب سے نازک مرحلہ ہے۔ زبان کی ترقی میں اصطلاحات کا کردار بنیادی ہوتا ہے۔ جب کوئی زبان نئے علوم کو اپناتی ہے تو اسے نئی اصطلاحات کی ضرورت پڑتی ہے۔ اردو زبان میں اس میدان میں کافی کام ہوا ہے لیکن ابھی مزید کوششوں کی ضرورت ہے۔ مترجم کو صرف لغت پر انحصار نہیں کرنا چاہیے بلکہ سیاق وسباق کو بھی دیکھنا چاہیے۔ اصطلاحات کا معیار برقرار رکھنا علمی دیانت کا تقاضا ہے۔ اگر اصطلاحات غیر معیاری ہوں تو علم کی ترسیل متاثر ہوتی ہے۔ اس لیے تعلیمی اداروں کو اس جانب توجہ دینی چاہیے۔ آپ کو اصطلاح سازی کے اصول سکھائے جانے چاہییں۔ اجتماعی سطح پر فرہنگ سازی کی ضرورت ہے۔ جدید تقاضوں کے مطابق اصطلاحات وضع کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس جائزے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ترجمے میں اصطلاح سازی ایک ناگزیر اور مسلسل عمل ہے جو زبان اور علم دونوں کی بقا کے لیے ضروری ہے۔

9.4 آپ نے کیا سیکھا؟

اس مضمون کے مطالعے سے یہ سیکھنے کو ملا کہ ترجمہ ایک ذمہ دارانہ عمل ہے۔ اصطلاح سازی ترجمے کی روح ہے۔ درست اصطلاح کے بغیر مفہوم ادھورا رہتا ہے۔ زبان کے مزاج کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ علمی متون میں یکسانیت کی اہمیت سامنے آئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اصطلاح سازی میں تحقیق کا بڑا کردار ہے۔ مترجم کو وسیع مطالعہ کرنا چاہیے۔ ادارہ جاتی تعاون کی ضرورت کا احساس ہوا۔ اردو زبان میں اصطلاحی کام کی اہمیت واضح ہوئی۔ مجموعی طور پر معیاری ترجمے کا شعور پیدا ہوا۔

9.5 فرہنگ

۱۔	اصطلاح	:	کسی خاص علم میں مستعمل مخصوص لفظ
۲۔	ترجمہ	:	ایک زبان کے متن کو دوسری زبان میں منتقل کرنا
۳۔	مفہوم	:	معنی یا مطلب
۴۔	مترجم	:	ترجمہ کرنے والا شخص
۵۔	فرہنگ	:	لغت یا اصطلاحی مجموعہ
۶۔	سیاق وسباق	:	عبارت کا مجموعی پس منظر
۷۔	ابہام	:	غیر واضح ہونا

۸۔	معیاری	:	معیار کے مطابق
۹۔	اجنبیت	:	غیر مانوس پن
۱۰۔	علمی	:	علم سے متعلق
۱۱۔	فنی	:	تکنیکی یا ہنری
۱۲۔	تحقیق	:	گہرائی سے مطالعہ
۱۳۔	ہم آہنگی	:	مطابقت
۱۴۔	وسعت	:	پھیلاؤ
۱۵۔	ترسیل	:	پہنچانے کا عمل

9.6 خود جانچ سوالات

1۔ اصطلاح سازی کیا ہے؟

2۔ ترجمے میں اصطلاحات کی کیا اہمیت ہے؟

3۔ اصطلاح سازی کے بنیادی اصول کون سے ہیں؟

4۔ مترجم کو کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے؟

5۔ اردو زبان میں اصطلاح سازی کی ضرورت کیوں ہے؟

9.7 مشقی سوالات

1۔ ترجمے میں اصطلاح سازی کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

2۔ اصطلاح سازی کے اصول تفصیل سے بیان کریں۔

3۔ اصطلاح سازی کے مسائل پر روشنی ڈالیں۔

4۔ اردو زبان میں اصطلاح سازی کے فروغ کے طریقے بیان کریں۔

9.7.1 مشقی سوالات کے جوابات

سوال1: ترجمے میں اصطلاح سازی کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

جواب: ترجمے میں اصطلاح سازی کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہی مفہوم کی درست ترسیل کو ممکن بناتی ہے۔ اصطلاحات علمی متن کی بنیاد ہوتی ہیں۔ درست اصطلاح قاری کو صحیح معنی تک پہنچاتی ہے۔ غلط اصطلاح مفہوم بگاڑ دیتی ہے۔ علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ اصطلاحات معیاری ہوں۔ اصطلاح سازی زبان کو وسعت دیتی ہے۔ یہ نئے تصورات کو قبول کرنے میں مدد دیتی ہے۔ معیاری ترجمہ اصطلاح کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے اس کی اہمیت مسلم ہے۔

سوال2: اصطلاح سازی کے اصول تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: اصطلاح سازی کے چند بنیادی اصول ہیں۔ سب سے پہلے اصل مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ ہدف زبان کے مزاج کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اصطلاح مختصر اور جامع ہو۔ پہلے سے رائج الفاظ کو ترجیح دی جائے۔ غیر ضروری پیچیدگی سے بچا جائے۔ اصطلاح بامعنی ہو۔ علمی روایت کا لحاظ رکھا جائے۔ یکسانیت برقرار رکھی جائے۔ قاری کی سہولت پیش نظر ہو۔ تحقیق پر مبنی اصطلاح اختیار کی جائے۔

سوال3: اصطلاح سازی کے مسائل پر روشنی ڈالیں۔

جواب: اصطلاح سازی کے دوران کئی مسائل سامنے آتے ہیں۔ مناسب متبادل کا نہ ملنا ایک بڑا مسئلہ ہے۔ ایک ہی اصطلاح کے مختلف ترجمے رائج ہو جاتے ہیں۔ سائنسی اصطلاحات زیادہ مشکل ہوتی ہیں۔ لفظی ترجمہ مفہوم کو محدود کر دیتا ہے۔ ادارہ جاتی اختلاف بھی مسئلہ پیدا کرتا ہے۔ قاری ابہام کا شکار ہو جاتا ہے۔ وقت کی کمی بھی رکاوٹ بنتی ہے۔ ماہرین کی عدم دستیابی مسئلہ ہے۔ تحقیق کی کمی اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ تمام مسائل ترجمے کے معیار کو متاثر کرتے ہیں۔

سوال4: اردو زبان میں اصطلاح سازی کے فروغ کے طریقے بیان کریں۔

جواب: اردو میں اصطلاح سازی کے فروغ کے لیے کئی اقدامات ضروری ہیں۔ ادارہ جاتی سطح پر کام ہونا چاہیے۔ مشترکہ فرہنگ تیار کی جائے۔ ماہرینِ زبان اور موضوع کو ساتھ کام کرنا چاہیے۔ جدید علوم کے تراجم کیے جائیں۔ تعلیمی نصاب میں اصطلاح سازی شامل کی جائے۔ مترجمین کی تربیت کی جائے۔ تحقیق کو فروغ دیا جائے۔ یکساں اصطلاحات رائج کی جائیں۔ نئی اصطلاحات کو عام کیا جائے۔ یوں اردو زبان میں علمی ترقی ممکن ہوگی۔

9.8 جواباتِ سرگرمی

جواب: (ب) مفہوم کی درست اور واضح ترسی

جواب: (ج) مفہوم سے مطابقت

جواب: (ب) نئے تصورات کے اظہار کے لیے

جواب: (ج) یکسانیت اور قبولِ عام کا فقدان

جواب: (ج) عام فہم اور مستعمل ہو سکے

9.9 امدادی کتب

1۔ڈاکٹر قمر رئیس : ترجمہ کا فن اور روایت۔

2۔ڈاکٹر خلیق انجم : فن ترجمہ نگاری۔

3۔ڈاکٹر مجیب الاسلام : دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات۔

4۔ڈاکٹر مجید بیدار : دارالترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات

5۔ڈاکٹر نثار احمد قریشی : ترجمہ روایت اور فن۔

6۔وحیدالدین سلیم : وضع اصطلاحات۔

7-ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ : ترجمہ نگاری: فن، روایت، اصول اور مسائل۔

سبق نمبر ۱۰۔ ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ

ساخت

10.0 اغراض ومقاصد
10.1 تعارف
10.2 ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ
10.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
10.3 عمومی جائزہ
10.4 آپ نے کیا سیکھا
10.5 فرہنگ
10.6 خود جانچ سوالات
10.7 مشقی سوالات
10.8 مشقی سوالات کے جوابات
10.9 امدادی کتب

10.0 اغراض ومقاصد

اس مضمون کا بنیادی مقصد ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ کے فن، اصولوں اور مسائل کو واضح کرنا ہے۔اس میں ترجمہ کے لسانی، تہذیبی اور فکری پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ آپ ترجمہ کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔مضمون کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لفظی اور مفہومی ترجمہ کے فرق کو مثالوں کے ذریعے واضح کیا جائے۔اس کے ذریعے اردو اور انگریزی و ہندی گرامر کے بنیادی اختلافات کی نشان دہی کی گئی ہے۔مترجم کے لیے دونوں زبانوں پر عبور کی ضرورت کو اجاگر کرنا بھی اس کا مقصد ہے۔اس مضمون سے ترجمہ نگاری کی عملی مشکلات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔آپ کو یہ احساس دلانا بھی مقصود ہے کہ ترجمہ محض الفاظ کی تبدیلی نہیں بلکہ معنی اور تہذیب کی منتقلی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ادبی ترجمہ اور شعری ترجمہ کی

پیچیدگیوں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ ترجمہ کے ذریعے زبانوں کے باہمی تعلق کو فروغ دینا بھی اس مضمون کا مقصد ہے۔ مجموعی طور پر یہ مضمون ترجمہ کو ایک باقاعدہ فن کے طور پر متعارف کراتا ہے۔

10.1 تعارف

ترجمہ انسانی تہذیب میں رابطے اور تفہیم کا ایک اہم ذریعہ رہا ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں موجود علمی، ادبی اور فکری سرمایہ ترجمہ ہی کے ذریعے ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہوا ہے۔ اردو زبان نے بھی ترجمہ کے ذریعے بے شمار علوم وفنون سے استفادہ کیا ہے۔ ہندی اور اردو کا تعلق اگرچہ ایک ہی لسانی خاندان سے ہے، مگر رسمِ خط اور لفظیات کا فرق ترجمہ کو نازک بنا دیتا ہے۔ اسی طرح انگریزی اور اردو کے درمیان نحوی اور ساختی اختلافات ترجمہ میں خاص توجہ چاہتے ہیں۔ ترجمہ نگار کے لیے دونوں زبانوں کی صرفی ونحوی ساخت سے واقفیت لازمی ہے۔ تعارف کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ترجمہ ایک تخلیقی اور فکری عمل ہے، نہ کہ محض لفظی نقل۔ اس میں مترجم کو مصنف کے خیال، اسلوب اور تہذیبی پس منظر کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ اردو ادب میں ترجمہ نے نئے اسالیب اور افکار کو متعارف کرایا ہے۔ اس مضمون میں ترجمہ کے مختلف پہلوؤں کو مثالوں کے ذریعے سمجھایا گیا ہے۔ انگریزی اور اردو جملوں کی ساخت کا تقابلی مطالعہ بھی شامل ہے۔ یوں یہ مضمون ترجمہ کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کرتا ہے۔

10.2 ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ

ہندی سے اردو میں ترجمہ ایک اہم اور نازک لسانی عمل ہے، کیونکہ دونوں زبانیں اگرچہ ایک ہی لسانی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں مگر ان کے رسمِ الخط، لفظیات اور تہذیبی پس منظر میں نمایاں فرق موجود ہے۔ اس ترجمے میں سب سے بنیادی اصول یہ ہے کہ اصل متن کے مفہوم، خیال اور معنوی کیفیت کو اردو میں درست اور مکمل طور پر منتقل کیا جائے۔ محض لفظ بہ لفظ ترجمہ اکثر معنی کو محدود یا مسخ کر دیتا ہے، اس لیے مفہومی ترجمہ زیادہ مؤثر سمجھا جاتا ہے۔ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہندی متن کے مرکزی خیال کو سمجھ کر اردو کے فطری اسلوب میں اسے پیش کرے تاکہ عبارت رواں اور بامحاورہ ہو۔

لسانی سطح پر سب سے اہم اصول یہ ہے کہ ہندی کے سنسکرت الاصل الفاظ کے بجائے اردو میں رائج عربی، فارسی یا مقامی اردو الفاظ استعمال کیے جائیں تاکہ ترجمہ اجنبیت کا شکار نہ ہو۔ اسی طرح اردو قواعد، صرف ونحو اور املا کی مکمل پابندی ضروری ہے کیونکہ دیوناگری رسمِ الخط سے نستعلیق رسمِ الخط میں منتقلی کے دوران ذرا سی بے احتیاطی معنی میں تبدیلی پیدا کر سکتی ہے۔ ادبی متون کے ترجمے میں اسلوب، لہجے اور جذباتی فضا کو برقرار رکھنا بھی نہایت اہم ہے، کیونکہ ادب محض معلومات نہیں بلکہ احساسات اور کیفیات کی ترسیل کا ذریعہ ہوتا ہے۔

ہندی سے اردو میں ترجمے کے دوران کئی مسائل بھی درپیش ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ سنسکرتی لفظیات ہے جن کے اردو میں

مساوی اور مانوس متبادل ہمیشہ دستیاب نہیں ہوتے۔ایسے میں مترجم کو یا تو قریب المعنی الفاظ کا سہارا لینا پڑتا ہے یا پھر مفہوم کو قدرے بدل کر پیش کرنا پڑتا ہے۔ ہندی محاورات، کہاوتیں اور روزمرہ کے مخصوص استعمال بھی ایک بڑا مسئلہ ہیں کیونکہ ان کا لفظی ترجمہ اردو میں غیر فصیح یا بے معنی ہو جاتا ہے اور مناسب اردو محاورہ تلاش کرنا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔اسی طرح ہندی متون میں موجود تہذیبی، مذہبی اور سماجی حوالہ جات اردو قاری کے لیے بعض اوقات اجنبی محسوس ہوتے ہیں، جنہیں بغیر وضاحت کے منتقل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ان تمام اصولوں اور مسائل کے باوجود ایک کامیاب مترجم وہی ہوتا ہے جو دونوں زبانوں کی ساخت، مزاج اور تہذیبی روح سے گہری واقفیت رکھتا ہو۔ ہندی سے اردو میں اچھا ترجمہ وہ ہے جو اصل متن کے معنی، حسن اور تاثیر کو برقرار رکھتے ہوئے اردو قاری کے لیے فطری اور قابلِ فہم بن جائے۔

یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ دنیا میں مختلف زبانیں رائج ہیں اور ہر زبان کے اپنے اپنے قواعد ہوتے ہیں۔اس طرح انگریزی اور اردو زبان کے بھی اپنے الگ قواعد اور گرامر ہے۔انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت ہمیں دونوں زبانوں کے قواعد اور گرامر کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔اردو کے مقابلے انگریزی میں کل ملا کر 26 حروف ہوتے ہیں جن میں 5 حروف (a,e,i,o,u) Vowels کہلاتے ہیں اور باقی 21 حروف Consonants کہلاتے ہیں۔ترجمہ کرنے والا دونوں زبانوں کے اس فرق کو سمجھ لے تو اسے اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت کوئی مشکل نہیں آئے گی۔اردو کا یہ ترجمہ دیکھئے:

راشد اسکول جاتا ہے۔

اس جملے میں راشد فاعل (کام کا کرنے والا) ہے، اسکول مفعول ہے اور جاتا ہے فعل (کام) کہلاتا ہے۔

اس جملے کا انگریزی ترجمہ دیکھئے:

Rashid goes to school.

قواعد کے لحاظ سے دونوں زبانوں کے جملوں میں ترتیب کے اعتبار سے فرق نظر آتا ہے۔اردو کے جملہ میں سب سے پہلے راشد (فاعل) آیا پھر اسکول (مفعول) آیا اور آخیر میں جاتا ہے (فعل آیا)۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اردو کے جملے میں فعل جملے کے آخر میں آتا ہے۔لیکن انگریزی کے جملے میں یہ ترتیب بدل جاتی ہے۔دیے گئے انگریزی کے جملے میں سب سے پہلے راشد (فاعل) آیا، پھر جاتا ہے (فعل) اور اسکول (مفعول) آیا۔

Rashid goes to school

فاعل	Subject
فعل	Verb
مفعول	Object

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی کے اس جملے میں سب سے پہلے Subject پھر verb اور آخر میں ایک یا ایک سے زیادہ

(object) آتے ہیں۔ ہر جملے میں ایک فائل Subject اور ایک فعل Verb کا ہونا ضروری ہے۔ یہ انگریزی میں ترجمہ کرنے کا پہلا مددگار اصول ہے۔

فاعل

فعل

مفعول یا

Subject

Verb

Object

ہر زبان میں فاعل اور فعل میں ایک مطابقت ہوتی ہے۔ دیئے گئے جملوں کو دھیان سے پڑھیے۔

میں کام کرتا ہوں __________ I work

میں کام کرتی ہوں __________ I work

تم کام کرتے ہو _________You work

وہ کام کرتا ہے __________He works.

وہ کام کرتی ہے ________ She works

وہ کام کرتے ہیں ______ They works

لڑکے کام کرتے ہیں _____ Boys work

لڑکیاں کام کرتی ہیں______ Girls work

اردو کے جملوں میں فاعل اور فعل کی مطابقت کے ساتھ ساتھ فعل کے عدد (واحد جمع) (Number) شخص (person) اور تذکیرو تانیث (Gender) کے بیچ میں بھی مطابقت ہے۔ انگریزی میں Subject کے Gender کا Verb پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایک با معنی جملہ بنانے کے لئے الفاظ کو ایک خاص ترتیب میں لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ جملہ دیکھئے:

وہ ستار بجاتا ہے۔

انگریزی میں یہ جملہ ایسا بنے گا۔

He plays Sitar

لیکن اس جملے کے الفاظ کی ترتیب بدلنے پر اس کے مکمل معنی سمجھ میں نہیں آتے۔

بجاتا ہے وہ ستار) Plays he Sitar

Sitar he plays (ستار وہ بجاتا ہے)

یہ دونوں جملے الفاظ کے مجموعے (Group of words) ضرور ہیں لیکن یہ بامعنی ترتیب میں نہیں ہیں اس لئے ایک بامعنی جملہ بنانے کے لئے الفاظ کو ایک خاص ترتیب میں لکھنا ضروری ہوتا ہے۔

جملے خاص طور پر پانچ قسم کے ہوتے ہیں:۔

1 مثبت جملہ۔اسے Assertive Sentence کہتے ہیں۔

جیسے: میں لکھتا ہوں۔I write

2 منفی جملہ۔اسے Negative sentence کہتے ہیں۔

جیسے: ہم جھوٹ نہیں بولتے۔.We do not tell a lie

3 سوالیہ جملہ اسے Interrogative sentence کہتے ہیں

جیسے ?Where do you work

تم کہاں کام کرتے ہو؟

4 جملہ حکمیہ۔اسے Imperative sentence کہتے ہیں۔

جیسے: کھڑے ہو جاؤ۔Stand up

5 فجائیہ جملہ۔اسے Exalamatory sentence کہتے ہیں۔

جیسے: Hurrah!the game is over ہورا! اب کھیل ختم ہو گیا۔

ان کے علاوہ انگریزی اور اردو گرامر کے دیگر کئی قواعد ہیں جن کو یہاں شامل کرنا مشکل ہے۔انگریزی اور اردو چونکہ دنیا کی دو اہم زبانیں ہیں اور ان کا ادب بھی ضخیم اور وسیع ہے۔ان دونوں زبانوں کا ترجمہ کرنے کا فن کافی محنت، ریاضت اور معلومات چاہتا ہے۔ترجمہ نگار کو دونوں زبانوں سے اعلیٰ درجہ کی واقفیت ہونا ضروری ہے۔مترجم ترجمہ کرتے وقت لفظ کے لفظ، ترکیب کے لئے ترکیب، محاورے کے لئے محاورہ اور اصطلاح کے لئے اصطلاح تلاش کرتا ہے۔یہیں مترجم کا امتحان ہوتا ہے کیونکہ اس کو ضروری لفظ محاورہ، یا اصطلاح کے قائم مقام یا مترادف الفاظ محاورے یا اصطلاحات اس زبان میں نہیں ملتے۔مثال کے طور پر لفظ مٹھائی کو لیجئے۔ ہندوستانی تہذیب میں مٹھائی کا تعلق کچھ اور ہے اور انگریزی تہذیب میں کچھ اور۔ ہمارے یہاں لڈو، پیڑے، برنی، گلاب جامن جلیبی، امرتی، نکتیاں، جیسی مٹھائیاں ہیں تو انگریزوں کے یہاں یہ چیزیں نہیں ہیں۔اُن کے یہاں یا تو Chocolate (چاکلیٹ) یا Toffee (ٹوفی) ملے گی۔اس کے علاوہ زیادہ تر Candy (ایک عام لفظ امریکہ میں مشہور ہے جو چینی کے اقوام میں بنائی گئی انگلینڈ کی مٹھائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے) ملتی ہے۔اردو سے انگریزی میں ترجمہ

کرتے وقت مسئلہ پیش آتا ہے کہ مترجم کوسی مترادف الفاظ انگریزی یا جس زبان میں ترجمہ کررہا ہے نہیں ملتے۔اب لڈو کو لیجئے۔انگریزی میں اگر Sweet ball ترجمہ کہا تو یہ لفظی ترجمہ تو ہوگا لیکن اصل مفہوم لڈو کے لئے پورے معنی ادانہیں کرتا۔چٹنی کے لئے Souceاتو برنی کے لئے' Sweet paste' سے برتی کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔گلاب جامن اگرچہ لڈو کی طرح کی چیز ہے لیکن خوداردو میں دونوں کا مفہوم الگ الگ ہے۔ اب اگر لفظی ترجمہ پے جایئے تو گلاب کے لئے"Rose اور جامن کے لئے' Jamboline استعمال کریں تو'Rose Jamboline سے گلاب جامن کا مطلب ادانہیں ہوتا۔امرتی،اور جلیبی جیسی مٹھائیوں کے لئے stop -round-round لکھنے سے کہ یہ مٹھائیاں کڑھائی (frying pan) میں تیل ڈال کر گیلے میدے کو گول گول گھما کر پھر ہاتھ روک لینے کے طریقے سے بنتی ہیں مفہوم ادانہیں ہوتا۔دال، دلئے، کے لئے'custardاور'pudding' کا استعمال ہے۔لباس میں ہمارے یہاں اچکن اور شیروانی ہے تو ان کے یہاں coat اور waist coat ہے۔یہاں پاجامہ (پائجامہ) تو ان کے یہاں Trouser اور Pant ہے اور اب لفظ 'Pantaloon' پتلون کے لئے عام استعمال کیا جاتا ہے۔ہر ملک کے ریتی رواج یعنی Custom or rituals اور traditions کہیں ملتے ہیں، یکساں ہوتے ہیں، کہیں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ تو کہیں بالکل مختلف ہوتے ہیں۔مترجم کو ان بھی فرقوں کو دھیان میں رکھنا چاہیے، اور ترجمہ کی ضرورت کے تحت نے مخصوص الفاظ جنہیں مخصوص معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اصطلاح (Term) کے طور پر ایجاد کرنے چاہئیں۔جن الفاظ یا اصطلاحات کے لئے مترادف الفاظ یا اصطلاحات نہ ملیں انہیں جوں کو توں اُس زبان میں لکھ کر برکٹ میں مختصر اس کی تشریح کردینی چاہئے۔جیسے:Gulab Jaman

(kind of Indian sweet, in small ball like shape soaked in sweet syrup.A)

لفظ تک انگریزی کا ہے لیکن ہمارے یہاں 'Biscuit(بیکٹ) سے بسکٹ ہوگیا ہے۔اردو زبان کی یہ خوبی ہے کہ اس نے انگریزی کے کتنے ہی الفاظ اپنے یہاں لے لئے ہیں اور وہ اجنبی نہیں لگتے یا دوسری زبان سے اخر کئے ہوئے نہیں لگتے۔نان (ایک طرح کی روٹی) سے ہمارے یہاں baker سے لفظ نان بائی بنا اور اسی طرح سے 'bakery (بیکری) عرف عام میں مشہور ہے۔بند یا بن (bun) جسے بیٹھا کلچا یا شیرمال کہا جاتا ہے ہمارے یہاں انگریزی سے آیا۔اگر یہاں بیکری میں پاپے، رسک، بند یا بن اور نان ختائیاں تیار کی جاتی ہیں تو انگریزوں کے یہاں پیسٹری (Pastry) اور کیک (Cake) تیار کئے جاتے ہیں۔اس طرح بریڈ رول (Roll-Bread) اور بریڈ پکوڑے کو ہماری اور انگریزی طرز کی ملی جلی چیز کہا جا سکتا ہے۔اسکول (School)،آفس (Office))بش شرٹ (تمیض،)Ticket(ٹکٹ،) Railway Station (ریلوے اسٹیشن،)College(کالج یعنی'Shirt پاؤڈر یا پوڈر(Powder)،لپ اسٹک (Lipstick)(ایرانی اردو میں مسی)، نیل پالش (ناخن پالش)Nail polish، یا صرف پالش (Polish) جیسے الفاظ اس کے علاوہ اور بھی اس طرح کے الفاظ اردو دنیا نے نے یہاں بغیر کسی ردوبدل کے لے لئے ہیں جو اردو میں مل گئے ہیں۔جیسے: گلاس (Glass) پینٹنگ (Painting)،بمعنی فن مصوری، art یعنی فن، ایرپورٹ (port-Air)،میگزین (Magazine) اور پالیسی (Policy) وغیرہ۔یہاں مفہومی اور آزاد ترجمہ کی مثال غالب کے خطوط سے یوسف مرزا کو لکھے گئے خط کے اقتباس سے یہاں دی جاتی ہے۔

یوسف مرزا، کیوں کر لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کرو مگر صبر؟ یہ ایک شیوہ فرسودہ ابنائے روزگار کا ہے۔تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ صبر کرو۔ ہائے ایک کلیجہ کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ، بھلا کیونکر نہ تڑپے گا۔صلاح اس امر میں نہیں بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہیں، دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا مجھ سے کوئی پوچھے کہ بے سروپا کس کو کہتے ہیں تو میں کہوں گا کہ یوسف مرزا کو'

Yousaf Mirza,

How can i write that your father died, and i write what further in can write that what should you do now but patience? it is an old custom of living persons. Condolence is done like this only and only it is said that be patient. Alas!one's liver has been cut off and people say to him that you should not be restless, why he will not be restless. Suggestion is not given in this matter. Prayer has no connection and medicine does not real. Firstly the son died and then father died. Someone should ask me that who is called a 'head and foot-less person'then i shall say to Yousaf Mirza."

شیوہ فرسودہ اور ابنائے روزگار مشکل الفاظ ہیں۔شیوہ چلن یا طریقہ کے لئے آتا ہے اور فرسودہ کے معنی پرانا کے لئے دقیانوسی جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ابن عربی میں بیٹے کو کہتے ہیں اور ابنائے روزگار (زندہ لوگوں) سے روزی کمانے والے بیٹے یعنی سبھی زندہ لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔لفظ پا مطلب' پیر ہوتا ہے۔ بے سروپا کا مطلب بغیر سر اور پیر کے۔

شیوہ فرسودہ کے لئے old custom کی جگہ Conservative tradition بھی استعمال ہوسکتا تھا اور ابنائے روزگار کے لئے living person کی جگہ men of business بھی لکھا جا سکتا تھا۔ بے سر و پا کے لیے'head and footless' کو آزادانہ طور پر استعمال کیا گیا ہے۔اگر head کی جگہ top اور foot کی جگہ Bottom لکھتے تو Head and bottamless لکھنے پر مفہوم تو ادا ہو جاتا لیکن معنی کی برجستگی ترجمہ شدہ شکل میں صاف طور پر سامنے نہ آپاتی۔مثالیہ عبارت میں Tense (زمانہ) کی پہچان ضروری ہے۔کیوں کر لکھوں یعنی (میں کیسے لکھوں؟ یا میں کیسے لکھ سکتا ہوں؟ (موت یا انتقال کی خبر دینا بڑا مشکل کام ہے) کیوں کر میں لفظ کیئے چھپا ہوا ہے اس لئے انگریزی ترجمہ میں can'ضرور آتا تھا۔لفظ کہ کی تکرار ہے اور اس کے لئے 'That' جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔کہ تیرا باپ مر گیا (ہے) اصل جملہ پورے طور پر ایسا تھا'that your father has died'اس میں ہے کو بنایا گیا اور ترجمہ سے'has' کو نکال دیا گیا تب صحیح ترجمہ ہوا۔

دوسری مثال دیکھئے۔غالب کا یہ شعر:

ابن مریم ہوا کرے کوئی　　　میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

Let there be any son of mother mary

Let my wounds be healed by any

دکھ کی دوا کرنا، یاغم کی دوا کرنا محاورہ ہے۔اس کے لئے ترجمہ میں wounds be healed'استعمال ہوا ہے۔جس کا مطلب ہے زخموں کا بھر جانا۔ بظاہر محاورہ کیلئے محاورہ نہیں استعمال کیا گیا لیکن زخموں کا بھر جانا مطلب بیمار کا صحت مند ہونا ہی ہے اس لئے یہاں معنوی طور پر خوب استعمال ہوا ہے۔ یہ ترجمہ سراسر آزاد ترجمہ کی مثال ہے۔اس میں ردیف اور قافیے کے لئے Merry اور any ترنم (rhythm) میں قائم مقام ہیں۔مطلب یہی ہے کہ حضرت عیسی جو مریم کے بیٹے تھے وہ خدا کے حکم سے مردوں میں جان ڈال دیا کرتے تھے لیکن غالب محبت کے مرض میں مبتلا تھے اور اس مرض کو ان کا محبوب ہی ختم کر سکتا تھا حضرت عیسی نہیں۔ یہ اردو ادب میں تلمیح کا شعر کہلاتا ہے جس میں کسی واقعہ کا ذکر ہوتا ہے۔

نثر کے مقابلے میں شاعری کی اصناف کا ترجمہ کرنا مشکل کام ہے۔اس کی کئی وجوہات ہیں۔ پہلے تو یہ کہ شاعر شعر میں کوئی بات، خیال یا واقعہ کا ذکر کرتا ہے اُس کو شعری پیرائے میں ادا کرتا ہے یعنی علم عروض کے فن (Prosody) اور (Rhetorics) کے مطابق بیان کرتا ہے۔ایک مشکل یہ بھی آتی ہے کہ اردو اور انگریزی شاعری میں زبان کا استعمال علامت نگاری (Symbolism) کے لئے بھی کیا گیا ہے۔یوں مترجم کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ با قاعدہ پورا شاعر نہ ہو سکے تو آدھا شاعر ضرور بنے تا کہ ترجمہ کا حق ادا کر سکے اور اصل عبارت کے قریب حد تک پہنچ سکے۔اُسے بحر، ردیف، قافیہ، تصور (Imagination) اور خیال (Idia) کے علاوہ علامت نگاری اور نظم کے پس منظر یا تناظر (Context) کی بھی اچھی خاصی معلومات ہونی ضروری ہے۔اس کے علاوہ اسے شعری اصناف سُن (Genres of poetry) جیسے نظم کے لئے Poem، غزل کے لئے Lyric، اور آزاد نظم یا نظم معرّیٰ یعنی Blank Verse (بحر اور اوزان کی قید سے آزاد) کا بخوبی علم ہونا چاہیے۔غالب کے شعر کی یہ ایک مثال پیش ہے جس میں دیکھنا ہے کہ ترجمہ کسی حد تک کامیاب ہوا ہے اور کیا خامیاں باقی ہیں:

ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

Where we were wise which technique expert
In vain dominant become enemy sky ours.

پہلے مصرعہ میں ہم کہاں کے دانا تھے سے مراد ہم نے کبھی کوئی عقلمندی کا کام انجام نہیں دیا، کس ہنر میں یکتا تھے معنی ہم نے پوری زندگی کوئی فن نہیں سیکھا اور نہ ہی اسے برتا، یہ دونوں باتیں غالب نے جس پس منظر میں کہی ہیں ان کا مطلب بالکل الٹا ہے۔وہ بڑے ذی شعور، ذی حس اور ہوشیار شخص تھے، اگر شراب پینے کی عادت نہ ہوتی ولی اللہ ہوتے۔شاعروں میں شاعر اور آدمی سے زیادہ اعلیٰ درجہ کے انسان تھے۔اس ہنر میں وہ کامل اور یکتا تھے۔دوسرے مصرعہ میں دشمن آسمان سے مراد لوگوں کی کم عقلی اور نا سمجھی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ غالب کو اپنی زندگی میں ان کے شاعرانہ فن کی داد خاطر خواہ نہ ملی اور ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان کے فن اور رتبہ کو سمجھا۔

پہلے مصرعہ میں دانا(عقلمند) کے لئے wiseاور ہنر(کسی کام کی صلاحیت، پیشہ وارانہ صلاحیت جیسے دستکاری(Handicraft) کے لئے techniqueاور یکتا کے لئے expert' صحیح استعمال کیا گیا ہے۔دوسرے مصرعے میں غالب کوبطور تخلص Pseudonym (قلمی نام استعمال نہیں کیا گیا بلکہ لغوی معنی غالب آ جانا، کثرت امیں ہوتا استعمال کیا گیا ہے۔حالانکہ یہاں غالب کو تخلص کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور غالب اپنے اوپر پڑنے والی بے بنیاد مصیبتوں کی شکایت کررہے ہیں۔

اب ترجمہ میں متعدد اصطلاحات کا استعمال ہوتا ہے اور ترجمہ نگاران کا مناسب مقام پر ان کا استعمال بھی کرتا ہے۔اصطلاحات کے علاوہ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ انگریزی زبان میں اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر اردو کا یہ جملہ دیکھئے:" حراست میں لے لیا گیا" کے معنی ہیں گرفتار کرلیا گیا نکلتا ہے۔انگریزی میں Taken into custody کی جگہ صرف Arrested لکھنے سے بات مکمل ہو جاتی ہے۔ اگر انگریزی یہ حروف گن کر دیکھیں تو پہلی صورت میں 16 حروف استعمال ہوئے اور دوسری صورت میں صرف 8 حرفی لفظ لکھ کر ہم نے مطلب پورا کر دیا۔یعنی آدھے حروف یا ایک لفظ میں بات بن گئی۔ترجمہ نگار کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ترجمہ کرتے وقت اختصار کے اس اصول کو ہمیشہ اپنائے اور فنکارانہ طور پر استعمال کرے۔صحافی حضرات (Journalists) فن مختصر نویسی Art of short hand کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

10.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1. ترجمہ کرتے وقت سب سے اہم اصول متن کی________ کو برقرار رکھنا ہے۔
2. اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے محاورات اور ضرب الامثال کا________ ترجمہ اکثر درست مفہوم ادا نہیں کرتا۔
3. ہندی اور اردو کے درمیان رسم الخط کا فرق ترجمہ میں ایک بڑی________ پیدا کرتا ہے۔
4. ترجمہ نگار کے لیے دونوں زبانوں کے________ اور ثقافتی پس منظر سے واقفیت ضروری ہے۔
5. اردو جملوں کی ساخت کو انگریزی میں منتقل کرتے وقت قواعدی________ کا خیال رکھنا لازم ہے۔

10.3 عمومی جائزہ

ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ ایک فکری اور لسانی عمل ہے جو گہری سمجھ بوجھ کا تقاضا کرتا ہے۔ہندی سے اردو میں ترجمہ کے دوران سب سے بڑا مسئلہ سنسکرت الاصل الفاظ کا ہوتا ہے جن کے اردو متبادل ہمیشہ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتے۔مترجم کو مفہومی ترجمہ کی طرف جانا پڑتا ہے تاکہ اصل خیال برقرار رہے۔انگریزی سے اردو میں ترجمہ کے لیے گرامر اور جملوں کی ترتیب کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ اردو میں فعل

آخر میں آتا ہے جبکہ انگریزی میں درمیان میں۔ مضمون میں مثالوں کے ذریعے Subject، Verbاور Object کی ترتیب کو واضح کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ فاعل اور فعل کی مطابقت کا اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔ادبی ترجمہ میں اسلوب، لہجہ اور جذباتی کیفیت کو برقرار رکھنا ایک بڑا چیلنج ہے۔شعری ترجمہ نثر کے مقابلے میں زیادہ مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس میں بحر، ردیف، قافیہ اور علامت نگاری شامل ہوتی ہے۔ غالب کے اشعار کے تراجم کی مثالیں دے کر آزاد ترجمہ اور مفہومی ترجمہ کی وضاحت کی گئی ہے۔تہذیبی اشیاء جیسے مٹھائیاں، لباس اور رسم و رواج کے ترجمے میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں۔ایسے الفاظ کو یا تو جوں کا توں رکھا جاتا ہے یا وضاحت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔مضمون میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اردو زبان نے انگریزی کے کئی الفاظ کو قبول کر لیا ہے۔مجموعی طور پر یہ مضمون ترجمہ کے اصول، مسائل اور عملی مثالوں کا احاطہ کرتا ہے۔

10.4 آپ نے کیا سیکھا؟

اس مضمون کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ترجمہ ایک سنجیدہ اور تخلیقی عمل ہے۔ہم نے سیکھا کہ لفظی ترجمہ اکثر معنی کو مسخ کر دیتا ہے۔مفہومی ترجمہ زیادہ مؤثر اور بامعنی ہوتا ہے۔اردو اور انگریزی جملوں کی ساخت میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ترجمہ کے لیے دونوں زبانوں کے قواعد کا علم ضروری ہے۔ادبی اور شعری ترجمہ عام ترجمہ سے زیادہ مہارت مانگتا ہے۔تہذیبی الفاظ کے ترجمے میں خاص احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔مترجم کو دونوں زبانوں کے مزاج سے واقف ہونا چاہیے۔اختصار اور برجستگی بھی اچھے ترجمے کی خصوصیات ہیں۔ترجمہ زبانوں کو قریب لانے کا ذریعہ ہے۔یہ مضمون ترجمہ کے فن کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

10.5 فرہنگ

۱۔ مسخ کرنا : کتاب کے متن یا مضمون اور معنوں میں ردوبدل کرنا، تبدیل کر دینا، بگاڑنا، کسی چیز کی شکل بگاڑ کر تبدیل کر دینا، بدشکل بنا دینا۔

۲۔ مفہومی ترجمہ : معنی پر مبنی ترجمہ

۳۔ لفظی ترجمہ : لفظ بہ لفظ ترجمہ

۴۔ رسمِ خط : لکھنے کا طریقہ

۵۔ سنسکرت الاصل : سنسکرت سے ماخوذ

۶۔ محاورہ : مخصوص معنوں میں مستعمل فقرہ

۷۔ اصطلاح : کسی خاص مفہوم کے لیے مقرر لفظ

۸۔ تہذیبی : تمدنی وثقافتی

۹۔ صرف ونحو : گرامر

۱۰۔ فاعل : کام کرنے والا

۱۱۔ مفعول : جس پر کام ہو

۱۲۔ فعل : کام یا عمل

۱۳۔ مطابقت : ہم آہنگی

۱۴۔ علامت نگاری : علامتی اظہار

۱۵۔ تلمیح : کسی تاریخی یا مذہبی واقعے کی طرف اشارہ

۱۶۔ ردیف : شعر کا مشترک لفظ

۱۷۔ قافیہ : ہم آواز لفظ

۱۸۔ اختصار : کم لفظوں میں بات کہنا

10.6 خود جانچ سوالات

۱۔ ترجمہ کسے کہتے ہیں اور اس کی اہمیت کیا ہے؟

۲۔ ہندی سے اردو ترجمہ میں کن مسائل کا سامنا ہوتا ہے؟

۳۔ انگریزی اور اردو جملوں کی ساخت میں کیا فرق ہے؟

۴۔ مفہومی ترجمہ کیوں زیادہ مؤثر سمجھا جاتا ہے؟

۵۔ شعری ترجمہ نثری ترجمہ سے کیوں مشکل ہے؟

10.7 مشقی سوالات

سوال ۱۔ لفظی اور مفہومی ترجمہ میں فرق واضح کیجیے۔

۲۔ انگریزی سے اردو ترجمہ میں گرامر کی اہمیت بیان کیجیے۔

۳۔ تہذیبی الفاظ کے ترجمے میں پیش آنے والی مشکلات پر روشنی ڈالیے۔

۴۔ غالب کے شعری ترجمے کی مثال سے آزاد ترجمہ کی وضاحت کیجیے۔

10.8 مشقی سوالات کے جوابات

۱۔ لفظی ترجمہ میں الفاظ کو جوں کا توں منتقل کیا جاتا ہے جبکہ مفہومی ترجمہ میں معنی کو اہمیت دی جاتی ہے۔

۲۔ انگریزی گرامر کے بغیر درست ترجمہ ممکن نہیں کیونکہ جملوں کی ترتیب مختلف ہوتی ہے۔

۳۔ تہذیبی الفاظ کے متبادل نہ ملنے کی وجہ سے وضاحت یا تشریح ضروری ہوجاتی ہے۔

۴۔ غالب کے اشعار کے ترجمے میں معنی کو برقرار رکھتے ہوئے آزاد اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو مفہومی ترجمہ کی مثال ہے۔

9.8.1 جواباتِ سرگرمی

1۔ ترجمہ کرتے وقت سب سے اہم اصول متن کی روح کو برقرار رکھنا ہے۔

2۔ اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے محاورات اور ضرب الامثال کا لفظی ترجمہ اکثر درست مفہوم ادا نہیں کرتا۔

3۔ ہندی اور اردو کے درمیان رسم الخط کا فرق ترجمہ میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

4۔ ترجمہ نگار کے لیے دونوں زبانوں کے لسانی مزاج اور ثقافتی پس منظر سے واقفیت ضروری ہے۔

5۔ اردو جملوں کی ساخت کو انگریزی میں منتقل کرتے وقت قواعدی اختلافات کا خیال رکھنا لازم ہے۔

10.9 امدادی کتب

1۔ ڈاکٹر قمر رئیس : ترجمہ کا فن اور روایت۔

2۔ ڈاکٹر خلیق انجم : فنِ ترجمہ نگاری۔

3۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام : دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات۔

4۔ ڈاکٹر مجید بیدار : دارالترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات

5۔ وحیدالدین سلیم : وضع اصطلاحات۔

6- ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ : ترجمہ نگاری: فن، روایت، اصول اور مسائل۔

سبق نمبر 11۔ نظم ونثر (اقتباسات)

ساخت

11.0 اغراض ومقاصد
11.1 تعارف
11.2 اردو نثری متن کا انگریزی ترجمہ
11.2.1 اردو شعری متن کا انگریزی ترجمہ
11.2.2 اردو نثری متن کا ہندی ترجمہ
11.2.3 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
11.3 فرہنگ
11.4 آپ نے کیا سیکھا؟
11.4.1۔ جواباتِ سرگرمی
11.5 امدادی کتب۔

11.0 اغراض ومقاصد

اس سبق کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں:

ا۔ آپ میں ترجمہ نگاری کی بنیادی صلاحیت کوفروغ دینا اور انہیں اردو سے انگریزی اور ہندی میں ترجمہ کرنے کی عملی مشق فراہم کرنا۔

۲۔ اردو زبان کے منتخب ادبی اقتباسات کے فہم کو بہتر بنانا تا کہ آپ متن کے مفہوم، اسلوب اور تہذیبی پس منظر کو سمجھ سکیں۔

۳۔ انگریزی اور ہندی زبانوں کی ساخت، محاورات اور اسلوبِ بیان سے آپ کو روشناس کرانا۔

۴۔ تقابلی لسانی مطالعہ کی عادت پیدا کرنا تا کہ آپ مختلف زبانوں میں معنوی مماثلت اور فرق کو سمجھ سکیں۔

۵۔ آپ میں ترجمہ کرتے وقت درست لفظ کے انتخاب، جملوں کی ساخت اور روانی کا شعور پیدا کرنا۔

۶۔ ادبی ترجمہ کے ساتھ ساتھ مفہومی اور معنوی ترجمہ کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔

۷۔ f•3• کی تخلیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کو بیدار کرنا تا کہ وہ خود مختار انداز میں ترجمہ کرنے کے قابل ہوسکیں۔

11.1 تعارف

ترجمہ کسی بھی زبان کی تفہیم، ترویج اور فروغ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اردو زبان چونکہ اپنے دامن میں وسیع ادبی سرمایہ رکھتی ہے، اس لیے اس کے منتخب اقتباسات کا انگریزی اور ہندی میں ترجمہ آپ کے لیے نہایت مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ اس مقصد کے تحت اردو کے معیاری اور بامعنی اقتباسات کو پہلے انگریزی اور ہندی زبانوں میں ترجمہ کر کے پیش کیا گیا ہے تا کہ آپ ان تراجم کے مطالعے کے ذریعے ترجمہ کے اصول، اسلوب اور تکنیک کو سمجھ سکیں۔

یہ طریق تدریس آپ کو محض نظری معلومات فراہم نہیں کرتا بلکہ انہیں عملی مثالوں کے ذریعے ترجمہ سیکھنے کا موقع دیتا ہے۔ ان ترجمہ شدہ اقتباسات کے مطالعے کے بعد آپ خود اردو متن کو انگریزی اور ہندی میں منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس سے ان کی لسانی صلاحیت، فکری وسعت اور اظہار کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ سرگرمی اردو، انگریزی اور ہندی تینوں زبانوں کے مابین ایک مضبوط تعلیمی ربط قائم کرتی ہے اور آپ کو کثیر لسانی مہارت حاصل کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔

11.2 ۔ نثری متن کا انگریزی میں ترجمہ

اردو اقتباس

ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک عورت کے چار بچے تھے، دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔ گرمی میں ایک دن تیسرے پہر وہ اپنے بستر پر سو رہی تھی۔ اس نے کچھ عمدہ سیب اور دوسرے پھل خریدے تھے جنہیں اس نے اپنے کمرے میں ایک اونچی الماری کے اوپر ایک ٹوکری میں رکھ دیا تھا۔ سب سے بڑے لڑکے نے ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بہت لالچی تھا۔ اس نے پھلوں کو چرا کر اکیلے ہی کھا لینے کی خواہش کی۔ وہ چپکے سے کمرے میں گھسا اور اس نے دیکھا کہ الماری اونچی ہے اور اس لئے وہ ٹوکری تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ کھڑا ہونے کے لئے ایک اسٹول لایا۔ اُس نے ٹوکری کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن گر پڑا۔ پھل بھی فرش پر بکھر گئے۔ ماں نیند سے چونک کر اٹھی اور وہ سب کچھ جان گئی۔ اس نے لڑکے کو چوری کرنے کے جرم میں دیوار کی طرف منہ کر کے اسٹول پر کھڑا کر دیا اور پھل اپنے دوسرے بچوں کو بانٹنے لگی۔

English Translation

Once a lady had four children-two sons and two daughters. On a hot day she was sleeping in her bed in the afternoon. She had bought some nice apples and other fruits which

she placed in a basket on a high shelf in her room. The eldest son had seen her doing so. He was very greedy. He desired to steal the fruits and eat them alone. He stealthily entered the room and saw that the shelf was high and as such the basket of fruits was not within his reach. He brought a stool to stand upon. He strived very much to take hold of the basket but fell down. The fruits also scattered over the floor. The mother was startled from sleep and she knew what had happened. She made the boy stand upon the stool facing the wall in the act of stealing and began to distribute the fruits among her other children.

اردو اقتباس

ایک مرتبہ ایک بارہ سینگا ایک پل پر سے دریا پار کر رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر صاف بہتے ہوئے پانی میں اپنے سائے پر پڑی اور وہ اپنی خوبصورتی کو سراہنے کے لئے کچھ دیر وہاں رک گیا۔ اُس نے اپنے آپ سے کہا میں کتنے خوبصورت سینگوں کا جوڑا رکھتا ہوں! اگر میری پتلی ٹانگیں بھی سینگوں کی طرح خوبصورت ہوتیں تو میں دنیا بھر کے جانوروں میں زیادہ خوبصورت ہوتا۔ وہ اپنی پتلی ٹانگوں پر بہت شرمندہ ہوا۔ تبھی اُس نے شیر کی دہاڑ سنی اور وہ وہاں سے ہوا ہو گیا۔ وہ بہت تیزی سے جنگل میں گھسا لیکن اس کے خوبصورت سینگ ایک درخت کی گھنی شاخوں میں اُلجھ گئے۔ جس سے وہ بری طرح پھنس گیا۔ شیر اُس کے پاس پہنچا اور اُس نے جھپٹ کر اس کی زندگی تمام کر دی۔ وہی سینگ جن پر اس کو ناز تھا وہی اس کی موت کا باعث بنے۔

English Translation

Once upon a time a stage was crossing a river by the bridge over it. Suddenly he saw his shadow in clear flowing water and stopped a while to admire his beauty. He said to himself, "What a beautiful pair of horns I have!where my thin legs are as beautiful as my horns, I should be the handsomest of all the animals in the world. "He was very ashamed of his thin legs. In the meanwhile he heard the roar of a lion and was off like the world. He, very rapidly, dashed into the forest, but his splendid horns were entangled in the thick branches of a tree. As a result he was held fast. The lion reached up to him, sprang and put his life to an end. The horns which he had admired so much had been the main cause of his death.

اردو اقتباس

فورٹ ولیم کالج ولیم کالج صرف تصنیف و تالیف یا ترجمہ کا کام نہیں انجام دیتا تھا بلکہ اس کے کئی شعبے تھے۔ مثالی تعلیم و تدریس، کتب خانہ اور پریس ر پریس وغیرہ اس کالج میں اردو کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی اور سنسکرت کی کتابیں لکھی گئیں اور ان زبانوں کی کتابوں سے اردو

میں ترجمہ کا کام بھی ہوا۔ اگر چہ فورٹ ولیم کالج کا قیام خالص سیاسی اغراض کی تکمیل کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ عمل میں آیا تھا لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے ذریعہ اردو زبان کی جو ترقی شعوری طور پر ہوئی اسے اردو زبان کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

English Translation

Fort William college used to do not only the work of writing, compiling or translating but it had many departments. For example:education and teaching, library and printing press etc. Apart from Urdu, books in Arabic, Persian, Hindi and Sanskrit were written in this college and translation work from written in this college and translation work from these language books was also done in Urdu. Though Fort Company, purely to fulfil the political purposes, but it can not be denied that through it whatever development Urdu Language in a consciously or unconsciously manner gained, history of Urdu language can never forget it.

11.2.1 شعری متن کا انگریزی ترجمہ

گو کہ وہ کھاتے پڈنگ اور کیک ہیں
پھر بھی نہایت سیدھے اور نیک ہیں
جب میں اُن سے کہتا ہوں گوی کس ڈیر
سر جھکا کے کہتے ہوے ٹھیک ہیں

ان اشعار کا ترجمہ اس طرح سے ہے:

Though he eats pudding and cake
Still he is simple and not a rake
say to him give me kiss dearWhen I
Bending his head says that you may take

کتنے شریں ہیں تیرے لب کہ رقیب گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

How sweet are your lips that rival
Not became distasteful after abused

11.2.2 اردو اقتباس کا ہندی ترجمہ

ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک عورت کے چار بچے تھے، دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔ گرمی میں ایک دن تیسرے پہر وہ اپنے بستر پر سو رہی

تھی۔اس نے کچھ عمدہ سیب اور دوسرے پھل خریدے تھے جنہیں اس نے اپنے کمرے میں ایک اونچی الماری کے اوپر ایک ٹوکری میں رکھ دیا تھا۔ سب سے بڑے لڑکے نے ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔وہ بہت لالچی تھا۔اس نے پھلوں کو چرا کرا کیلے ہی کھا لینے کی خواہش کی۔وہ چپکے سے کمرے میں گھسا اور اس نے دیکھا کہ الماری اونچی ہے اور اس لئے وہ ٹوکری تک نہیں پہنچ سکتا۔وہ کھڑا ہونے کے لئے ایک اسٹول لایا۔اُس نے ٹوکری کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن گر پڑا۔پھل بھی فرش پر بکھر گئے۔ماں نیند سے چونک کر اٹھی اور وہ سب کچھ جان گئی۔اس نے لڑکے کو چوری کرنے کے جرم میں دیوار کی طرف منہ کر کے اسٹول پر کھڑا کر دیا اور پھل اپنے دوسرے بچوں کو بانٹنے لگی۔

ہندی ترجمہ

एक बार की बात है कि एक औरत के चार बच्चे थे दो लड़के और दो लड़कियाँ। गर्मी के एक दिन तीसरे पहर वह अपने बिस्तर पर सो रही थी। उसने कुछ अच्छे सेब और दूसरे फल खरीदे थे, जिन्हें उसने अपने कमरे में एक ऊँची अलमारी के ऊपर एक टोकरी में रख दिया था। सबसे बड़े लड़के ने उसे ऐसा करते हुए देख लिया था। वह बहुत लालची था। उसने फलों को चुरा कर अकेले ही खा लेने की इच्छा की।

वह चुपके से कमरे में घुसा और उसने देखा कि अलमारी बहुत ऊँची है, इसलिए वह टोकरी तक नहीं पहुँच सकता। खड़े होने के लिए वह एक स्टूल ले आया। उसने टोकरी पकड़ने की कोशिश की, लेकिन वह गिर पड़ा। फल भी फर्श पर बिखर गए। माँ नींद से चौंक कर उठी और वह सब कुछ समझ गई। उसने लड़के को चोरी करने के अपराध में दीवार की तरफ मुँह करके स्टूल पर खड़ा कर दिया और फल अपने दूसरे बच्चों में बाँटने लगी।

اردو اقتباس

ایک مرتبہ ایک بارہ سینگا ایک پل پر سے دریا پار کر رہا تھا۔اچانک اس کی نظر صاف بہتے ہوئے پانی میں اپنے سائے پر پڑی اور وہ اپنی خوبصورتی کو سراہنے کے لئے کچھ دیر وہاں رک گیا۔اُس نے اپنے آپ سے کہا میں کتنے خوبصورت سینگوں کا جوڑا رکھتا ہوں! اگر میری پتلی ٹانگیں بھی سینگوں کی طرح خوبصورت ہوتیں تو میں دنیا بھر کے جانوروں میں زیادہ خوبصورت ہوتا۔وہ اپنی پتلی ٹانگوں پر بہت شرمندہ ہوا۔تبھی اُس نے شیر کی دہاڑ سنی اور وہ وہاں سے ہوا ہو گیا۔وہ بہت تیزی سے جنگل میں گھسا لیکن اس کے خوبصورت سینگ ایک درخت کی گھنی شاخوں میں اُلجھ گئے۔جس سے وہ بری طرح پھنس گیا۔شیر اُس کے پاس پہنچا اور اُس نے جھپٹ کر اس کی زندگی تمام کر دی۔وہی سینگ جن پر اس کو ناز تھا وہی اس کی موت کا باعث بنے۔

ہندی ترجمہ

एक बार एक बारहसिंगा एक पुल से होकर नदी पार कर रहा था। अचानक उसकी नजर साफ बहते हुए पानी में अपने साये पर पड़ी और वह अपनी सुंदरता की प्रशंसा करने के लिए कुछ देर वहाँ रुक गया। उसने अपने आप से कहा, ''मेरे पास कितने सुंदर सींगों का जोड़ा है! अगर मेरी पतली टाँगें भी सींगों की

तरह सुंदर होतीं, तो मैं दुनिया के सभी जानवरों में सबसे सुंदर होता।"

वह अपनी पतली टाँगों पर बहुत शर्मिंदा हुआ। तभी उसने शेर की दहाड़ सुनी और वह वहाँ से तुरंत भाग खड़ा हुआ। वह बहुत तेजी से जंगल में घुसा, लेकिन उसके सुंदर सींग एक पेड़ की घनी शाखाओं में उलझ गए, जिससे वह बुरी तरह फँस गया। शेर उसके पास पहुँच गया और झपट्टा मारकर उसकी जीवन-लीला समाप्त कर दी। वही सींग, जिन पर उसे नाज था, वही उसकी मौत का कारण बन गए।

11.2.3. سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

انگریزی جملوں کا اردو اور اردو جملوں کا انگریزی میں ترجمہ کریں

1.Translation requires a deep understanding of both languages.

2.Literal translation often distorts the original meaning.

3.Cultural differences create challenges in translation.

4۔ ترجمہ ایک فن بھی ہے اور علم بھی

5۔ اچھی زبان دانی ترجمے کو مؤثر بناتی ہے

11.3 فرہنگ

۱۔	چونکنا	:	اچانک بیدار ہو جانا
۲۔	دہاڑ	:	شیر کی زوردار آواز
۳۔	سایہ	:	عکس
۴۔	سراہنا	:	تعریف کرنا
۵۔	اُلجھ جانا	:	پھنس جانا
۶۔	تصنیف	:	کتاب لکھنے کا عمل
۷۔	ترجمہ	:	ایک زبان سے دوسری زبان میں معنی منتقل کرنا
۸۔	بارہ سینگا	:	ہرن کی ایک قسم جس کے بارہ سینگ ہوتے ہیں
۹۔	تالیف	:	مختلف مواد کو ترتیب دے کر کتاب بنانا
۱۰۔	قیام	:	بنیاد رکھنا، وجود میں آنا

۱۱۔ شعوری طور پر : جان بوجھ کر، باقاعدہ ارادے کے ساتھ

۱۲۔ فراموش : بھلا دینا، یاد نہ رکھنا۔

11.4 آپ نے کیا سیکھا؟

۱۔ اس سبق سے آپ میں اردو زبان کے اقتباسات کو گہرائی سے سمجھنے اور اصولوں کے مطابق دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا ہنر سیکھا۔

۲۔ اردو سے انگریزی اور ہندی میں ترجمہ کرنے کے بنیادی اصولوں اور عملی تقاضوں سے واقفیت حاصل کی۔

۳۔ آپ نے یہ سیکھا کہ لفظی ترجمہ اور مفہومی ترجمہ میں کیا فرق ہوتا ہے اور کہاں کون سا طریقہ مناسب رہتا ہے۔

۴۔ انگریزی اور ہندی زبانوں کی نحوی ساخت، جملوں کی ترتیب اور محاوراتی اظہار کا شعور پیدا ہوا۔

۵۔ آپ میں مناسب الفاظ کے انتخاب اور جملوں کی روانی برقرار رکھنے کی مہارت پیدا ہوئی۔

۶۔ مختلف زبانوں کے مابین ثقافتی اور لسانی فرق کو سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوا۔

۷۔ آپ نے تقابلی مطالعہ کے ذریعے یہ جانا کہ ایک ہی خیال مختلف زبانوں میں کس طرح مختلف اسلوب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

۸۔ ترجمہ کے دوران معنی، مزاج اور اسلوب کی حفاظت کی اہمیت سے آگاہی حاصل ہوئی۔

۹۔ آپ میں خود اعتمادی پیدا ہوئی اور وہ آزادانہ طور پر ترجمہ کرنے کے قابل ہوئے۔

۱۰۔ مجموعی طور پر آپ کی لسانی، فکری اور تخلیقی صلاحیتوں میں نمایاں بہتری آئی۔

11.4.1۔ جواباتِ سرگرمی

1-ترجمہ کے لیے دونوں زبانوں کی گہری سمجھ ضروری ہے۔

2-لفظی ترجمہ اکثر اصل مفہوم کو بگاڑ دیتا ہے۔

3-ثقافتی اختلافات ترجمہ میں مشکلات پیدا کرتے ہیں

4-Translation is both an art and a science.

5-Good command of language makes translation effective.

11.5 امدادی کتب

1۔ ڈاکٹر قمر رئیس : ترجمہ کا فن اور روایت۔
2۔ ڈاکٹر خلیق انجم : فنِ ترجمہ نگاری۔
3۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام : دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات۔
4۔ ڈاکٹر مجید بیدار : دارالترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات
5۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی : ترجمہ روایت اور فن۔
6۔ وحیدالدین سلیم : وضع اصطلاحات۔
7۔ ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ : ترجمہ نگاری۔فن، روایت، اصول و مسائل

سبق نمبر۱۲۔ اردو کے نثری اور منظوم ترجمے میں فرق

ساخت

12.0 اغراض ومقاصد
12.1 تعارف
12.2 ہندی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ
2.2.3 1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
12.3 عمومی جائزہ
12.4 آپ نے کیا سیکھا
12.5 فرہنگ
12.6 خود جانچ سوالات
12.7 مشقی سوالات
12.8 مشقی سوالات کے جوابات
12.8.1 جواباتِ سرگرمی
12.9 امدادی کتب

12.0 اغراض ومقاصد

اس سبق کے انتخاب کا بنیادی مقصد آپ کو ترجمے کی اہمیت سے آگاہ کرنا ہے۔اس کے ذریعے زبانوں کے درمیان فکری اور ادبی ربط کو سمجھنا مقصود ہے۔اردو زبان میں ترجمے کے مختلف اسالیب کو واضح کرنا بھی اس کا اہم ہدف ہے۔نثری اور منظوم ترجمے کے بنیادی فرق کو نمایاں کرنا اس مضمون کا حصہ ہے۔آپ میں ادبی ذوق کی نشوونما بھی اس کا مقصد ہے۔ترجمے کے فنی تقاضوں کو سمجھانا بھی ضروری ہے۔اس سے زبان

کی وسعت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ ترجمے کے ذریعے تہذیبی تبادلے کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ مختلف ادبی اصناف کی تفہیم آسان بنتی ہے۔ اس موضوع سے تنقیدی صلاحیت بھی فروغ پاتی ہے۔

12.1 تعارف

ترجمہ انسانی تہذیب کی قدیم ترین علمی سرگرمیوں میں سے ایک ہے۔ جب انسان نے مختلف زبانوں میں اظہار کرنا سیکھا تو خیالات کے تبادلے کے لیے ترجمے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اردو زبان نے بھی ترجمے کے ذریعے بے شمار علوم وفنون کو اپنے دامن میں سمویا۔ عربی، فارسی، انگریزی اور دیگر زبانوں سے اردو میں ترجمے ہوئے۔ ترجمہ محض الفاظ کی منتقلی نہیں بلکہ مفہوم، اسلوب اور روح کی منتقلی کا نام ہے۔ اردو ادب میں ترجمے نے فکری وسعت پیدا کی۔ اس کے ذریعے عالمی ادب سے تعارف ممکن ہوا۔ ترجمے نے زبان کو وسعت اور گہرائی بخشی۔ نثری اور منظوم ترجمہ اردو ترجمہ نگاری کی دو اہم صورتیں ہیں۔ دونوں کے اپنے اصول اور تقاضے ہیں۔ ان کے فرق کو سمجھنا ادبی مطالعے کے لیے ضروری ہے۔ ترجمہ نگار کو زبان پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی اصل متن کی روح سے واقفیت بھی لازمی ہے۔ اردو ترجمے نے قومی ادب کو مالا مال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمے کا فن ہمیشہ اہم رہا ہے۔ ترجمہ تہذیبی ہم آہنگی کا ذریعہ ہے۔ اردو ادب میں اس کی روایت مضبوط ہے۔ نثری اور منظوم ترجمے کی بحث اسی تناظر میں اہمیت رکھتی ہے۔

12.2 اردو کے نثری اور منظوم ترجمے میں فرق

نثری اور منظوم ترجمہ اردو ادب میں ترجمے کی دو نمایاں صورتیں ہیں جو اپنی ساخت، اسلوب اور مقصد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ نثری ترجمہ عام طور پر سادہ اور واضح اسلوب میں کیا جاتا ہے جس میں اصل متن کے مفہوم کو براہ راست منتقل کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ اس میں الفاظ کے انتخاب میں سہولت ہوتی ہے اور مترجم کو اظہار میں آزادی حاصل رہتی ہے۔ نثری ترجمے کا بنیادی مقصد مفہوم کی درست اور مکمل ترسیل ہوتا ہے۔ اس میں روانی، سلاست اور وضاحت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ علمی، سائنسی، فلسفیانہ اور تاریخی متون زیادہ تر نثری ترجمے کے ذریعے منتقل کیے جاتے ہیں۔

اس کے برعکس منظوم ترجمہ ایک مشکل اور نازک فن ہے۔ اس میں مترجم کو نہ صرف مفہوم بلکہ وزن، قافیہ، بحر اور شعری حسن کو بھی برقرار رکھنا پڑتا ہے۔ منظوم ترجمے میں اصل نظم کے آہنگ اور موسیقیت کو محفوظ رکھنا ایک بڑا چیلنج ہوتا ہے۔ یہاں لفظی ترجمے کے بجائے معنوی ترجمہ زیادہ اہم ہوتا ہے۔ مترجم کو شاعر بھی ہونا چاہیے تاکہ وہ شعری تقاضوں کو نبھا سکے۔ منظوم ترجمے میں بعض اوقات مفہوم میں معمولی تبدیلی بھی ناگزیر ہو جاتی ہے تاکہ وزن اور قافیہ برقرار رہے۔

نثری ترجمہ قاری کے لیے فہم میں آسان ہوتا ہے جب کہ منظوم ترجمہ جمالیاتی لطف فراہم کرتا ہے۔ نثری ترجمے میں اصل متن سے

وفاداری نسبتاً زیادہ ہوتی ہے جب کہ منظوم ترجمے میں تخلیقی تصرف کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ دونوں اسالیب اپنی جگہ اہم ہیں اور ادب کو مختلف انداز میں ثروت مند بناتے ہیں۔ نثری ترجمہ علم کی ترسیل کا ذریعہ ہے جبکہ منظوم ترجمہ حسنِ بیان کا مظہر ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ نثری ترجمہ عقل سے مخاطب ہوتا ہے اور منظوم ترجمہ دل سے۔ منظوم اور نثری ترجمے دونوں ہی ترجمے کے بنیادی اسالیب ہیں مگر ان کی نوعیت، مقصد اور فنی تقاضے بالکل مختلف ہیں۔ عام طور پر ترجمہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے ایک زبان کے متن کے معنی و مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے، لیکن نثری اور منظوم ترجمہ میں یہ منتقلی مختلف انداز میں ہوتی ہے۔ نثری ترجمہ میں مترجم کا اہم کام اصل متن کے مفہوم اور خیال کو مقصد کے عین مطابق سمجھنا اور اسے دوسری زبان میں واضح، سادہ اور قابلِ فہم انداز میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ نثری ترجمہ عام طور پر وہ صورت اختیار کرتا ہے جس میں زبان کی قدرتی روانی اور گرامر کی پابندی کی جاتی ہے تاکہ پڑھنے والا اصل بات آسانی سے سمجھ سکے۔ یہ اسلوب علمی، ادبی، تحقیقی یا سائنسی متون میں زیادہ کارآمد ہوتا ہے کیونکہ یہاں وضاحت، ترتیب اور اصل خیال کی درست ترسیل اولین ترجیح ہوتی ہے۔

اس کے برعکس منظوم ترجمہ میں مترجم کا چیلنج بہت مختلف ہوتا ہے۔ منظوم ترجمہ بنیادی طور پر شاعری یا نظم کے ترجمے کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں مترجم کو نہ صرف معنی بلکہ شاعری کے جمالیاتی عناصر — جیسے وزن، قافیہ، بحر، ردیف اور موسیقی — کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ شعری متن کا ترجمہ کرتے وقت ایک شاعر مترجم کو اصل نظم کی آہنگ اور جذباتی رنگ کو بھی اسی فنی سطح پر پہنچانا ہوتا ہے تاکہ قاری کو وہی احساس اور تاثرات منتقل ہوں جو اصل میں ہیں۔ بعض اوقات وزن اور قافیے کی پابندی کے باعث مترجم کو معنی میں معمولی تبدیلیاں بھی کرنا پڑتی ہیں تاکہ نظم کا حسن برقرار رہے۔

لہٰذا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ نثری ترجمہ میں مفہوم کی درست اور صاف منتقلی اولین مقصد ہے جبکہ منظوم ترجمہ میں ساتھ ساتھ شاہکاری و شعری حسن کو بھی منتقل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ نثری ترجمہ زیادہ سادہ، براہِ راست اور فہم میں آسان ہوتا ہے، جب کہ منظوم ترجمہ زیادہ فنی، تخلیقی اور شاعرانہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نثری ترجمہ عام علمی اور ادبی متون کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے جبکہ منظوم ترجمہ شعری ادب، نظمیں، رباعیات اور مثنویات جیسے ادب میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے، اور اس میں اصل نظم کی روح، آہنگ اور موسیقی برقرار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

2.2.3 1 سرگرمی (آؤ! اپنی معلومات کو جانچیں)

(خالی جگہوں کو پر کیجیے)

1- نثری ترجمہ میں اصل متن کے ___________ کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جب کہ منظوم ترجمہ میں ___________ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

2- منظوم ترجمہ میں بحر، وزن اور ___________ کی پابندی ضروری ہوتی ہے، جبکہ نثری ترجمہ ان پابندیوں سے ___________ ہوتا ہے۔

3- نثری ترجمہ عام طور پر سادہ اور ____________ زبان میں کیا جاتا ہے، جب کہ منظوم ترجمہ میں ادبی ____________ نمایاں ہوتا ہے۔

4- اگر کسی نظم کو نثر کی صورت میں منتقل کیا جائے تو اسے ____________ ترجمہ کہتے ہیں، اور اگر نثر کو شعر میں ڈھالا جائے تو اسے ____________ ترجمہ کہا جاتا ہے۔

5- نثری ترجمہ میں خیال کی وضاحت اور ____________ کو ترجیح دی جاتی ہے، جبکہ منظوم ترجمہ میں جذبات اور ____________ کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

12.3 عمومی جائزہ

اردو ادب میں ترجمے کی روایت نہایت مضبوط اور وسیع ہے۔ نثری اور منظوم دونوں ترجموں نے اردو زبان کو فکری اور جمالیاتی سطح پر بلند کیا ہے۔ نثری ترجمے نے علمی سرمایہ فراہم کیا جس سے تعلیمی اور تحقیقی میدان کو فائدہ پہنچا۔ منظوم ترجمے نے اردو شاعری کو نئے موضوعات اور اسالیب سے روشناس کرایا۔ دونوں کے تقاضے مختلف ہونے کے باوجود مقصد ایک ہی ہے یعنی خیالات کی ترسیل۔ نثری ترجمہ سادگی اور وضاحت کا حامل ہے۔ منظوم ترجمہ لطافت اور حسن کا آئینہ دار ہے۔ مترجم کی مہارت دونوں میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو زبان نے ترجمے کے ذریعے عالمی ادب کو اپنایا۔ اس سے قاری کی ذہنی وسعت میں اضافہ ہوا۔ ترجمے نے ثقافتی فاصلے کم کیے۔ نثری ترجمہ عام قاری کے لیے مفید ہے۔ منظوم ترجمہ ادب کے ذوق رکھنے والوں کے لیے کشش رکھتا ہے۔ دونوں نے اردو ادب کی ترقی میں کردار ادا کیا۔ ترجمہ نگاری ایک ذمہ دارانہ فن ہے۔ اس میں دیانت اور مہارت ضروری ہے۔ اردو ترجمے نے نئی نسل کو علم سے جوڑا۔ یوں ترجمہ ادب کا لازمی جزو بن گیا۔ نثری اور منظوم ترجمہ مل کر اردو ادب کو مکمل بناتے ہیں۔ ان کا تقابلی مطالعہ ادبی شعور کو بڑھاتا ہے۔

12.4 آپ نے کیا سیکھا؟

اس سبق کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوئی کہ ترجمہ ایک فنی اور تخلیقی عمل ہے۔ نثری اور منظوم ترجمے کے الگ الگ اصول ہوتے ہیں۔ نثری ترجمہ مفہوم کی وضاحت پر زور دیتا ہے۔ منظوم ترجمہ شعری حسن کو برقرار رکھتا ہے۔ دونوں کے فوائد اور حدود ہیں۔ مترجم کی مہارت بہت اہم ہے۔ اردو ادب میں ترجمے کی روایت مضبوط ہے۔ ترجمہ علم اور ادب کو قریب لاتا ہے۔ زبان کی وسعت میں اضافہ کرتا ہے۔ ادبی ذوق کی تربیت کرتا ہے۔ ترجمے کے بغیر ادبی ترقی ممکن نہیں۔

12.5 فرہنگ

۱۔	فکری وسعت	:	سوچ کی کشادگی
۲۔	ترسیل	:	پہنچانا
۳۔	اسلوب	:	اندازِ بیان،طریقہ اظہار
۴۔	مفہوم	:	معنی
۵۔	سلاست	:	روانی
۶۔	جمالیاتی	:	حسن،حسن سے متعلق
۷۔	موسیقیت	:	نغمگی
۸۔	تخلیقی تصرف	:	تخلیقی تبدیلی
۹۔	آہنگ	:	لہجہ
۱۰۔	دیانت	:	ایمانداری
۱۱۔	ثروت مند	:	مالامال
۱۲۔	لطافت	:	نرمی اور حسن
۱۳۔	مہارت	:	قابلیت
۱۴۔	تہذیبی	:	تمدنی
۱۵۔	وسعت	:	پھیلاؤ
۱۶۔	عبور	:	مکمل گرفت
۱۷۔	تصوری	:	خیالی
۱۸۔	تقابلی	:	موازنہ،موازنہ پرمبنی

12.6 خود جانچ سوالات

1۔ ترجمہ کسے کہتے ہیں؟

2۔ نثری ترجمے کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں؟

3۔ منظوم ترجمہ کن مشکلات کا حامل ہوتا ہے؟

4۔ اردو ادب میں ترجمے کی کیا اہمیت ہے؟

5۔ نثری اور منظوم ترجمے میں بنیادی فرق کیا ہے؟

12.7 مشقی سوالات

1۔ نثری ترجمے کی اہمیت بیان کریں۔

2۔ منظوم ترجمے کے فنی تقاضوں پر روشنی ڈالیں۔

3۔ اردو ادب میں ترجمے کے کردار پر مضمون لکھیں۔

4۔ نثری اور منظوم ترجمے کا تقابلی جائزہ پیش کریں۔

12.8 مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: نثری ترجمے کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: نثری ترجمہ علم کی ترسیل کا اہم ذریعہ ہے۔اس کے ذریعے سائنسی، تاریخی اور فلسفیانہ متون اردو میں منتقل ہوئے۔نثری ترجمہ سادہ اور واضح ہوتا ہے۔اس میں مفہوم کی درستگی کو ترجیح دی جاتی ہے۔قاری کے لیے اسے سمجھنا آسان ہوتا ہے۔نثری ترجمہ تعلیمی میدان میں بہت مفید ہے۔اس سے زبان کی ترقی ہوتی ہے۔اردو ادب میں اس کی اہمیت مسلم ہے۔یہ فکری وسعت کا سبب بنتا ہے۔نثری ترجمہ ادب کی بنیاد مضبوط کرتا ہے۔

سوال 2: منظوم ترجمے کے فنی تقاضوں پر روشنی ڈالیں۔

جواب: منظوم ترجمہ ایک مشکل فن ہے۔اس میں وزن اور قافیہ کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔مترجم کو شاعر ہونا چاہیے۔مفہوم کے ساتھ شعری حسن بھی ضروری ہے۔آہنگ برقرار رکھنا چیلنج ہوتا ہے۔کبھی الفاظ میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔منظوم ترجمہ جمالیاتی لطف فراہم کرتا ہے۔یہ ادب کو حسن بخشتا ہے۔اردو شاعری میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔منظوم ترجمہ تخلیقی صلاحیت کا امتحان ہے۔

سوال 3: اردو ادب میں ترجمے کے کردار پر مضمون لکھیں۔

جواب: اردو ادب میں ترجمے نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔اس کے ذریعے عالمی ادب سے تعارف ہوا۔مختلف علوم اردو میں منتقل ہوئے۔ترجمے نے فکری وسعت پیدا کی۔نئی اصناف متعارف ہوئیں۔زبان میں نیا ذخیرہ شامل ہوا۔اردو ادب کو عالمی سطح پر پہچان ملی۔ترجمے نے تہذیبی ہم آہنگی کو فروغ دیا۔قاری کا ذوق بلند ہوا۔اردو ادب کی ترقی میں ترجمہ ناگزیر رہا ہے۔

سوال4: نثری اور منظوم ترجمے کا تقابلی جائزہ پیش کریں۔

جواب: نثری اور منظوم ترجمہ دونوں اہم ہیں۔ نثری ترجمہ مفہوم کی وضاحت کرتا ہے۔ منظوم ترجمہ شعری حسن کو نمایاں کرتا ہے۔ نثری ترجمہ آسان فہم ہوتا ہے۔ منظوم ترجمہ مشکل مگر دلکش ہوتا ہے۔ دونوں کے تقاضے مختلف ہیں۔ نثری ترجمہ علمی ہے۔ منظوم ترجمہ ادبی ہے۔ دونوں ادب کو مکمل بناتے ہیں۔ اردو ادب میں دونوں کی ضرورت ہے۔ ان کا تقابلی مطالعہ ادبی شعور بڑھاتا ہے۔

12.8.1۔ جواباتِ سرگرمی

1- نثری ترجمہ میں اصل متن کے مفہوم/معنی کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جب کہ منظوم ترجمہ میں آہنگ/اسلوب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

2- منظوم ترجمہ میں بحر، وزن اور قافیہ کی پابندی ضروری ہوتی ہے، جبکہ نثری ترجمہ ان پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔

3- نثری ترجمہ عام طور پر سادہ اور واضح زبان میں کیا جاتا ہے، جب کہ منظوم ترجمہ میں ادبی حسن/ چاشنی نمایاں ہوتا ہے۔

4- اگر کسی نظم کو نثر کی صورت میں منتقل کیا جائے تو اسے نثری ترجمہ کہتے ہیں، اور اگر نثر کو شعر میں ڈھالا جائے تو اسے منظوم ترجمہ کہا جاتا ہے۔

5- ثری ترجمہ میں خیال کی وضاحت اور سادگی کو ترجیح دی جاتی ہے، جبکہ منظوم ترجمہ میں جذبات اور موسیقیت/ترنم کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

12.9 امدادی کتب

1۔ ڈاکٹر قمر رئیس : ترجمہ کا فن اور روایت۔

2۔ ڈاکٹر خلیق انجم : فن ترجمہ نگاری۔

3۔ ڈاکٹر مجیب الاسلام : دارالترجمہ عثمانیہ کی علمی و ادبی خدمات۔

4۔ ڈاکٹر مجید بیدار : دارالترجمہ عثمانیہ کی ادبی خدمات

5۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی : ترجمہ روایت اور فن۔

6۔ وحید الدین سلیم : وضع اصطلاحات۔

7۔ ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ : ترجمہ نگاری: فن، روایت، اصول اور مسائل۔

سبق نمبر۱۳۔اردو میں ادبی ترجمے کی روایت

ساخت

13.0 اغراض ومقاصد
13.1 تعارف
13.2 اُردو میں ادبی ترجمے کی روایت
13.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
13.3 عمومی جائزہ
13.4 ہم نے کیا سیکھا
13.5 فرہنگ
13.6 خود جانچ سوالات
13.7 مشقی سوالات
13.8 مشقی سوالات کے جوابات
13.8.1 جواباتِ سرگرمی
13.9 امدادی کتب

13.0 مقاصد

اس سبق میں اُردو میں ادبی ترجمے کی روایت پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ترجمہ نگاری کی تعریف و معنی ومفہوم پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ترجمے کے ابتدائی نمونوں کے خدوخال کو متعین کرتے ہوئے اس کے آغاز وارتقا کا مفصل جائزہ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔اردو میں ادبی ترجمے کی روایت کب اور کس ماحول وعہد میں ہوئی اور کن ارتقائی منازل سے گزرتی ہوئی عصر حاضر تک پہنچی اس پورے منظرنامے پر بحث کی گئی

ہے۔ترجمے سے اردو ادب کو کیا فروغ پہنچا اور کن زبانوں کے معیاری ادب کا اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے اس پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اردو کے نامور متراجم کے ادبی کارناموں پر بھی بحث کی گئی ہے۔ان مذکورہ باتوں کو اُجاگر کرنا ہی اس سبق کا مقصد ہے۔

13.1 تعارف

اُردو میں باقاعدہ ترجمے کی روایت دو ڈھائی سو برس پرانی ہے۔اس کا آغاز قرآن شریف کے ترجمے اور بزرگوں کے اقوال و ہدایات سے ہوا تھا۔مدرسہ غازی الدین (قیام:۱۷۹۲ء) جو بعد میں ترقی کر کے اورینٹل کالج دہلی بنا جس میں علمی اور تعلیمی سرگرمیوں کے تحت ترجمے کرائے گئے۔یہاں شعبہ مشرقیہ میں سنسکرت،عربی و فارسی کے علاوہ سماجی علوم اور جدید مغربی سائنس کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔فورٹ ولیم کالج کلکتہ (قیام:۱۸۰۰ء) میں اردو زبان و ادب اور اس کے علمی و تعلیمی میدان میں ترجمے کے ذریعے ہی ایک انقلاب آیا۔سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ کے مقاصد میں اردو زبان کو فروغ دینا،اردو میں جدید علوم پر تصنیف و تالیف کا کام کرنا،دنیا کی اہم کتابوں کے اردو میں ترجمے کرنا تحقیق کے سائنٹفک اصولوں کی مدد سے اردو کے کلاسیکی سرمائے کو ترتیب دینا وغیرہ اہم شاغل شامل تھے۔یہاں ایک بڑا نام جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن) کا آتا ہے جہاں دارالترجمہ عثمانیہ کا قیام ۱۹۱۷ء میں عمل میں آیا۔جامعہ عثمانیہ میں قدیم و جدید،مشرقی مغربی علوم وفنون کی تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔اس مقصد کے پیش نظر دارالترجمہ میں نصاب کی تیاری کے لئے تصنیف و تالیف کا کام شروع ہوا۔انجمن پنجاب اور اورینٹل کالج لاہور نے بھی متعدد علمی،ادبی اور سائنسی کتابوں کا ترجمہ کر کے انہیں شائع کیا ہے۔ہندوستان کی مرکزی حکومت کے زیرنگرانی اردو کی ترقی اور بقا کے لئے ترقی اردو بیورو قائم ہوا (قیام:۱۹۷۱ء) جو آج قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے نام سے جانا جاتا ہے یہاں تعلیم،ادب،سائنس اور دوسرے جدید علوم کی کتابوں کی تیاری اور ان کی اشاعت کے علاوہ ترجمے کا کام بھی ہوتا ہے۔

13.2 اُردو میں ادبی ترجمے کی روایت

ترجمہ کیا ہے؟ یا اس کے تعریف کن الفاظ میں کی جاسکتی ہے؟ یقیناً یہ ایک اہم سنجیدہ اور دل چسپ سوال ہے اور اس کی حیثیت بھی بنیادی نوعیت کی قرار دی جاسکتی ہے لیکن بانظر غائر دیکھا اور پرکھا جائے تو یہ کوئی ایسا سادہ اور ہلکا سوال نہیں ہے کہ اس کا جواب چند فقروں میں دے کر کسی کو مطمئن کر دیا جائے۔یاد رہے کہ یہ فن کسی بھی دوسرے تخلیقی کام سے زیادہ مشکل اور پیچیدہ ہے کیوں کہ ایک خیال کو تخلیق کا جامہ پہنانے والا شاید اتنا زیادہ نہیں سوچتا،جتنا کہ کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں اس تخلیق کو منتقل کرنے والا سوچتا ہے۔تخلیق تو ایک طرح سے جبری اور فطری تقاضے کا نتیجہ ہوتی ہے۔جیسا کہ مرزا غالب نے کہا ہے:

شعر خود کردہ تقاضائے کہ گردد فن ما

اور شاید اسی لئے ڈاکٹر جمیل جالبی کو فن ترجمہ کے ادق ہونے کا یقین ہے، لکھتے ہیں:

"ترجمے کا کام یقیناً ایک مشکل کام ہے اس میں مترجم، مصنف کی شخصیت، فکر و اسلوب سے بندھا ہوتا ہے۔ایک طرف اس زبان کا کلچر، جس کا ترجمہ کیا جارہا ہے، اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور دوسری طرف اس زبان کا کلچر، جس میں ترجمہ کیا جارہا ہے، یہ دوئی خود مترجم کی شخصیت کو توڑ دیتی ہے۔"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ ایسا جان جوکھوں والا کام ہے تو پھر اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہی کیا ہے، دراصل یہ کام انسان کی تہذیبی، سماجی، ثقافتی، لسانی، فکری حتیٰ کہ مذہبی ترقی و ضرورت ہے۔صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی انسان کسی دوسرے کو اپنا مدعا اپنے دل کا حال اور مافی الضمیر بیان نہیں کر پائے گا تو وہ کیسے اگلا قدم اٹھانے میں کامیاب ہوگا؟ یقیناً شروع میں ایک دوسرے کی زبان سے نا آشنا لوگ، اشاروں کی زبان میں ایک دوسرے سے ہم کلام ہوتے ہوں گے اور اس دوران ممکن ہے کچھ مخصوص اقسام کی آواز میں بھی وضع کر لی ہوں گی، جن کی مدد سے وہ سماجی رشتے قائم کرنے میں کامیاب رہے ہوں گے۔لیکن کیا وہ پوری طرح سے اپنے مطالب اور مفاہیم کا سلسلہ قائم کر پائے ہوں گے؟ یقیناً ایسا نہیں ہو ہوگا۔ چوں کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ادھوری بات سے کبھی بھی مطمئن نہیں ہوتا، اس لئے اس نے پوری بات سننے اور پہنچانے کے لئے اس زبان کو بھنے کا فیصلہ کیا ہوگا اور جب زبان سیکھ لی ہوگی تو پھر یہ بھی سوچا ہوگا کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا جانا چاہیئے، تاکہ ان کو ایسی دشواری اور الجھن پیش نہ آئے، جیسے کہ کبھی انہیں پیش آئی تھی۔بس اسی سوچ نے پھر ترجمہ نگاری کی روایت ڈالی۔ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

ترجمہ نگاری ایسا دریچہ ہے جس سے دوسری قوموں کی احوال ہم پر کھلتے ہیں تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایران کے فرماں روا، بغداد کے عباسی خلفاء اور مصر کے فاطمی خلفا علم و ادب کے رسیا تھے اور انہوں نے نہ صرف دنیا کے نام ورشہ پاروں کو عربی زبان میں ترجمہ کروایا بل کہ اپنے زیر قبضہ علاقوں میں کتب خانے قائم کر کے منفرد اور قابل تقلید مثالیں بھی قائم کیں۔بغداد کے بیت الحکمت اور مصر کے بیت الحکم جیسے کتب خانے، اپنی مثال آپ تھے۔یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اردو زبان میں ترجمہ نگاری کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود اردو زبان، برصغیر پاک و ہند میں ترجمہ نگاری کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ روایت تقریباً پندرہویں صدی کے نصف آخر میں اپنی ابتدائی شکل میں نظر آتی ہے۔ اسی لئے یہ مانا جاتا ہے کہ یہی دور اردو زبان کے آغاز اور ارتقا دونوں لحاظ سے بہت اہم ہے۔یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بعض اوقات مترجم کو شارح بنا پڑتا ہے (حالاں کہ ترجمہ اور تشریح دو الگ الگ راستے ہیں) لیکن ایسا عموماً شاعری کے میدان میں ہوتا ہے، کیوں کہ شاعری میں تمثیل تخیل، علامت تلمیح، استعارے اور تشبیہ کو ہو بہو نقل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، پروفیسر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں:

"علمی ادبی اور فنی مواد کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا خاصا دشوار کام ہے، یہ کام وہی شخص صحیح طور پر کر سکتا ہے جو متعلقہ علم، صنف ادب یا فن کا ماہر ہونے کے علاوہ دونوں زبانوں پر مکمل طور پر قادر ہو۔ایک عام رائے یہ بھی ہے کہ سولہویں اور خصوصاً سترہویں صدی کا

زمانہ جنوبی ہند میں عہد زریں کہلانے کا مستحق ہے۔اس زمانے میں ترجمہ نگاری اور اردو زبان دونوں حوالے سے ایسے ایسے شاہ کار تخلیق ہوئے کہ جن کی اہمیت آج بھی مسلمہ ہے۔اس دور میں تمام تراجم مشرقی زبانوں سے کیے گئے جن میں فارسی، عربی سنسکرت اور برج بھاشا وغیرہ شامل ہیں۔مغلوں کے عہد میں سرکاری اور مقامی ضرورتوں کی وجہ سے مختلف زبانوں سے فارسی میں اور فارسی سے ان زبانوں میں لازمی طور پر تراجم ہوتے ہوں گے لیکن مغل بادشاہوں نے ہندوستانی ادب کی طرف بھی خاص طور سے توجہ کی۔اکبر کے دور میں ایسے ہندوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جو فارسی سے بخوبی واقف تھے۔کہا جاتا ہے کہ اکبر کو سنسکرت سے خاص لگاؤ تھا۔اس لئے سنسکرت سے شاعری، فلسفہ، ریاضی اور الجبرا وغیرہ کی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کروایا۔اکبر ہی کے عہد میں کئی علماء نے مل کر مہابھارت کا فارسی ترجمہ کرنا شروع کیا جو ۱۹۵۱ء میں مکمل ہوا۔لیلاوتی، نل و من، تاجک اور بری ہنس وغیرہ کے تراجم تیار ہوئے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ ان ترجموں کی تیاری میں برہمن اور مسلمان عالم دونوں برابر کے شریک تھے۔ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

"ترجمے کا کام صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں تھا، دوسری ہجری کے وسط میں ہندوستان سے باہر کے مسلمانوں کے ہندوستان سے علمی تعلقات قائم ہو چکے تھے۔۷۷ء میں سندھ سے ایک وفد خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں گیا تھا۔اس وفد میں ایک ایسے پنڈت بھی شامل تھے جو ہیئت اور ریاضیات کے ماہر تھے۔یہ پنڈت اپنے ساتھ ہیئت کی مشہور کتاب ''سندھانت'' لے گیا تھا۔خلیفہ کو جب اس کتاب کے مندرجات کا علم ہوا تو اس نے اپنے دربار کے ایک ریاضی دان ابراہیم فرازی کو حکم دیا کہ وہ اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کرے جو پنڈت اپنے ساتھ یہ کتاب لے کر بغداد گیا تھا اسے علم ہیئت میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے بہت عزت حاصل ہوئی۔بغداد کے دو عالم اور ماہر ہیئت ابراہیم فرازی اور یعقوب بن طارق پنڈت کے شاگرد ہو گئے، ان دونوں شاگروں نے اپنے اپنے طریقے سے سدھانت کے بنیادی اصولوں کو عربی میں منتقل کیا۔ہیئت کے علاوہ ریاضی اور دوسرے علوم کی کتابوں کا بھی عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ان میں دو کتابیں بہت اہم ہیں۔ایک" کلیلہ ودمنہ اور دوسری بوزاسف و بلوہر، کلیلہ ودمنہ پنچ تنتر کا ترجمہ ہے۔کہا جاتا ہے کہ ساسانیوں کے عہد میں ان دونوں کتابوں کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ دنیا کی بہت سی ترقی یافتہ زبانوں میں عربی سے ان کتابوں کا ترجمہ کیا گیا۔"

اردو زبان میں ترجمہ نگاری کے حوالے سے سب سے پہلی کتاب ''نشاۃ العشق ہے۔یہ ایک صوفی بزرگ عبداللہ حسینی (جو حضرت بندہ نواز گیسودراز کے پوتے تھے) نے اردو میں ترجمہ کی لیکن اس سے بھی بعض محققین سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ان کے خیال میں یہ کہنا اور ثابت کرنا قدرے مشکل ہے کہ اردو میں پہلا ترجمہ کون سا ہے۔ان کے خیال میں شاہ میراں جی خدا نما نے ابوالفصائل عبداللہ بن محمد عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیف ''تمہیدات ہمدانی کا عربی سے اردو میں جو ترجمہ کیا تھا، وہ اردو کا پہلا ترجمہ ہے۔بعض اس کو بھی نہیں مانتے ان کے خیال میں ملا وجہی نے پہلی بار شاہ جی نیشا پوری کی فارسی تصنیف دستور عشاق کا اردو میں ترجمہ "سب رس" کے نام سے کیا۔۱۷۰۲ء شاہ ولی اللہ قادری نے شیخ محمود کی فارسی تصنیف معرفت السلوک کا اردو میں ترجمہ کیا۔اٹھارہویں صدی عیسوی کے شروع میں سید محمد قادری کی فارسی تصنیف ''طوطی نامہ" کا ترجمہ

ہوا۔تقریباً اسی زمانے میں فضل علی فضلی نے ملا حسین واعظ کاشفی کی فارسی کتاب روضۃ الشہد اکا اردو ترجمہ کربل کتھا'' کے نام سے کیا۔ان ترجموں کے بارے میں یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ کوئی باقاعدہ ترجمے نہیں، بل کہ کتابوں کی تلخیص یا آزاد ترجمے ہوتے تھے اور ماہرین کے نزدیک ان ترجموں میں ان سائنسی اصولوں کی پابندی نہیں کی گئی جو اچھے ترجموں کے لئے از بس ضروری ہے۔

دیکھا جائے تو عادل شاہی دور میں بھی ترجمہ نگاری خوب پھلتی پھولتی نظر آتی ہے۔اس دور کے اہم شاعر رستمی کی نظم ''خاور نامہ" دراصل ایک فارسی نظم کا ترجمہ ہے۔مگر رستمی نے کمال خوب صورتی اور مہارت سے ترجمہ کر کے اسے اپنا بنالیا۔اس کا زمانہ تصنیف ۱۴۴۹ ہے۔اسی طرح اس عہد کے ایک دوسرے شاعر ملک خوش نود کی مثنوی ''ہشت بہشت خاصی مشہور ہے۔یہ نظم امیر خسرو کی فارسی نظم پر مشتمل ہے۔پھر مقیمی'' جو فارسی شاعر تھا، نے ایک ہندی لوک کتھا چندر بدن مہیار۔ بڑے دل کش اسلوب میں لکھی ہے۔۱۶۵۲ء میں علی عادل شاہ ثانی برسر اقتدار آیا اس کے عہد میں بیجا پور کے باکمال شاعر نصرتی'' کے ڈنکے بجے۔مثنوی کی ہیئت میں اس کی تین کتابیں بہت مشہور ہوئیں،جن میں سے گلشن عشق اور علی نامہ" کو آج بھی سراہا جاتا ہے۔بیجا پور کے ایک نابینا شاعر طا ہاشمی کی تصنیف یوسف وزلیخا جو ایک آزاد ترجمہ ہے بھی ایک اہم چیز ہے۔اسی طرح قطب شاہی دور میں ترجمہ نگاری پر اچھا کام ہوا۔اس دور میں ملا وجہی، محمد قلی قطب شاہ کے عہد کا بہت اعلیٰ پائے کا نثر نگار اور شاعر تھا۔ ۱۶۳۵ء میں ملا وجہی نے اپنی شہرآفاق سب رس'' ترجمہ کی۔اس کا اسلوب مقفٰی ہونے کے باوجود سادہ و پرکار ہے۔اس ترجمہ کو دیکھ کر ڈاکٹر سید عابد حسینعابد کی حقانیت پر بے اختیار ایمان لانے کو دل چاہتا ہے۔لکھتے ہیں:

"ترجمے کو ادبی قدرو قیمت اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب ایک زبان سے دوسری زبان میں مفہوم کے ساتھ وہ آب ورنگ، وہ چاشنی، وہ خوش ہو، وہ مزا بھی آجائے، جو اصل عبارت میں موجود تھا۔قطب شاہی دور کا ایک اور بڑا شاعر غواصی تھا۔اس کا مقام ملک الشعراء جیسا تھا۔اس کی مشہور تصانیف سیف الملوک و بدیع الجمال''اور ''طوطی نامہ ۱۶۳۱ء میں لکھی گئی۔طرز بیان میں سادگی اور کمال کی روانی ہے"۔

دور کا ایک اہم شاعر ابن نشاطی ہے۔اس کی مثنوی" پھول بن"" دکنی اردو کے خزینہ ادب کا ان مول رتن کہانی ہے۔ پھول بن فاری تصنیف "بساتین" پر مشتمل ہے۔لیکن شاعر کی بے پناہ تخلیقی صلاحیت اور فن کاری نے اس داستان کی و پیچیدہ کہانی کو اپنا بنالیا ہے۔عیسائیوں نے جب ہندوستان میں تاجروں کے بھیس میں قدم رکھا تو ان کے مبلغین نے اپنی مذہبی کتابیں ترجمہ اور تالیف کر کے شائع کیں۔اٹھارویں صدی کے وسط میں انہوں نے عیسائیت کے پرچار اور فروغ کے لئے توریت اور انجیل کے اردو ترجمے شائع کئے۔کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے کی پہلی کتاب کتاب پیدائش کے پہلے چار بابوں کا ترجمہ ہندوستانی ہے۔یہ ترجمہ بنجمن شولٹز Benjamain Schultze نے کیا تھا۔اس کے بعد اسی شولر نے''کتاب دانیال کا اردو ترجمہ شائع کیا۔(ان کتابوں کی فہرست سی اے گیریرین نے اپنی کتاب ہندوستان کا لسانی جائزہ جلد نہم میں دی ہے۔

اٹھارویں صدی کے خاتمے سے کچھ پہلے دلی میں قرآن شریف کے دو ترجمے ہوئے۔یہ مشہور بزرگ شاہ ولی اللہ کے دو صاحب زادوں مولانا شاہ رفیع الدین اور ان کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر نے کیے۔دونوں ترجموں میں؟ سال کا فرق ہے۔شاہ رفیع الدین کا لفظی ترجمہ تھا اس میں ہر لفظ کا ترجمہ اس طرح کیا گیا کہ اردو فقروں کی ساخت بالکل بدل گئی۔چوں کہ سلاست اور روانی نہ تھی اس لئے اس کا اصل مفہوم سمجھنے

میں وقت ہوتی تھی۔ یہ ترجمہ ۱۷۶۸ء میں ہوا تھا۔ عبدالقادر کا ترجمہ ۱۷۹۵ء میں ہوا، پہلے کے مقابلے میں زیادہ آسان، شگفتہ، سلیس اور رواں تھا ان تراجم کا مقصد صرف یہ تھا کہ جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں، وہ بھی اس مقدس کتاب کو سمجھ لیں، پڑھ لیں، یہ ابتدائی مساعی ادبی نہیں تو اریخی زمرے میں زیادہ شمار کی جاتی ہے۔ مذہبی کتابوں کے علاوہ ۱۷۷۵ء میں فارسی داستان قصہ چہار درویش کا ترجمہ حسین عطا تحسین نے کیا۔ کتاب کا نام نوطرز مرصع ہے۔ تحسین فارسی کی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ لیکن اردو ادب میں اس ترجمے کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔ اس دور کی ایک کتاب بہادر نامہ بھی ملتی ہے۔ جس میں سرنگا پٹم کی تواریخ ٹیپو سلطان کی جنگ تک جاتی ہے۔ خیال ہے کہ یہ بھی کسی فارسی تصنیف کا حصہ یا ترجمہ ہے۔ اس طرح پنڈت دیا شنکر کول کا نام ان کی تصنیف ''گلزار نسیم کی وجہ سے زندہ رہے گا۔ یہ مثنوی لکھنوی طرز تحریر کی نمائندہ مانی جاتی ہے۔ پنڈت جی نے لیلہ والف لیلی کی کچھ کہانیوں کا ترجمہ بھی کیا، مگر لازوال شہرت ان کی مترجمہ میثوی گلزار نسیم کی وجہ سے نصیب ہوئی۔ یہ بہت طویل مثنوی پنڈت جی کے استاد آتش کے کہنے پر مختصر ہوئی۔ اس مثنوی کا اردو ادب میں جو مقام و مرتبہ ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

اردو ادب کے طالب علموں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ علامہ اقبال کی کئی شہرہ آفاق نظمیں بھی غیر ملکی ادب سے اخذ شدہ ہیں۔ ان میں ماں کا خواب بچے کی دعا ایک مکڑی اور لکھی ایک گائے اور بکری ایک پہاڑ اور فیلو عشق اور موت (ماخوذ از ٹینی سن) رخصت اے بزم جہاز (ماخوذ از ایمرسن وغیرہ۔ آخر میں یہی کہنا ہے کہ ادبیات میں تراجم کا سلسلہ رکا نہیں ہے، اب دیکھنا بس یہ ہے کہ موجودہ دور اور مستقبل میں ترجمے کے ہمہ گیر ادبی وتمدنی اثرات کو کس طرح قبول کیا جاتا ہے۔

ترجمہ کی روایت میں ادبی اداروں کا ایک اہم اور قابل ستائش رول رہا ہے۔ عہد قدیم کے ہندوستان میں اشوک کے زمانے میں دارالترجمہ قائم کیا گیا تھا۔ اکبر کے عہد میں آگرے میں، نظام کے دور میں حیدرآباد میں انگریزوں کے وقت میں فورٹ ولیم کالج میں مختلف زبانوں سے ترجمے کئے گئے جس کی وجہ سے ادب اور تہذیب وتاریخ کا علم فارسی اور اردو میں منتقل ہوا۔ اردو کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو باقاعدہ ادبی اظہار کی زبان بنانے میں ترجموں کا بڑا ہاتھ ہے۔ ابتدائی دور میں اسے کوئی ادبی اظہار کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ اس زبان میں ترجمے ان معنوں میں شروع ہوئے کہ خیال اور نفس مضمون کو منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ تصورات اور لفظوں کا استعاراتی اور معنیاتی نظام بھی فارسی اور عربی زبانوں سے اردو میں لے لیا گیا اور اس طرح اس کا اپنا ادبی پیرایہ اظہار صرف ایک صدی کے عرصے میں وجود میں آ گیا۔

اردو میں ترجمے کی روایت ابتدائی دور ہی سے پڑ گئی تھی گو کہ اس کو ترجمے کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ مثلاً اردو شاعری کو ہی لیجئے ابتدائی دور کی اردو شاعری یعنی اٹھارہویں صدی کے موضوعات، مفاہیم، شاعرانہ تصورات، تراکیب اور استعاراتی نظام تمام فارسی شاعری سے مستعار نظر آتا ہے۔ نثری کتب میں بھی اردو کی کلاسیکی نثر کی بیش تر کتابیں فارسی اور سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ ملا وجہی کی "سب رس" فضلی کی کربل کتھا، عطا حسین خاں تحسین کی نوطرز مرصع میر امن کی باغ و بہار اور گنج خوبی وغیرہ بے شمار داستانیں ایسی ہیں جو ترجمہ سمجھی جاتی ہیں۔

دوسرا اہم میدان جہاں ترجموں کا باقاعدہ آغاز ہوا وہ مذہب تھا۔ مشنری اداروں نے مذہبی تبلیغ کے پیش نظر مذہبی کتب کے ترجے کا کام

اٹھارہویں صدی کے وسط ہی میں شروع کر دیا تھا۔ پادر نجمن شلز نے ۱۷۴۸ میں انجیل کا ترجمہ اردو میں کیا۔ اس کے علاوہ قرآن، احادیث اور اسلام سے متعلق عربی اور فارسی کتب کے تراجم کا ایک بڑا ذخیرہ بھی اٹھارہویں صدی میں جمع ہو گیا۔

اس دور میں مذہبی کتب کے تراجم کے علاوہ ایک اہم ادبی ترجمہ نوطرز خاں نے کیا تھا۔ نوطرز مرصع کا اسلوب مقفی، رنگین اور مشکل ہے۔ فارسی اور عربی زبان کے مشکل الفاظ اس میں شامل ہیں، اور ضائع کا استعمال اتنی کثرت سے ہوا ہے کہ عام بول چال کی اردو جاننے والا کوئی شخص اسے نہیں سمجھ سکتا۔ اس دور میں دیگر علوم کی کتابوں کے ترجمے بھی ملتے ہیں۔ اردو تراجم کے اہم اداروں کا تعارف ذیل میں درج ہے۔

فورٹ ولیم کالج:

انگریز ملازمین کو ہندوستانی زبانوں کی تعلیم دینے کے لئے ۴ مئی ۱۸۰۰ء میں لارڈ ویلزلی نے کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا۔ ڈاکٹر جان گلکرسٹ اس میں ہندوستانی زبان کے شعبے کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔ انہوں نے تعلیم کے بندوبست کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا ایک شعبہ بھی کھولا اور کتابوں کی اشاعت کے لئے ایک دارالاشاعت قائم کیا۔

ورناکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی:

ورنا کر سوسائٹی کا قیام دہلی کالج میں اردو ذریعہ تعلیم کے تدریسی مواد یا نصاب کی ضرورت کی وجہ سے عمل میں آیا۔ یہ سوسائٹی ۱۸۴۲ء میں قائم ہوئی اور غدر سے پہلے اس نے گیارہ کتابیں ترجمے اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ تیار کر لی تھیں۔ اس سوسائٹی نے ریاضی، سائنس، نجوم منطق، اور فلسفے کو اپنے ترجموں کے منصوبوں میں شامل کیا۔

سر سید کی سائنٹفک سوسائٹی:

سر سید کی سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد ۱۸۶۴ء میں غازی پور میں پڑی۔ بعد میں اس کا دفتر سر سید کے تبادلے کے ساتھ علی گڑھ منتقل ہو گیا۔ اس ادارے کا بڑا کارنامہ اردو میں انگریزی کی کتابوں کے ترجمے کر کے نئی فکر اور نئے علوم سے قوم کو روشناس کرانا تھا۔ ہندوستانی زبانوں میں نئے علوم کا ترجمہ کرنا ویسے بھی سوسائٹی کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔

دارالترجمہ عثمانیہ:

۲۶ راپریل ۱۹۱۷ء کو عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام کی کاروائی شروع کرنے کا فرمان جاری ہوا۔ ۱۹۱۹ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا اور یہ طے پایا کہ اس میں ذریعہ تعلیم اردو ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اعلیٰ تعلیم کی درسگاہ کے نصاب کے لئے اردو میں کتابوں کی فراہمی کا مسئلہ سامنے تھا اس لئے ۱۴ اگست ۱۹۱۷ء کو دارالترجمہ قائم کرنے کا فرمان جاری ہوا اور یکم ستمبر ۱۹۱۷ء کو مولوی عبدالحق کی نظامت میں شعبہ تالیف وترجمہ قائم کیا گیا اور کام کرنا شروع کیا۔ یونیورشی کا قیام عمل میں آنے کے بعد بھی ڈگری کورسوں مثلاً قانون، سوشیالوجی، طب یونانی، میڈیسن، انجینئرنگ، ریاضی، الجبرا، جیومیٹری وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا۔ دارالترجمہ نے ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۸ء تک مسلسل کام کیا۔

13.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1 . اردو میں باقاعدہ ادبی ترجمہ کی روایت کو فروغ دینے میں کس ادارے کا اہم کردار رہا؟

(الف) فورٹ ولیم کالج (ب) دارالعلوم دیوبند (ج) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی د) جامعہ ملیہ اسلامیہ

2 . فارسی کی مشہور کتاب کلیلہ ودمنہ کا اردو ترجمہ کس صنف سے تعلق رکھتا ہے؟

(الف) داستان (ب) مثنوی (ج) ناول د) ڈراما

3 . مغربی ادب کے تراجم نے اردو ادب میں کس رجحان کو تقویت دی؟

(الف) رومانویت (ب) حقیقت نگاری (ج) کلاسیکیت (د) داستان گوئی

4 . مولانا ابوالکلام آزاد نے کس زبان سے اردو میں تراجم کیے؟

(الف) انگریزی (ب) عربی (ج) ترکی (د) سنسکرت

13.3 عمومی جائزہ

ترجمہ ایک زبان کی ساخت میں موجود معنی و مضمون کو دوسری زبان کی ساخت میں منتقل کرنے کا عمل ہے۔ ترجمے کی عمومی تعریف یہی ہے لیکن اگر ہم اپنی روزمرہ کی سماجی زندگی کا مطالعہ و مشاہدہ کریں تو ہم پر یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ترجمے کا عمل ایک زبان میں بھی جاری رہتا ہے یعنی جب ہم اپنے یا دوسروں کے معنی و مطالب کو ان کے اصل الفاظ کے بجائے دوسرے الفاظ میں بیان کرتے ہیں تو اس وقت بھی ہم ترجمے کے عمل سے دوچار ہوتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ اردو زبان مشترکہ تہذیب وثقافت کی پیداوار اور علمبردار ہے۔ ہندوستان میں اس مشترکہ تہذیب کا آغاز محمود غزنوی کی آمد سے ہوتا ہے۔ اس عہد میں فارسی، پشتو، ترکی، عربی، اور ہندوستانی کی آمیزش سے ایک نئی تہذیب اور نئی زبان کا ہیولا تیار ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دو زبانوں اور دو تہذیبوں کا تعامل اپنی سادہ شکل میں ترجمے کے فروغ کا باعث ہوتا ہے اور ترجمے کی وجہ سے ہی مشترکہ زبان اور نئے اسلوب وجود میں آتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایک بالغ لسانی گروہ بازار یا دوسری عملی ضرورتوں کے تحت اجنبی زبان کو ایک معصوم بچے کی طرح انگیز نہیں کرتا بلکہ وہ اجنبی زبان کی ساخت کو اپنی لسانی ساخت کے مطابق اور اس کے مزاج کی ہم آہنگی سے قبول کرتا ہے یعنی ایک لسانی گروہ کے لئے کتے کے معنی کتا، ایک مخصوص جاندار یا جانور کے ہیں جب کہ دوسرے لسانی گروہ کے لئے کتے کے معنی پہلے Dog کے ہیں بعد

میں مخصوص جانوراس لحاظ سے ایک لسانی گروہ کے دوسری زبان کو سیکھنے اور سمجھنے کے عمل میں ترجمے کی اہمیت وافادیت مسلم ہے۔ بقول عبدالحق ہماری زبان میں لسانی سطح پر مترادفات سے ترجمے کا آغاز ہوا۔ ان مترادفات میں تصرف بھی ہوئے۔ گویا اردو کے عناصر ترکیبی میں ترجمے کا خمیر شامل ہے۔ اس لحاظ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو زبان میں ترجمے کی تاریخ وابتدا اردو زبان کی تاریخ وابتدا سے مسلک ہے۔

اردوادب میں باقاعدہ شعری ترجے کا آغاز گولکنڈہ کے فرمان روا محمد قلی قطب شاہ کے عہد (١٦١١١٥٨٠) اوراس کی شاعری سے ہوتا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں دکنی ادیبوں اور شعرا کا فارسی کی طرف زیادہ رجحان تھا جس کے نتیجے میں اس عہد میں ترجمے پر بھی باقاعدہ توجہ دی گئی۔ جمیل جالبی کے مطابق قلی قطب شاہ نے حافظ کی غزلیں اردو میں ترجمہ کی ہیں۔ اسی عہد میں شیخ احمد گجراتی نے مولانا جامی اور امیر خسرو کی فارسی مثنویوں یوسف زلیخا کا ترجمہ اسی عنوان سے مثنوی کی صورت میں سن ١٥٨٠ء سے ١٥٨٨ء کے درمیان میں کیا ہے۔ ١٦١٣ء میں خواصی نے ''ہتو پریش'' کے بخشی کے فارسی ترجمے طوطی نامے کا اسی عنوان سے اردو میں ترجمہ کیا۔ ١٦٤٠ء میں بیجاپور کے سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر ملک خوشنود نے فاری مثنوی ''یوسف زلیخا اور امیر خسرو کی مثنوی ''ہشت بہشت کا ترجمہ ''جنت سنگھار کے عنوان سے کیا۔

١٩٤٠ء میں کمال خان رستمی کا ترجمہ خاور نامہ" جو اردو کی سب سے طویل مثنوی ہے جو ٤٢ ہزار اشعار مشتمل ہے یہ مثنوی اردو کے شعری تراجم میں بہت اہم اور اصل کے مطابق ہے۔ ١٨٥٧ء میں انگریزی حکومت کے قیام کے بعد اردو میں مغرب کے تخلیقی ادب کے تراجم کا آغاز ہوا۔ اردو میں باقاعدہ اینتھولوجی انتخاب کا آغاز ضامن کنتوری کی کتاب ''ارمغان فرنگ سے ہوا جو ١٩٠١ء میں شائع ہوئی۔ بیسویں صدی میں انگریزی کے ساتھ مغرب کی دوسری زبانوں کے شعروادب کے ترجے پر بھی زیادہ توجہ دی گئی۔ بیسویں صدی میں معنی وخیال پر زیادہ زور دینے کی وجہ سے بیشتر انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں کی شاعری کا ترجمہ نثر میں کیا گیا۔ نظم کی اس قلب ماہیت کے باوجود شعری تاثر کافی حد تک قائم رہتا ہے۔

13.4 ہم نے کیا سیکھا

اردو میں ادبی ترجمے کی روایت نے ہماری ادبی اور فکری دنیا کو بے حد وسیع کیا ہے۔ ترجموں کے ذریعے اردو قارئین کو عالمی ادب، تہذیبوں اور معاشروں سے براہِ راست تعارف حاصل ہوا، جس سے فکری اور ثقافتی شعور میں اضافہ ہوا۔ اس روایت نے اردو زبان کے اظہار اور اسالیب کو نئی جہتیں عطا کیں؛ بیانیہ تکنیک، استعارات وعلامات، ڈرامائی انداز اور شعری پیرایے اردو میں اسی کے ذریعے مضبوط ہوئے۔ نئی اصناف — جیسے ناول، جدید نظم، ڈراما، سائنسی فکشن اور بچوں کا ادب — بھی بیشتر ترجموں ہی کی بدولت ترقی پائیں، جس نے ادبی ذوق میں تنوع پیدا کیا۔ اسی کے ساتھ عالمی فکری تحریکیں مثلاً رومانویت، حقیقت نگاری، اشتراکیت، وجودیت اور مابعد جدیدیت اردو میں تراجم کے ذریعے منتقل ہوئیں، جنھوں نے ہمارے ادیبوں کے فکری زاویوں پر گہرا اثر ڈالا۔ علاوہ ازیں ترجموں نے اردو زبان کے لسانی ذخیرے کو بھی مالا مال کیا، نئے الفاظ اور اصطلاحات متعارف ہوئیں اور زبان کی اظہار کی قوت مزید توانا ہوئی۔ یوں ادبی ترجمے کی روایت نے اردو ادب کو عالمی ادب سے جوڑ کر اسے فکری، فنی اور لسانی اعتبار سے مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔

13.5 فرہنگ

بنظرِ غائر	:	گہری نظر سے، باریک بینی سے
ہلکا:		آسان، سادہ
تخلیق	:	کسی چیز کو نیا وجود دینا، ایجاد
جامہ پہنانا	:	عملی صورت یا لفظی شکل دینا
مدعا	:	مقصد، مطلب، کہنے کی بات
مافی الضمیر	:	دل کا حال، اندرونی کیفیت
الجھن	:	پیچیدگی، اُلجھن
اسرار و رموز	:	راز اور باریکیاں
دریچہ	:	کھڑکی، راستہ، ذریعہ
احوال	:	حالات، واقعات
رسیا	:	شوقین، دل دادہ
تقلید	:	پیروی کرنا
ادق	:	بہت مشکل
تلخیص	:	خلاصہ، کسی متن کو مختصر کرنا
آزاد ترجمہ	:	لفظی ترجمے کے بجائے اپنی سہولت کے مطابق اور مفہوم کے قریب تر ترجمہ
اسلوب	:	اندازِ بیان، طرزِ ادا
تلمیح	:	کسی واقعے، کہانی یا شخصیت کی غیر مستقیم طرف اشارہ
تمثیل	:	مثال یا علامتی انداز
فصائل	:	نسلیں، گروہ
ژرف نگاہ	:	گہری سوچ اور نظر رکھنے والا
سلاست	:	روانی، آسانی، بغیر رکاوٹ کے

شگفتہ	:	رواں،خوشگوار،دل کش
مصنف۔	:	کتاب لکھنے والا،مؤلف
مقتبس	:	اقتباس،لیا ہوا حصہ
مساعی	:	کوششیں
زمرہ	:	دائرہ،گروہ
مقام ومرتبہ	:	حیثیت،قدر ومنزلت

13.6 نمونہ برائے امتحانی سوالات

سوال نمبر1: ترجمہ نگاری کے ابتدائی خدوخال متعین کیجیے۔

سوال نمبر2: اُردو میں ترجمہ نگاری کی روایت پر روشنی ڈالیے

سوال نمبر3: اُردو ترجمہ نگاری کے فروغ میں ادبی اداروں کا کیا رول رہا۔وضاحت کیجیے؟

13.7 مشقی سوالات

۱۔ اردو میں ادبی ترجمے کی روایت سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کریں۔

۲۔ ادبی ترجمے نے اردو قارئین کی فکری وثقافتی تربیت میں کس طرح کردار ادا کیا؟ مثالوں کے ساتھ بیان کریں

۳۔ اردو زبان کے اسالیب اور اظہار پر تراجم نے کیا اثرات مرتب کیے؟ تفصیل سے لکھیں۔

۴۔ کن عالمی فکری یا ادبی تحریکوں نے ترجمے کے ذریعے اردو ادب میں دخول کیا؟ وضاحت کریں

۵۔ ادبی تراجم کے ذریعے اردو میں کون کون سی نئی ادبی اصناف یا بیانیہ Techniques مضبوط ہوئیں؟

۶۔ کیا ترجمہ تخلیق کے برابر اہمیت رکھتا ہے؟ دلائل کے ساتھ اپنا نقطہ نظر پیش کریں۔

13.8 مشقی سوالات کے کلیدی جوابات

سوال ۱۔ اُردو میں ادبی ترجمے کی روایت سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: اُردو میں ادبی ترجمے کی روایت سے مراد مختلف زبانوں کے ادبی شاہکاروں کو اردو زبان میں منتقل کرنے کا وہ سلسلہ ہے جس کے ذریعے عالمی ادب سے اردو قاری کا تعارف ممکن ہوا۔ اس روایت نے محض الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ اصل متن کے فکری، تہذیبی، جذباتی، اور جمالیاتی پہلوؤں کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں اردو کے مزاج کے مطابق پیش کیا۔ یونانی، فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی، روسی، اور دیگر عالمی زبانوں کے ادب کو اردو میں منتقل کرنے کی یہ کاوش ایک مسلسل ادبی و تہذیبی تعامل کا نتیجہ ہے۔

سوال ۲: ادبی ترجمے نے اردو قارئین کی فکری و ثقافتی تربیت میں کس طرح کردار ادا کیا؟

جواب: ادبی ترجمے نے اردو قارئین کو مختلف تہذیبوں، معاشرتی قدروں، فکری مباحث اور انسانی تجربات سے روشناس کرایا۔ دنیا کے مختلف معاشروں کے مسائل، رسم و رواج، تاریخ اور نفسیاتی کیفیات سے واقفیت نے قاری کے اندر وسعتِ نظر، برداشت، شعور اور تنقیدی اندازِ فکر کو فروغ دیا۔ تراجم کے ذریعے قارئین کو نہ صرف عالمی ادب کی جمالیاتی لذت میسر آئی بلکہ انسانی وجود، اخلاقیات، معاشرت، آزادی، شناخت اور جدید فکر سے متعلق سوالات اور مباحث تک رسائی بھی ہوئی۔ یوں تراجم نے اردو معاشرے کی فکری و اخلاقی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

سوال ۳: اُردو زبان کے اسالیب اور اظہار پر تراجم نے کیا اثرات مرتب کیے؟

جواب: تراجم کے نتیجے میں اُردو زبان کے اسالیب میں نمایاں وسعت پیدا ہوئی۔ بیان کی نئی تکنیکیں، استعارات و علامتیں، علامتی اور تجریدی طرزِ اظہار، بیانیہ کی ساخت، اور ڈرامائی گفتگو جیسے فنی عناصر اردو زبان میں مستحکم ہوئے۔ مختلف زبانوں سے منتقل ہونے والے جملوں کی ساخت اور اظہار کے طریقے نے اردو نثر و نظم دونوں کے انداز کو نئی جہتیں دیں۔ تراجم نے اردو کو اظہارِ خیال کا زیادہ بھرپور اور طاقتور ذریعہ بنایا اور زبان کے اندر نظری اور ادبی گفتگو کے نئے امکانات پیدا کیے۔

سوال ۴: کن عالمی فکری یا ادبی تحریکوں نے ترجمے کے ذریعے اردو ادب میں دخول کیا؟ وضاحت کریں۔

جواب: ترجموں کے ذریعے کئی عالمی فکری اور ادبی تحریکیں اردو ادب تک پہنچیں۔ رومانویت نے جذبات اور فطرت کی پرستش کا رجحان پیدا کیا، حقیقت نگاری نے معاشرتی ناہمواریوں اور متوسط طبقے کے مسائل کو ادب میں جگہ دی، جب کہ اشتراکیت نے طبقاتی جدوجہد اور سامراج مخالف فکر کو فروغ دیا۔ وجودیت نے فرد کی آزادی، تنہائی اور شناخت کے سوالات کو نمایاں کیا، جبکہ مابعد جدیدیت نے روایت شکن بیانیہ، کثیر المعانی متن، اور حقیقت کے بکھراؤ جیسی خصوصیات متعارف کرائیں۔ یہ تمام تحریکیں براہِ راست ترجمے کے توسط

سے اردو ادبی منظر نامے میں داخل ہوئیں اور نئی فکری جہتیں پیدا ہوئیں۔

سوال۵: ادبی تراجم کے ذریعے اردو میں کون کون سی نئی ادبی اصناف یا بیانیہ Techniques مضبوط ہوئیں؟

جواب: ادبی تراجم کی بدولت اردو میں کئی نئی اصناف اور بیانیہ تکنیکیں فروغ پائیں۔ ناول اور ڈراما جیسی اصناف کی مضبوط بنیادیں تراجم سے وابستہ ہیں۔ جدید نظم، فینٹسی ادب، جاسوسی ادب، سائنسی فکشن، فلسفیانہ ناول اور بچوں کے ادب کی ترقی میں بھی تراجم نے اہم کردار ادا کیا۔ بیانیہ تکنیک کے اعتبار سے علامتی اظہار، فلیش بیک، داخلی خود کلامی، نفسیاتی تجزیہ، وژن اور صوتی تلازمے (stream of consciousness) جیسی تکنیکیں بھی مترجم ادب کے توسط سے اردو میں داخل ہوئیں اور مستحکم ہوئیں۔

سوال۶: کیا ترجمہ تخلیق کے برابر اہمیت رکھتا ہے؟ دلائل کے ساتھ اپنا نقطۂ نظر پیش کریں۔

جواب: ادبی ترجمہ تخلیق کے برابر اہمیت رکھتا ہے کیونکہ مترجم کا کام ایک تخلیقی کارنامہ ہی ہوتا ہے۔ مترجم کو محض الفاظ کو منتقل نہیں کرنا ہوتا بلکہ اصل متن کے جذبات، فضا، فکر، تہذیبی پس منظر اور فنی ساخت کو پوری بصیرت کے ساتھ دوسری زبان میں زندہ کرنا ہوتا ہے۔ ایک اچھا ترجمہ اصل ادب کی روح کو نئی زبان اور نئی ثقافت میں از سر نو تخلیق کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے ادب — شیکسپیئر، ٹالسٹائی، دوستوئیفسکی، اور گارشیا مارکویز — آج بھی دنیا بھر میں تراجم کے ذریعے زندہ ہیں۔ اس لیے ترجمہ بھی تخلیق کی ہی ایک لازمی اور نہایت اہم شکل ہے۔

13.8.1 جواباتِ سرگرمی

1. اردو میں باقاعدہ ادبی ترجمہ کی روایت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرنے والا ادارہ:

الف) فورٹ ولیم کالج

2. کلیلہ و دمنہ کا اردو ترجمہ جس صنف سے تعلق رکھتا ہے:

الف) داستان

3. مغربی ادب کے تراجم نے اردو ادب میں جس رجحان کو تقویت دی:

ب) حقیقت نگاری

4. مولانا ابوالکلام آزاد نے جس زبان سے اردو میں تراجم کیے:

ب) عربی

13.9 امدادی کتب

۱۔ فن ترجمہ نگاری مرتبہ خلیق انجم

۲۔ فن ترجمہ نگاری، پروفیسر ظہورالدین

۳۔ ترجمہ کا فن اور روایت قمر رئیس

۴۔ اردو ترجمے کی روایت (1786ء تا حال) مرزا حامد بیگ

سبق نمبر۱۴۔ترجمے کے تقاضے اور مترجم کی خصوصیات

ساخت

14.0 اغراض ومقاصد
14.1 تعارف
14.2 اُردو میں ادبی ترجمے کی روایت
14.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)
14.3 عمومی جائزہ
14.4 آپ نے کیا سیکھا
14.5 فرہنگ
14.6 خود جانچ سوالات
14.7 مشقی سوالات
14.8 مشقی سوالات کے جوابات
14.8.1 جوابات سرگرمی
14.9 امدادی کتب

14.0 اغراض ومقاصد

اس موضوع کا بنیادی مقصد آپ وقارئین کو ترجمہ نگاری کی فنی وفکری نزاکتوں سے روشناس کرانا ہے تا کہ وہ سمجھ سکیں کہ ترجمہ محض الفاظ کا تبادلہ نہیں بلکہ ایک زبان کے فکری، ثقافتی اور جذباتی سرمائے کو دوسری زبان تک مؤثر انداز میں منتقل کرنے کا نام ہے۔اس کا مقصد یہ شعور پیدا کرنا ہے کہ ایک کامیاب ترجمہ اسی وقت ممکن ہے جب مترجم دونوں زبانوں کی صرف ونحو، محاورات، اصطلاحات، علامتوں، لسانی مزاج اور

تہذیبی تناظر سے بھرپور آگہی رکھتا ہو۔اس موضوع کے ذریعے یہ وضاحت بھی کی جاتی ہے کہ ترجمہ کرتے وقت مترجم کو اصل متن کے تاثر، اسلوب اور منشائے مصنف کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ مطلوبہ زبان کے قاری کی زبان، ذوق اور فہم کو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔اس سبق کا ایک اہم مقصد مترجم کے لیے ایسی خصوصیات کی نشاندہی کرنا بھی ہے جن کے بغیر صحت منداور کامیاب ترجمہ ممکن نہیں، مثلاً زبان دانی، علمی پختگی، حساسیت، فنی بصیرت، ثقافتی شعور اور ادبی ذوق۔علاوہ ازیں، یہ موضوع طالب علم کو ترجمہ کے فکری اور عملی مسائل کو سمجھنے، ترجمانی کے دوران پیش آنے والی رکاوٹوں کا ادراک کرنے اور انہیں مؤثر حکمتِ عملی کے ساتھ حل کرنے کی صلاحیت بھی فراہم کرتا ہے۔بالآخر اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ محض مترجم نہیں بلکہ مؤثر، ذمہ دار اور فنی طور پر سنجیدہ ترجمہ نگار بن سکیں جو علم و ادب کی ترسیل میں مثبت کردار ادا کریں۔

14.1 تعارف

ترجمہ بین الثقافتی اور بین لسانی رابطے کا سب سے اہم ذریعہ ہے، جس کے ذریعے ایک زبان اور تہذیب میں پیدا ہونے والا علمی، ادبی اور فکری سرمایہ دوسری زبان کے قاری تک منتقل ہوتا ہے۔یہ عمل بظاہر الفاظ کے تبادلے کا نام ہے لیکن حقیقت میں نہایت حساس، مہارت طلب اور دقیق فنی ذمہ داری ہے۔ترجمے کا تقاضا یہ ہے کہ اصل متن کی روح، معنیاتی گہرائی، جذباتی آہنگ اور اسلوبی خصوصیات اس طرح مطلوبہ زبان میں منتقل ہوں کہ پیغام میں کوئی تحریف یا کمی واقع نہ ہو اور ترجمہ قاری پر وہی اثر ڈالے جو اصل متن اپنے قارئین پر ڈالتا ہے۔اسی بنا پر ترجمہ کرنے والے مترجم کی شخصیت اور صلاحیتیں نہایت اہمیت اختیار کر جاتی ہیں۔ایک مترجم صرف لغوی معلومات ہی نہیں رکھتا بلکہ دونوں زبانوں کی نحوی ساخت، محاوراتی فہم، تہذیبی مزاج، ادبی روایت اور نفسیاتی و سماجی پس منظر سے بھی گہری واقفیت رکھتا ہے۔وہ محض لفظ بہ لفظ تبدیلی نہیں کرتا بلکہ دونوں زبانوں کے درمیان معنوی اور جذباتی توازن قائم رکھتے ہوئے اصل متن کی فکری روح کو نئے قالب میں دوبارہ تخلیق کرتا ہے۔اس لیے ترجمے کے تقاضوں اور مترجم کی خصوصیات کا مطالعہ نہ صرف ترجمہ نگاری کی فنی پیچیدگیوں کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے بلکہ ایک کامیاب، مؤثر اور صحت مند ترجمے کی تیاری کے لیے بھی بنیادی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

14.2 اُردو میں ادبی ترجمے کی روایت

ترجمہ ایک مکمل عمل ہے۔اس عمل میں شاعری کے ترجمے کے مسائل ایک نثری شہ پارے کے مقابلے میں بالکل الگ ہوتے ہیں۔کسی علم کے ترجمے کے وقت ایک بڑا مسئلہ اصطلاحوں کا ہوتا ہے۔یہ مسئلہ مزید پریشانیوں کا باعث بنتا ہے اگر ہم ایسی دو زبانوں کو لیکر ترجمہ کر رہے ہوں جن کے ترجمے و مشاہدے الگ ہیں۔ثقافتی زندگیاں مختلف ہیں۔جغرافیائی حالات اور سماجی عمل کے درمیان فرق ہے۔ان تمام دشواریوں کے باوجود ترجمے ہو رہے ہیں اور وہ معیاری بھی ہیں۔کچھ تو اصل سے بھی بڑھ گئے ہیں۔اردو میں یہ روایت پرانی ہے۔علوم و فنون سے لے کر

ادبی فن پاروں کے ترجموں کا سلسلہ ڈھائی تین سو برسوں پر محیط ہے۔ ہر موضوع پر ہر طرح کے ترجمہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مختلفکیفیات محسوسات اور کرب سے گزرنا پڑتا ہے جو شعری تخلیق کا باعث بنے ہیں۔ زبان بولنے والوں کے سماجی تہذیبی اور معاشرتی اقدار اور رویے مرکزی خیال کو پکڑنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اس لئے مترجم کی اس سے واقفیت ضروری ہے۔ ترجمہ کرتے وقت ہر بات کو اس کے سیاق میں دیکھنا چاہئے۔ زبان کی ادبی روایت سے ناواقفیت بھی ترجمے کو مجروح کر دیتی ہے اس کے علاوہ زبان کے مزاج کو بھی ہمیں سمجھنا چاہئے۔ شاعری میں استعمال ہونے والے ان اشاروں کنایوں، استعاروں اور علامتوں کی جانکاری بھی ضروی ہے جن میں خیال بن سنور کر سامنے آیا ہے۔ لسانی ساخت کے پیچ وخم پر بھی دسترس ہونی چاہئے۔

ترجمے میں اس وقت وقت پیش آتی ہے جب ترجمہ کی جانے والی زبان ان مشاہدات، تجربات، تخیل کی پرواز، خیالات، کیفیات اور احساسات کو پیش کرنے سے قاصر رہی ہے جو ترجمہ ہونے والی زبان میں نہیں ملتے۔ اس کمی کو زبان کے مزاج کے مطابق اختراعی عمل یا الفاظ مستعار لے کر پورا کیا جاتا ہے۔ ترجمے میں تیسری اہم چیز شدت ہے یعنی جس شکل میں فنکار نے اپنے خیالات پیش کئے ہیں تقریباً وہی بات ترجمے میں آنی چاہئے ورنہ ترجمہ ناقص ہوگا۔ اس کے لئے الفاظ کا صحیح انتخاب اور استعمال ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب الفاظ کے معنی کو سیاق وسباق میں جکڑ دیا جائے۔ اس طرح ترجمے کے الفاظ کے معانی ومطالب اپنے استعمال سے ایسا ہی مفہوم ادا کریں گے جیسا کہ ترجمہ ہونے والی تحریر چاہتی ہے۔ تشبیہات واستعارات اور امیجری کا بھی مناسب ترجمہ ہونا چاہئے تاکہ تخلیق اپنی شدت کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کے ساتھ سامنے آجائے۔

ترجمہ میں الفاظ کا صحیح استعمال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو مرکزی خیال، مجموعی تاثر اور خیال کی شدت تینوں چیزیں متاثر ہوتی ہیں۔ ترجمے کے وقت سیاق وسباق کے مطابق الفاظ کا انتخاب کرنا زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ یہ واحد طریقہ ہے جو لفظ کے صحیح مفہوم ہم تک پہنچاتا ہے۔ انگریزی لفظ House کا اردو میں ترجمہ کرنا بہت آسان ہے یعنی گھر یا مکان لیکن انگریزی میں یہ لفظ انفرادی طور پر یا دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر تحریر میں الگ معنی بھی دیتا ہے۔ اب یہ سیاق وسباق ہی بتائے گا کہ عبارت میں یہ لفظ کسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ انگریزی میں ہاؤس کے مختلف استعمال اور معنی کو ذیل میں دیکھئے۔ اسی طرح اردو میں رہنے کی جگہ کے لئے مختلف الفاظ استعال ہوتے ہیں جن میں معنی کے بڑے لطیف فرق موجود ہیں جیسے گھر، مکان، جھونپڑی، کٹیا محل، حویلی، رہائش گاہ، دولت کدہ وغیرہ۔ اب یہ سیاق وسباق سے ہی طے ہوگا کہ عبارت میں کہاں کونسا لفظ آئے گا کیونکہ ہر لفظ میں رہنے کی جگہ کے معنی عیاں ہیں۔ عام طور پر رسم ورواج، تیوہار اور مکانوں کے نام ترجمہ نہیں ہوتے۔ البتہ حاشیوں میں ان کی تشریح کر دی جاتی ہے۔ یہ اسی صورت میں مناسب رہے گا جب دو زبانوں کے معاشروں میں بڑا فرق ہو۔ مثال کے طور پر عصمت چغتائی کے افسانے ''چوتھی کا جوڑا'' کا انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت بڑی حکمت علمی سے کام لیا ہوگا۔

ترجمے میں ایک خاص پریشانی محاورات کے ساتھ درپیش آتی ہے۔ ہر زبان کے محاورے بولنے والوں کی روایات اور تہذیبی قدروں

کے مطابق ہوتے ہیں اور وہ جو مفہوم ادا کرتے ہیں اس کے پیچھے پوری تاریخ ہوتی ہے۔ ہمیں محاورے کی جگہ محاورے کی جستجو کے بجائے اپنی ضرورت کے مطابق محاورے کے مفہوم کو الفاظ سے اور الفاظ کے معنی کو محاورے کے ذریعے پیش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کسی علمی یا تکنیکی مضمون کے ترجمے میں بنیادی مسئلہ اصطلاحوں کا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اصطلاحوں کو ہم بے دریغ مستعار لے کر حاشیوں میں ان کی تشریح کر دیتے ہیں۔ اگر اصطلاح زبان کے صوتی وصرفی مزاج کے مطابق ہے اور عبارت میں ثقالت کو نہیں بڑھنے دیتی تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہاں ایک مسئلہ یہ کھڑا ہوسکتا ہے کہ اپنی وقتی ضرورت کے تحت ہم جو اصطلاح اپنا لیتے ہیں اسی قبیل کے معنوں کے لئے جب مختلف اشتقاقی عمل رکھنے والی اصطلاحیں آئیں گی تو کیا انہیں بھی جوں کا توں مستعار لے لیا جائے گا۔ ظاہر ہے یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ پوری اصطلاح کے بجائے ہم اس کی ساق کو لے لیں اور مستعار لینے والی زبان کے مروج سابقے اور لاحقے ہی اس میں استعمال کریں۔

کسی ادب پارے کے ترجمے کے وقت متعلقہ زبانوں کی ادبیات پر مترجم کی گہری نظر ہونی چاہئے۔ جس مصنف یا شاعری کی تخلیق زیر نظر ہے اس کے دوسرے شاہکاروں سے بھی واقفیت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دونوں زبانوں میں زبان اور بولی کے فرق کی جانکاری بھی ترجمے میں مفید ہوسکتی ہے۔ کیونکہ نثری شہ پارے کے ترجمے کے دوران بہت ممکن ہے کہ مصنف نے اعلی سوسائٹی اور متوسط دیہاتی لوگوں کی زندگی کو اپنا موضوع بنایا ہو اور اپنی تحریر میں جگہ جگہ سماج کے ان طبقوں سے مکالمے بلوائے ہوں۔ مکالمے کے اس فرق کو زبان اور بولی کے فرق کو سمجھنے کے بعد ہی ترجمے میں صحیح طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اور کرداروں کے مکالموں کے ساتھ انصاف کیا جاسکتا ہے۔

ترجمے میں جملہ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اگر جملے کی ساخت کو پوری طرح ذہن میں نہ رکھا جائے تو مفہوم کی روح متاثر ہوتی ہے۔ تحریر میں خیال کا تسلسل بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اچھی نثر میں ہر پیرا گراف کا آخری جملہ عام طور پر اس پیرا گراف کا نچوڑ ہوتا ہے اس لئے مضمون کے ترجمے کے وقت بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ اگر موقعوں پر جہاں جملے کا مفہوم سمجھ میں نہ آرہا ہو، جملے کو چھوٹے چھوٹے بامعنی حصوں میں تقسیم کرکے عمل اور ان کی مطابقت کے لحاظ سے جملے کے معنی کو سمجھنا چاہئے۔ عمل اور مطابقت کو آوازوں سے لفظوں میں لفظوں سے فقروں میں اور فقروں سے کلموں یا نیم جملوں میں رکھنا کارآمد ہوسکتا ہے۔ انگریزی یا کسی اور زبان سے ترجمے کے وقت کبھی کبھی ہمارا مختصر فارموں (Short forms) سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسکے بجائے کہ ہم اردو میں بھی اسی طرح کی فارموں کو وضع کریں، مناسب یہ ہوگا کہ پورے لفظ لکھے جائیں ورنہ ہمارا عمل ترجمے کے بجائے نقالی کے مترادف ہوگا۔ البتہ ایسی کوئی فارم جو ہمارے لئے عام فہم ہے اسے جوں کا توں استعمال کرسکتے ہیں جیسے ٹی، وی، یا یو این وغیرہ۔

14.2.1 سرگرمی (آو! اپنی معلومات کو جانچیں)

1- ترجمہ نگاری کی ایک بنیادی خصوصیت کیا ہے؟

(الف) تخیل آرائی　(ب) امانت ودیانت داری　(ج) مبالغہ آرائی　(د) اختصار بیانی

2- ایک اچھے مترجم کے لیے دونوں زبانوں پر کس چیز کی گرفت ضروری ہے؟

(الف)صرف قواعد (ب)صرف الفاظ کا ذخیرہ (ج)مکمل لسانی مہارت (د)محاورات سے ناواقفیت

3- ترجمہ کرتے وقت اصل متن کی کس چیز کو برقرار رکھنا ضروری ہے؟

(الف)صرف الفاظ (ب)صرف عنوان (ج)مفہوم اور اسلوب (د)صرف طوالت

4- مترجم کی کامیابی کا انحصار کس بات پر ہوتا ہے؟

(الف)ذاتی رائے شامل کرنے پر(ب)اصل متن میں تبدیلی کرنے پر (ج)ثقافتی شعور اور فہم پر(د)عبارت کو مشکل بنانے پر

14.3 عمومی جائزہ

ہر نوعیت کے ترجمے کا اولین تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ مترجم کو زیر ترجمہ متن کی زبان جسے اصطلاحاً اصل زبان (Source)(Language کہا جاتا ہے اور ترجمے کی زبان جو (Target Language) کہلاتی ہے دونوں میں مہارت حاصل ہو۔ دونوں زبانوں کی قواعد، اس کے محاردوں اور ضرب الامثال، صنائع و بدائع اور تریخ وتہذیبی پس منظر سے اچھی طرح واقف ہونا ضروری ہے۔ ترجمے کے تقاضوں میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ مترجم کو ترجمے کی زبان میں مہارت تام اور دستگاہ کامل ہوئی چاہئے بلکہ اسے اصل زبان سے زیادہ ترجمے کی زبان پر قدرت وعبور ہونا چاہئے یہاں تک کہ اسے ترجمے کی زبان میں خود لکھنے کی پختہ مشق ہونی چاہئے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کا خیال ہے کہ مترجم کو اپنی زبان میں محسوس کرنے اور سوچے پر قدرت ہونی چاہئے۔

بہر حال ہمارے خیال سے مترجم کا بذات خود مصنف یا تخلیقی فن کار ہونا ترجمے کا اصل تقاضہ نہیں ہے۔ اصل تقاضہ یہ ہے کہ مترجم کو ترجمے کی زبان کی گہری آگہی ہو۔ اسے اپنی زبان کے الفاظ کے ماخذ اور سرچشموں کا علم ہو۔ ان کے لغوی اور اصطلاحی معنوں سے واقفیت ہو۔ روزمرہ محاورات اور ضرب الامثال کی اصلیت اور ان کے محل استعمال سے باخبر ہو اور سیاق وسباق کے اعتبار سے لفظ کے معنی میں ہونے والے بدلاؤ کا درک رکھتا ہو۔ اپنی زبان کے مختلف اسالیب سے واقفیت مترجم کے لئے کس طرح مددگار ثابت ہوسکتی ہے اس کی ایک اچھی مثال محمد حسن عسکری کا میلوں کے ناول ''مولی ڈک'' کا ترجمہ ہے۔ اصل ناول میں بے شمار اسالیب گھلے ملے ہیں۔ عسکری نے بھی اپنے ترجمے میں اردو کے اتنے اسالیب گھلا ملا دئے ہیں کہ ترجمہ اصل کے تاثر کی ہو بہو ترسیل کرتا ہے۔ یہ اس لئے ممکن ہوسکا کہ محمد حسن عسکری اردو کے مختلف نثری اسالیب سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔

دنیا میں علوم وفنون کی بے شمار قسمیں ہیں جیسے شعر وادب، سائنس، سماجی علوم اور مذہب وقانون وغیرہ۔ ذیل میں کچھ اہم علوم کے ترجمے کے مخصوص تقاضوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ علمی تراجم میں تمام سائنسی اور عمرانی علوم جیسے تاریخ، جغرافیہ، سماجیات، معاشیات، حیوانیات، نباتیات، طبعیات، کیمیاء، انجینئرنگ اور دیگر ٹکنالوجی کے علوم شامل ہیں۔ علمی تراجم کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ غیر تخلیقی ہوں۔ ان میں معلومات کی ترسیل اور نفس

مضمون کے ابلاغ اور صحت مفہوم کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔علمی تراجم میں اصل مسئلہ مواد کی منتقلی کا ہے اسلوب کا نہیں۔اس لئے علمی تراجم میں اصل تصنیف کے خیال اور مفہوم کا صحیح ادراک اور اس کی ٹھیک ٹھیک ترسیل ضروری ہے۔

ادبی تراجم کو وسیع پیمانے پر دو حصوں یعنی منشور اور منظوم ترجمے میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔منشور یعنی نثری تراجم میں مصنف کے خیال کے علاوہ جذبات، احساسات، کیفیات، تاجذبات، احساسات، کیفیات، تاثرات اور اسلوب وغیرہ بھی لوازمات کو ترجمے میں منتقل کرنا پڑتا ہے۔ منظوم ترجمے کا تقاضہ یہ ہے کہ اصل متن کے مرکزی خیال کے ساتھ ساتھ اصل کے آہنگ، موسیقی، فضا۔اور صوتی اثرات کی بھی ترسیل کرے۔

مذہبی کتب تقدس کی حامل ہوتی ہیں۔ان میں لفظ قطعی اور مستقل اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس لئے ان کے ترجمے میں لفظ یا ترکیب کے مطابق لفظ اور ترکیب کا ہونا ضروری ہے۔قانونی تراجم میں خصوصی احتیاط اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔کیونکہ قانون کی زبان نہایت جامع اور محتاط ہوتی ہے۔اس میں ایک لفظ کے ادھر ادھر ہونے سے مفہوم میں فرق آ جاتا ہے۔اس لئے قانونی تراجم کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ وہ اصل کے وفادار ہیں۔ان ترجموں کی زبان میں صحت اور قطعیت کا ہونا ضروری ہے۔صحافتی تراجم کو سادہ اور عام فہم ہونا چاہئے۔صحافتی تراجم میں طویل، پیچیدہ اور مرکب جملے نہ ہوں۔ترجمے میں عام بول چال کی زبان استعمال کی جائے۔ جملے مختصر ہوں اور کفایت لفظی کے ساتھ ابلاغ و ترسیل کا فعل انجام دیتے ہوں۔ترجمہ ایک صبر آزما اور دقت طلب کام ہے۔اس میں مہارت اور کمال پیدا کرنے کیلئے مترجم کو کچھ خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے۔(Etiene Doltet۱۵۰۹-۱۵۴۶) نے لکھا ہے کہ مترجم کو چاہئے:۔

۱۔ اصل معنی کو سمجھے۔

۲۔ اصل زبان اور ترجمے کی زبان پر عبور رکھے۔

۳۔ لفظی ترجمے سے گریز کرے۔

۴۔ ترجمے میں بامحاورہ زبان استعمال کرے۔

۵۔ الفاظ کے انتخاب اور ترتیب میں احتیاط برتتے ہوئے جملوں میں مناسب آہنگ پیدا کرے۔

مترجم کو ترجمے کا ذوق وشوق بھی ہونا چاہئے۔یہ اسی وقت ہوتا ہے جب اسے ترجمے کے کام سے فطری مناسبت ہو لغات بالخصوص ذولسانی لغات مترجمیں کے لئے مطالعے کے اہم ترین وسیلے ہیں۔مترجم کا مطالعہ وسیع اور متنوع ہونا چاہئے۔ترجمے میں ذخیرہ الفاظ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔مترجم کا مطالعہ جس قدر وسیع اور ہمہ جہتی ہوگا اس کا ذخیرہ الفاظ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔مختلف علوم کی لفظیات واصطلاحات سے اس قدر مالا مال ہوگا جس سے مترجم کو ترجمے میں بڑی مدد ملے گی۔مترجم کو محنت کش اور منتشکلک مستقل مزاج ہونا چاہئے۔مترجم کو عجلت اور جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ترجمہ اصل متن کو سمجھ کر دوسروں کو سمجھانے کا نام ہے جو شخص کسی متن کو خود نہ سمجھتا ہو وہ دوسروں کو کیا سمجھا سکتا ہے۔ اس لئے مترجم پر لازم ہے کہ کسی تصنیف کا ترجمہ کرنے سے قبل اس علم کی ضروری کتب کا مطالعہ کرے تاکہ اس علم کے اہم مباحث اور دیگر مشمولات کو صاف اور واضح طور پر بیان کر سکے۔مترجم کے خصوصیات کے سلسلے میں آخری لیکن نہایت اہمیت کی حامل بات یہ ہے کہ مترجم کو ذہین

اور فطین ہونا چاہئے۔غبی اور بلید آدمی ماہر مترجم تو درکنار سرے سے مترجم نہیں بن سکتا۔

14.4 آپ نے کیا سیکھا

اس سبق سے ہم نے یہ سیکھا کہ ترجمہ ایک نہایت سنجیدہ اور ذمہ دار فنی عمل ہے جو محض الفاظ کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک زبان کے فکری، تہذیبی، جذباتی اور ادبی سرمائے کو دوسری زبان میں مؤثر اور باوفا انداز میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ ایک کامیاب ترجمہ اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب مترجم دونوں زبانوں پر گہری دسترس، وسیع مطالعہ اور لطیف حسِ فہم رکھتا ہو۔ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ نہ صرف الفاظ بلکہ معانی، اسلوب، لہجے، تاثر اور مصنف کے مقصد کو بھی پیشِ نظر رکھ کر ترسیل کرے تاکہ ترجمہ اصل متن کے قریب ترین محسوس ہو۔ اس سبق نے یہ بھی واضح کیا کہ ترجمہ کرنے کے عمل میں کئی تکنیکی اور فکری مسائل پیش آسکتے ہیں جن سے نمٹنے کے لیے مترجم کو زبان، ادب، تہذیب اور موضوعاتی پس منظر پر مکمل عبور حاصل ہونا چاہیے۔ بالآخر یہ درس ہمیں ترجمہ نگاری کی باریکیوں، تقاضوں، مشکلات اور مترجم کی خصوصیات کا شعور بخشتا ہے اور یہ احساس دلاتا ہے کہ ایک اچھا مترجم دراصل زبانوں اور ثقافتوں کو جوڑنے والا پل ہوتا ہے جس کے ذریعے علم و ادب کا عالمی سفر ممکن ہوتا ہے۔

14.5 فرہنگ

۱۔	ترجمہ	ایک زبان کے متن یا مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا
۲۔	شاعری	نظم و نثر کی فنی اور جذباتی صنف
۳۔	نثری شہ پارہ	نثر کا عمدہ اور فنی نمونہ
۴۔	اصطلاح	کسی علم یا فن کے مخصوص اور فنی لفظ
۵۔	سیاق و سباق	جملے یا عبارت کے پس منظر اور متن کا تناظر
۶۔	مزاج	کسی زبان یا متن کا خاص طرزِ اظہار یا فکری رنگ
۷۔	استعارہ	علامتی یا تشبیہی انداز میں کسی خیال یا تصور کی ادائیگی
۸۔	تشبیہات	کسی شے یا خیال کی دوسری شے کے ساتھ موازنہ کرنا
۹۔	امیجری	ذہنی تصویری خاکہ یا خیالی منظر
۱۰۔	تاثر	اثر، جو قاری یا سامع پر پیدا ہوتا ہے
۱۱۔	مرکزی خیال	کسی عبارت یا مضمون کا اصل اور بنیادی خیال

۱۲۔	مجموعی تاثر	عبارت یا متن کا مجموعی اثر
۱۳۔	لغت	الفاظ کے معنی اور تفصیل بیان کرنے والی کتاب
۱۴۔	ثقالت	بھاری پن، عبارت کی پڑھنے میں مشکل یا پیچیدگی
۱۵۔	مستعار الفاظ	کسی دوسری زبان سے لیے گئے الفاظ
۱۶۔	اشتقاقی عمل	الفاظ یا اصطلاحات کی ساخت اور بننے کا طریقہ
۱۷۔	بولی	کسی علاقے یا طبقے کی زبان کا مخصوص لہجہ
۱۸۔	مختصر فارم (Short forms)	لفظ یا جملے کے چھوٹے یا مخفف روپ
۱۹۔	نقالی	بغیر سمجھ کے صرف نقل کرنا
۲۰۔	انفرادی	ذاتی یا فرد سے متعلق

14.6 خود جانچ سوالات

۱۔ ترجمہ نگاری کے تقاضوں پر اپنی رائے قلم بند کیجیے۔

۲۔ مترجم کی خصوصیات پر مفصل نوٹ لکھیے۔

۳۔ ترجمہ نگاری کے تقاضوں اور مترجم کی خصوصیات کے متعلق ناقدین کی آرائیں پیش کیجیے۔

۴۔ ترجمے کے دوران جملے کی ساخت کو نظر انداز کرنے سے کیا مسائل پیدا ہوتے ہیں؟

14.7 مشقی سوالات

۱۔ ترجمہ کرتے وقت الفاظ اور معانی دونوں کے لحاظ کو ضروری کیوں قرار دیا جاتا ہے؟ وضاحت کریں۔

۲۔ محض دولسانی لغت کی مدد سے ترجمہ کرنے کو فنِ ترجمہ سے ناواقفیت کی دلیل کیوں کہا گیا ہے؟ مثال کے ساتھ بیان کریں۔

۳۔ ماخذ زبان، مطلوبہ زبان اور ثانوی زبان سے کیا مراد ہے؟ مثال دے کر سمجھائیں۔

۴۔ ترجمہ سو فیصد مطابقِ اصل کیوں نہیں ہو پاتا؟ ان وجوہات کو بیان کیجیے جو اس عدمِ مطابقت کا سبب بنتی ہیں۔

۵۔ تخلیقی اور غیر تخلیقی ادب کے ترجمے میں بنیادی فرق کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

۶۔ ترجمے میں اصطلاحات کے مسائل کیوں پیدا ہوتے ہیں اور ان کے حل کے لیے کن اقدامات کی ضرورت پیش آتی ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

14.8 مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: ترجمہ کے عمل میں شاعری اور نثر کے ترجمے میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب: شاعری کے ترجمے میں جذبات، علامتیں، استعارے، اشارے اور موسیقیت کو برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے، جبکہ نثر کے ترجمے میں بنیادی توجہ مفہوم اور خیال کی درست اور واضح ترسیل پر ہوتی ہے۔ اسی لیے شاعری کا ترجمہ نثر کے مقابلے میں زیادہ نازک اور مشکل ہے۔

سوال 2: دو مختلف ثقافتی اور جغرافیائی پس منظر رکھنے والی زبانوں کے ترجمے میں کون سی مشکلات پیش آتی ہیں؟

جواب: ایسی زبانوں کے ترجمے میں سماجی اقدار، رسوم و رواج، علامتیں، طرزِ احساس، تجربات اور روایات کے فرق کی وجہ سے اصل مفہوم کو اسی شدت اور معنویت کے ساتھ منتقل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال 3: ترجمے میں الفاظ کے صحیح انتخاب کو کیوں ضروری سمجھا جاتا ہے؟

جواب: اگر الفاظ کا درست انتخاب نہ ہو تو مرکزی خیال، مجموعی تاثر اور جذبے کی شدت تینوں متاثر ہو جاتی ہیں۔ الفاظ معنی اسی وقت درست ادا کرتے ہیں جب انہیں سیاق و سباق کے مطابق استعمال کیا جائے۔

سوال 4: محاورات کے ترجمے میں کن باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے؟

جواب: محاورے کو لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے کے بجائے اس کے مفہوم کو دوسری زبان کے مناسب الفاظ یا محاورے سے ادا کرنا چاہئے، کیونکہ ہر زبان کے محاورے اپنی تہذیبی اور تاریخی معنویت رکھتے ہیں۔

سوال 5: کسی علمی یا تکنیکی مضمون کے ترجمے میں اصطلاحات کا مسئلہ کیسے حل کیا جاتا ہے؟

جواب: اگر اصطلاح مترجم کی زبان کے صوتی و صرفی مزاج کے مطابق ہو تو اسے مستعار لیا جاتا ہے اور ضرورت ہو تو حاشیے میں وضاحت بھی کی جاتی ہے، تاہم بہتر یہ ہے کہ اصطلاح کی جڑ لی جائے اور نئی زبان کے سابقے و لاحقے لگا کر اسے قابلِ فہم بنایا جائے۔

سوال 6: زبان اور بولی کے فرق سے ناواقفیت ترجمے کو کس طرح متاثر کرتی ہے؟

جواب: اگر مترجم زبان اور اس کی مختلف بولیوں سے واقف نہ ہو تو کرداروں، ماحول اور سماجی طبقات کی شناخت اور لہجہ درست انداز میں منتقل نہیں ہو پاتا، جس سے ترجمہ متاثر اور غیر فطری ہو جاتا ہے۔

14.8.1 جواباتِ سرگرمی

1 (ب) امانت و دیانت داری

2 (ج) مکمل لسانی مہارت

3 (ج) مفہوم اور اسلوب

4 (ج) ثقافتی شعور اور فہم پر

14.9 امدادی کتب

1- ارسطو سے ایلیٹ تک، از جمیل جالبی

2- فن ترجمہ نگار، از خلیق انجم

3۔ اردو میں ترجمے کی روایت، از قمر رئیس

4۔ ترجمہ نگاری: فن، روایت، اصول و مسائل۔ از ڈاکٹر اعجاز حسین شاہ

MODEL QUESTION PAPER

(New- Pattern)

URDU-COURSE NO.-URD106 (Art of Translation)
Maximum Marks-70 Time Allowed-2½ hours

نوٹ : تمام سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔نمبرات سامنے درج ہیں۔

1۔ ترجمہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کیا ہے؟فنِ ترجمہ کو ایک باقاعدہ علمی شعبہ کیوں قرار دیا جاتا ہے؟ (7)

یا

ترجمہ کے بنیادی اصول وضوابط کیا ہیں؟ایک اچھے مترجم میں کون سی خصوصیات ہونی چاہئیں؟

2۔ اردو میں ترجمہ کا آغاز کب اور کن حالات میں ہوا؟ابتدائی دور میں کن زبانوں سے زیادہ تر تراجم ہوئے؟ (7)

یا

اردو ترجمہ کے ارتقا میں فورٹ ولیم کالج کا کیا کردار رہا؟وضاحت کریں۔

3۔ برصغیر میں دارالترجمہ عثمانیہ نے اردو ترجمہ کے فروغ میں کیا خدمات انجام دیں؟ (7)

یا

ترجمہ میں اصطلاح سازی سے کیا مراد ہے؟سائنسی اور فنی علوم کے تراجم میں اصطلاح سازی کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

4۔ علمی اور ادبی ترجمہ میں کیا فرق ہے؟دونوں کے تقاضے اور اسالیب کس طرح مختلف ہوتے ہیں؟ (7)

یا

اردو ترجمہ کے فروغ میں اہم ادبی اداروں کی خدمات کا جائزہ لیجیے۔

5۔ سائنسی ترجمہ کے اصول کیا ہیں؟سائنسی مواد کے ترجمہ میں کن مسائل کا سامنا ہوتا ہے؟ (14)

یا

مذہبی متون کے ترجمہ میں کن احتیاطی پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے؟مثال کے ساتھ وضاحت کیجیے۔

6۔ شعری ترجمہ کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ شعر کے ترجمہ میں معنی، اسلوب اور موسیقیت کے مسائل کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟ (14)

یا

نثری ترجمہ کے اصول و مسائل کیا ہیں؟ نثری متن کے ترجمہ میں زبان، اسلوب اور ثقافتی فرق کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں؟

ذیل میں معروضی سوالوں کے درست جواب کا انتخاب کریں۔ تمام سوالات کے نمبرات مساوی ہیں۔ (14)

1۔ ترجمہ کی لغوی تعریف کیا ہے؟

(الف) تحقیق کرنا (ب) ایک زبان کے مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا

(ج) تنقید کرنا (د) تخلیق کرنا

2۔ فنِ ترجمہ کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(الف) زبان کو مشکل بنانا (ب) الفاظ کی تعداد بڑھانا

(ج) مفہوم کی درست ترسیل (د) اسلوب کو بدل دینا

3۔ اردو میں باقاعدہ ترجمہ نگاری کے آغاز کا اہم مرکز کون سا تھا؟

(الف) دہلی کالج (ب) علی گڑھ کالج

(ج) فورٹ ولیم کالج (د) پنجاب یونیورسٹی

4۔ برصغیر میں سائنسی اور علمی تراجم کے فروغ میں اہم کردار ادا کرنے والا ادارہ کون سا تھا؟

(الف) دارالترجمہ عثمانیہ (ب) مجلس ترقی ادب

(ج) مقتدرہ قومی زبان (د) انجمن حمایت اسلام

5۔ اصطلاح سازی کا تعلق زیادہ تر کس قسم کے ترجمہ سے ہے؟

(الف) شعری ترجمہ (ب) سائنسی و فنی ترجمہ

(ج) افسانوی ترجمہ (د) مزاحیہ ترجمہ

6۔ علمی ترجمہ میں سب سے زیادہ کس چیز کی اہمیت ہوتی ہے؟

(الف) مبالغہ آرائی (ب) تخیل

(ج) دقتِ نظر اور صحتِ مفہوم (د) طوالت

7۔ ادبی ترجمہ میں کس عنصر کو خاص اہمیت دی جاتی ہے؟

(الف) صرف معلومات (ب) اسلوب اور تاثیر

(ج) اعداد و شمار (د) خاکے

8۔ اردو زبان کے فروغ اور تراجم کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرنے والا ادارہ کون سا ہے؟

(الف) انجمن ترقی اردو (ب) ریڈیو پاکستان

(ج) ہمدرد فاؤنڈیشن (د) مجلس احرار

9۔ سائنسی ترجمہ کا بنیادی اصول کیا ہے؟

(الف) سادگی سے زیادہ خوبصورتی (ب) لفظی ترجمہ ہر حال میں

(ج) صحت اور وضاحت (د) مبہم انداز

10۔ مذہبی متون کے ترجمہ میں سب سے اہم پہلو کیا ہے؟

(الف) اختصار (ب) ذاتی رائے شامل کرنا

(ج) احتیاط اور امانت داری (د) سادہ زبان سے گریز

11۔ شعری ترجمہ میں سب سے بڑا مسئلہ کیا ہوتا ہے؟

(الف) قافیہ کی کمی (ب) معنی اور موسیقیت کا توازن

(ج) عبارت کی طوالت (د) سطروں کی تعداد

12۔ نثری ترجمہ میں کس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

(الف) صرف لفظی مطابقت (ب) ثقافتی اور لسانی ہم آہنگی

(ج) عبارت کو مختصر کرنا (د) محاورات حذف کرنا

13۔ صحافتی ترجمہ میں کون سی خوبی ضروری ہے؟

(الف) مبالغہ (ب) تاخیر

(ج) فوری اور واضح ترسیل (د) پیچیدہ اصطلاحات

14۔ اصطلاح سازی کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

(الف) زبان کو مشکل بنانا (ب) غیر ملکی الفاظ کا انبار لگانا

(ج) نئے علمی و فنی تصورات کیلیے مناسب الفاظ وضع کرنا (د) پرانے الفاظ ترک کرنا

Course Contributors and Content Editing:

Dr. Ajaz Hussain Shah
Assistant professor,
Govt.PG College Rajouri

Dr. Parshotam Paul Singh
Assistant professor,
CDOE,
University of Jammu

Content Editing/ Proofreading

Dr. Parshotam Paul Singh
Assistant professor in Urdu. CDOE, Jammu
CDOE, University of Jammu, Jammu 2025

© Centre for Distance & online Education, University of Jammu, 2026

* All rights reserved. No part of this work may be reproduced in any form, by mimeograph or any other means, without permission in writing from the CDOE, University of Jammu.
* The script writer shall be responsible for the lesson/script submitted to the CDOE and any plagiarism shall be his/her entire responsibility.

Printed By : Classic Printers/ 2026/50

CENTRE FOR DISTANCE & ONLINE EDUCATION
UNIVERSITY OF JAMMU

SELF LEARNING MATERIAL

FOR

M.A. URDU

SEMESTER - I

SESSION - 2025 ON WARDS

SUBJECT: THE ART OF TRANSLATION	UNIT I-IV
COURSE CODE URD - 106	LESSON: 1-14

PROF. (DR.) SHOHAB INAYAT MALIK
COORDINATOR P.G. URDU

DR. PARSHOTAM PAUL SINGH
TEACHER INCHARGE

http:/www.distanceeducationju.in

Printed and published on behalf of the centre for Distance & Online Education, University of Jammu by the Director, CDOE, University of Jammu.